باب ۲۱

انگلستان میں جنگی جنون اس انتہا کو چھو رہا تھا کہ میرے چند کامریڈوں نے مجھے بتایا کہ منصوبے کے مطابق میری تقاریر کا انعقاد قریب قریب ناممکن لگ رہا ہے۔ ہیری کیلی کا بھی یہی خیال تھا۔ ''کیوں نہ ہم جنگ مخالف جلسے منعقد کریں؟'' میں نے تجویز رکھی۔ میں نے اس پرشکوہ اجتماع کا ذکر بھی کیا جو ہم نے امریکہ میں ہسپانوی جنگ کے خلاف منعقد کیا تھا۔ اس میں رکاوٹ ڈالنے کی متواتر کوششیں بھی کی گئیں اور کئی تقاریر ادھوری چھوڑنا پڑیں لیکن مجموعی اعتبار سے ہم اپنی مہم کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے قابل ہو گئے۔ تاہم ہیری کا خیال تھا کہ انگلستان میں یہ سب غیر ممکن ہے۔ اس نے مقررین پر خوں ریز حملوں کی جو تفصیلات بتائیں (جبکہ جنگجویانہ وطن پرستی عروج پر ہو) اور جس زمانے میں جلسوں کو حب الوطن ہجوم منتشر کر رہے ہوں یہ سب کچھ ہمت شکن حالات لگتے تھے۔ اسے اس امر کا اور بھی یقین تھا کہ میرے لیے ایسا کرنا اور بھی خطرناک تھا کہ ایک غیر ملکی ہو کر جنگ کے خلاف بولے۔ جبکہ میں ایسا کرنے کے حق میں تھی چاہے کچھ بھی ہو۔ یہ میرے لیے ناممکن تھا کہ میں انگلینڈ میں ہوتے ہوئے اس مسئلے پر خاموش رہوں۔ کیا برطانیہ عظمیٰ اظہار رائے کی آزادی پر یقین نہیں رکھتا؟ ''اس کا خیال رکھو'' اس نے مجھے متنبہ کیا ''جلسوں کو صاحبان اختیار درہم برہم نہیں کرتے جیسا کہ امریکہ میں ہوتا ہے۔ یہ لوگوں کے غول ہوتے ہیں جن میں امیر اور غریب سب ہی شامل ہوتے ہیں۔'' میں پھر بھی مصر رہی کہ کیوں نہ ایک کوشش کر لی جائے ہیری نے دیگر کامریڈوں سے مشورہ کرنے کا وعدہ کر لیا۔

کروپوٹکن کی دعوت پر میں میری اسحاک کے ہمراہ بروملے گئی۔ اس مرتبہ مسز کروپوٹکن اور اس کی چھوٹی سی بیٹی ساشا کے ساتھ گھر پر تھیں۔ دونوں پیتر اور صوفیا گری گوریونا نے محبت آمیز تپاک سے ہمارا استقبال کیا۔ ہم امریکہ کے متعلق گفتگو کرتے رہے جس میں ہماری تحریک کے علاوہ برطانوی حالات بھی زیر بحث آئے۔ پیتر ۱۸۹۸ء میں امریکہ کا دورہ کر چکا تھا۔ میں ان دنوں مغربی ساحل پر ہونے کی وجہ سے اس کے خطبات نہ سن پائی تھی۔ تاہم اس کے باوجود مجھے معلوم تھا کہ اس کا دورہ نہایت کامیاب رہا تھا جس کے وہاں نہایت اطمینان بخش اثرات مرتب ہوئے تھے۔ اس کے جلسوں کے اثر سے اتحاد میں نئی روح پڑ گئی تھی اور تحریک میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی تھی۔ پیتر کو میرے وسط مغرب اور کیلیفورنیا کے دوروں میں خصوصاً بہت دلچسپی تھی۔ ''یہ علاقہ ہو نہ ہو ایک زرخیز خطہ ہوگا۔'' اس نے تبصرہ کیا۔ ''اگر تم اس علاقے کے لگاتار تیں پھیرے لگا لو'' میں نے اسے بتایا کہ میں نے ایسے ہی کیا ہے اور میری کیلیفورنیا میں کامیابی کے پیچھے ''فری سوسائٹی'' جریدے کا ہاتھ تھا۔ ''یہ بہت عمدہ کام کر رہا ہے'' اس نے گرم جوشی سے اتفاق کیا۔ ''لیکن وہ اس سے بڑھ کر کام کر سکتا ہے اگر وہ اپنے قیمتی صفحات کو جنس سے متعلق مسائل کو زیر بحث لا کر نہ ضائع کرے۔'' میں اڑ گئی اور ہم ایک گرما گرم بحث میں پڑ گئے کہ انارکسٹ تحریک کی تعلیمات میں جنسی مسائل کی کتنی اہمیت ہے۔ پیتر کا یہ کہنا تھا کہ عورتوں کی مردوں سے برابری کا تعلق جنس سے قطعاً نہیں ہے اس کا تعلق ذہن سے ہے۔ جب وہ فکری طور پر اس کی ہم پلہ ہو جائیگی اور اس کے سماجی نظریات میں شراکت دار بن جائے گی'' اس کے بقول ''وہ اتنی آزاد ہوگی جتنا کہ مرد ہوتا ہے۔'' ہم قدرے جوش میں آ گئے اور ہماری آوازوں سے لوگ یہ قیاس کر سکتے تھے جیسے ہم لوگ لڑ رہے ہوں۔ صوفیا جو اپنی بیٹی کے لیے مشین پر ایک لباس سی رہی تھی نے کئی مرتبہ یہ کوشش کی کہ ہماری گفتگو ایسے موضوع کی طرف مڑ جائے جس میں گلے کی رگیں کم پھولیں مگر اسے کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ پیتر اور میں کمرے کے اندر بڑھتے ہوئے اضطراب میں ٹہلے جا رہے تھے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور دونوں ہی اپنے موقف پر ڈٹے ہوئے تھے۔ آخر کار میں نے گہری سانس لے کر کہا ''ٹھیک ہے' عزیز کامریڈ جب میں تمہارے سن کو پہنچوں گی تو ہوسکتا ہے کہ جنس کا مسئلہ میرے لیے اہمیت کھو چکا ہو۔ مگر آج تو ہے اور یہ ہزاروں کے لیے ایک کوہ گراں ہے بلکہ لاکھوں کے لیے جو جوان ہیں۔'' پیتیر ٹھٹک سا گیا اور اس کا کریم چہرہ ایک پر لطف مسکراہٹ سے منور ہوگیا۔ ''ہائے میں مر جاؤں' یہ بات میری سمجھ میں کیوں نہ آئی۔'' اس نے جواباً کہا۔ ''شائید تم ہی درست ہو' کچھ بھی کہو۔'' اس کے چہرے پر بڑی تابانی تھی جب اس نے بڑی الفت سے مجھ پر نظر ڈالی اور اس کی آنکھوں میں پر مزاح چمک تھی۔

میں نے کھانے کے دوران میں جنگ کے خلاف جلسہ منعقد کرنے کے منصوبے کا ذکر چھیڑ دیا۔ ہیری کے مقابلے میں پیتیر کہیں زیادہ مخالف نکلا۔ ''اس پر بات نہ کرو۔'' اس نے کہا۔ اس سے میری زندگی بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ اس کے علاوہ چونکہ میں روسی ہوں اس لیے جنگ پر میرے موقف سے تمام روسی پناہ گزینوں کی حیثیت پر برا اثر پڑ سکتا ہے۔ ''جناب میں یہاں ایک روسی شہری کی حیثیت میں نہیں آئی' میں تو ایک امریکی ہوں۔'' میں نے احتجاج کیا۔ ''اس کے علاوہ ان معمولی باتوں کی کیا حیثیت ہے جب کہ جنگ جیسا مہیب مسئلہ سر پر سوار ہے؟'' جس پر پیتیر نے اس امر کی طرف میری توجہ مبذول کرائی کہ اس کی بہت اہمیت ہے کیونکہ بہت سے لوگوں کے لیے اس کے نتیجے میں موت یا سائبریا میں قید و بند تاک لگا کر بیٹھ جائے گی۔ اس نے اس کے باوجود اصرار جاری رکھا کہ انگلستان پورے یورپ میں سیاسی پناہ گزینوں کی واحد پناہ گاہ ہے اور اس کی مہمان نوازی کو جلسے منعقد کر کے ہمیں گنوانا نہ چاہئے۔

لندن کے اتھینیم ہال میں میرا پہلا عوامی جلسہ ناکامی کا ایک تاریک باب تھا۔ مجھے سخت نزلے نے جکڑ لیا تھا جس سے میرا گلا اس قدر خراب ہوگیا کہ میری آواز نہ صرف سامعین کے لیے تکلیف دہ تھی بلکہ میرے لیے بھی۔ میری آواز بہ مشکل قابل سماعت تھی۔ یہ سن کر میری گھبراہٹ اور بڑھ گئی جب مجھے پتہ چلا کہ ممتاز روسی پناہ گزیں اور کئی نامور انگریز بھی میری تقریر سننے آئے ہیں۔ ان روسیوں کے نام میرے لیے ہمیشہ سے مینارہ نور بنے ہوئے تھے جنہوں نے زاروں کے خلاف سورماؤں کی طرح سے جدوجہد کی تھی۔ ان کی موجودگی کے خیال سے مجھ میں احترام آمیز خوف پیدا ہوگیا۔ میں ان لوگوں کو کیا پڑھاتی اور کس منہ سے بیان کرتی؟

ہیری کیلی نے جلسے کی صدارت سنبھالی اور چھوٹتے ہی مجمع کو بتا دیا کہ اُس کی کامریڈ ایما گولڈ مان' یہاں موجود ہے جو امریکہ میں پولیس کے دستوں کو بھگت چکی ہے۔ اس نے ابھی ابھی مجھے اعتماد میں لے کر بتلایا ہے کہ وہ ایسے ممتاز افراد کو جلسے میں دیکھ کر گھبرا گئی ہے۔ سامعین نے اس فقرے کو ایک خوبصورت لطیفہ سمجھا اور جی کھول کر ہنسے۔ دل ہی دل میں' میں کیلی پر طیش کھاتی رہی لیکن سامعین کی بذلہ سنجی اور ان کی واضح خواہش نے میرے اندیشے رفع کرنے میں مدد کی جس سے میرا اعصابی تناؤ کم ہوگیا۔ میں اپنی تقریر گویا گھسیٹ رہی تھی اور تمام وقت یہ خیال سر پر سوار رہا کہ میں سڑی سی تقریر کر رہی ہوں۔ تاہم اس کے بعد جو سوالات پوچھے گئے اس سے گویا مجھ میں جان سی پڑ گئی۔ یوں لگا جیسا میرے عناصر خمسہ بیدار ہوگئے ہوں اور مجھے اس کی فکر نہ رہی کہ میرے سامنے کون بیٹھا تھا۔ مجھ میں میرا معمول کا عزم اور جارحانہ اطوار عود کر آئے۔

لندن کے ایسٹ اینڈ کے علاقے میں ہونے والے جلسوں میں مجھے کسی دشواری کا سامان نہ کرنا پڑا۔ یہاں پر میں اپنے ہی لوگوں کے درمیان میں تھی۔ میں ان کی زندگیوں سے واقف تھی جو ہر جگہ سخت اور بنجر تھیں مگر لندن میں کہیں زیادہ۔ میں ان سے مخاطب ہونے کے لیے مناسب زبان جانتی تھی۔ ان میں اور مجھ میں کوئی فرق نہ تھا۔ میرے قریبی کامریڈ گرم جوش اور ملنساروں کا دھڑا تھا۔ ایسٹ اینڈ میں جو کام ہو رہا تھا اس کا روح رواں روڈولف روکر ایک نوجوان جرمن تھا۔ اس کا رکھ رکھاؤ ایک ایڈیش اخبار کے غیر یہودی مدیر کے مانند تھا اور ممتاز حیثیت کا مالک تھا۔ اس نے اس وقت تک یہودیوں سے مراسم نہ بڑھائے جب تک وہ انگلستان نہ پہنچ گیا۔ یہودیوں کی شودر بستیوں میں اپنی سرگرمیوں کا حق ادا کرنے کے لیے اسے یہودیوں میں رہائش اختیار کرنا پڑی اور ان کی زبان پر دسترس حاصل کر لی۔ 'آربیٹر فرواینڈ' کے مدیر کی حیثیت میں اور اپنے دانشورانہ تقاریر کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ذریعے روڈولف روکر بذریعہ تعلیم بہت کچھ کر رہا تھا اور انگلستان کے یہودیوں میں اتنی انقلابی تبدیلیاں لا رہا تھا جو اس نسل کے بہترین لوگ بھی نہیں کر سکتے تھے۔

وہی عمدہ برادری بندی جو یہودی کامریڈوں میں پائی جاتی تھی وہی یگانگت ہمارے انارکسٹ حلقوں میں بھی نمایاں تھی خصوصاً اس دھڑے میں جو فریڈم شائع کرتا تھا۔ اس ماہنامے نے لائق لکھاریوں اور کارکنوں کی ایسی ٹولی کو اپنے گرد جمع کر لیا تھا جو اس سے نہایت مربوط انداز میں تعاون کرتے تھے۔ کام اس خوش اسلوبی سے چل رہا تھا کہ جسے دیکھ کر جی خوش ہوتا تھا خصوصاً جب ہم قدیم دوستوں سے ملتے اور بہت سے نئے دوست بناتے۔

کروپوٹکن کے ہاں ایک شام میں ایک سماجی محفل میں کئی ممتاز لوگوں سے ملی جن میں سے ایک نکولائی چاے کوسکی بھی تھا۔ وہ اس انقلابی تحریک کا نابغہ روزگار شخص تھا جو روسی نوجوانوں میں انیسویں صدی کی ساتویں دہائی میں ظاہر ہوئی تھی جس نے معروف حلقوں میں اس ہی کے نام سے اپنی جڑیں پکڑیں۔ اس شخص سے ملنا ایک عظیم واقعہ تھا میرے لیے جس کی ذات پر میں ہر ایسی چیز سمٹ آئی تھی جو روس کی آزادی کی تحریک کے لیے ولولہ خیز ہو سکتی تھی۔ وہ شاندار جسامت اور مثالی شکل وصورت والا آدمی تھا۔ ایک ایسی شخصیت جو ہر جوان اور بے تاب افراد کے لیے کشش رکھتی تھی۔ چاے کوسکی دوستوں کے نرغے میں تھا لیکن تھوڑی دیر کے بعد وہ اس گوشے کی طرف آیا جہاں میں بیٹھی ہوئی تھی اور مجھ سے محو گفتگو ہو گیا۔ پیتر اس سے بتا چکا تھا کہ میرا طب کی تعلیم حاصل کرنے کا ارادہ ہے۔ یہ تم نے کیسے طے کر لیا کہ تم بیک وقت اپنی سرگرمیاں بھی جاری رکھ سکو گی' مجھے تو بڑی حیرانی ہوئی تھی۔ میں نے وضاحت میں کہا کہ میں نے انگلستان آنے کا منصوبہ اس لیے بنایا ہے تا کہ موسم گرما میں یہاں تقریریں کروں اور شائید میں امریکہ بھی چلی جاؤں' کچھ بھی ہو میں کسی حالت میں تحریک کو خیر باد نہ کہوں گی۔ ''اگر تم ایسا کرو گی'' اس نے کہا تو ''تم ایک بری ڈاکٹر بنو گی' اور اگر تمہیں اپنے پیشے سے بہت لگاؤ ہے تو تم اپنی تحریک کے لیے بری مبلغ ثابت ہو گی۔ تم دونوں نہیں ہو سکتیں۔'' اس نے مجھے مشورہ دیا کہ اس سے پہلے کہ میں کوئی قدم اٹھاؤں مجھے اس مسئلے پر دوبارہ غور کرنا چاہئے جو تحریک میں میری افادیت کو تباہ کر دے گا۔ اس کے الفاظ نے میرے اندر ہلچل پیدا کر دی۔ مجھے اعتماد تھا کہ میں دونوں چیزیں کر سکتی ہوں۔ بشرطیکہ میں اچھی طرح پر عزم رہوں اور اپنی سماجی دلچسپیوں میں شریک رہوں۔ لیکن اس نے کسی نہ کسی طریقے سے میرے ذہن میں شک ڈال دیا تھا۔ اب میں خود سے سوال کرنے لگی کیا میں اپنی زندگی میں سے واقعی پانچ سال نکال سکتی ہوں کہ ڈاکٹر کی ایک سند مل جائے؟

بہت جلد ہیری کیلی اس لیے آیا کہ بتائے کہ چند کامریڈ اس پر آمادہ ہو گئے ہیں کہ ایک جنگ مخالف جلسے کا انتظام کیا جائے اور تمام ممکن اقدام کیے جائیں گے تا کہ کوئی حفاظتی مسئلہ نہ ہو۔ ان کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ کیتنگ ٹاؤن سے بہت سے لوگوں کو لائیں گے جو ایک مضافاتی علاقہ تھا اور جہاں کے لوگ نڈر اور جانبازی کی شہرت رکھتے تھے۔ وہ لوگ چبوترے کی حفاظت کریں گے اور لڑاکو لوگوں کے ممکنہ دھاوں کا سدباب کریں گے۔ ٹام مین جو مزدوروں کا نمائندہ تھا جس نے گودیوں کی حالیہ ہڑتال میں نمایاں طور پر حصہ لیا تھا اس سے صدارت کے لیے کہا جائے گا۔ مجھے کسی طرح خفیہ راستے سے ہال میں پہنچا دیا جائے گا تا کہ جب الوطنوں کو کسی کارروائی کا موقع نہ ملنے پائے۔ ہیری نے تفصیلات سمجھائیں۔ چاے کوسکی بھی شریک ہو گا۔

معین دن اپنے ہمرکاب کی حفاظت میں' میں لوگوں کے جمع ہونے سے چند گھنٹے پہلے ہی ساؤتھ پیلس انسٹی ٹیوٹ پہنچ گئی۔ بہت جلد ہال بھر گیا۔ جیسے ہی ٹام مین نے چبوترے پر قدم رکھا زوردار مخالفانہ صدائیں آنے لگیں جس میں ہمارے دوستوں کے نعرہ ہائے تحسین دب گئے۔ تھوڑی دیر تک تو یہ لگا جیسے معاملہ ختم ہونے والا ہے لیکن ٹام ایک جہاندیدہ مقرر تھا اور ہجوم سے نمٹنے کے گر جانتا تھا۔ سامعین جلد ہی ٹھنڈے پڑ گئے۔ تاہم جب میں نے درشن دیئے تو حب الوطن دوبارہ آپے سے باہر ہو گئے۔ ان میں سے کئی ایک نے چبوترے پر چڑھنے کی بھی کوشش کی مگر کیتنگ ٹاؤن کے لوگوں نے انہیں پسپا کر دیا۔ میں چند لمحے تو خاموش کھڑی رہی میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان بپھرے ہوئے برطانویوں سے کیسے خطاب کروں۔ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ میں اپنے براہ راست اور کند انداز گفتگو سے کچھ نہ حاصل کر سکوں گی جبکہ امریکی سامعین پر اس کا جادو ہمیشہ چل جاتا ہے۔ کوئی مختلف انداز

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

درکار ہے ایسی شے جوان کے احساس افتخار کو جھنجھوڑ دے۔ میرے ۱۸۹۵ء کے دورے اور اس مرتبہ کے تجربات نے مجھے یہ سکھایا تھا کہ انگریز کو اپنی روایات پر بہت فخر ہوتا ہے۔ ''برطانیہ کے مردوں اور عورتو'' میں شور وغوغے کے بیچ میں چلائی۔ ''میں یہاں ایک گہرے عقیدے کے ساتھ آئی ہوں کہ ایسے لوگ جن کی تاریخ باغی نظریات سے لبریز ہے اور ہر شعبے میں جن کی دانش دنیا کے آسمان پر قطب نما ستارے کی حیثیت رکھتی ہے وہ لوگ آزادی کے متوالے اور انصاف پسندی کے علاوہ کچھ اور نہیں ہو سکتے۔ نہیں نہیں' اس کے علاوہ شیکسپیئر' ملٹن' بائرن' شیلے اور کیٹس کے لافانی شاہکار ہیں' میں تو محض آپ کے ملک کے عظیم ترین شاعروں اور خوش آئند مستقبل کے خواب دیکھنے والوں کی کہکشاں میں سے چند ایک کا ذکر کر رہی ہوں۔ جس نے ہونہ ہو آپ کے فکری افق کو وسیع کر دیا ہوگا اور آپ کے احساسات میں وہ روانی پیدا کر دی ہوگی جو ایک حقیقی متمدن قوم کے لیے ایک انمول ورثہ ہے۔ میری مراد مہمان نوازی میں سبقت اور نو وارد اجنبی کے لیے ایک فیاضانہ رویہ جب وہ آپ کے درمیان میں ہو۔ ہال میں مکمل سکوت چھا گیا۔

''آپ کے امشب کے اطوار میرے اس خیال کا بوجھ بہ مشکل اٹھا سکیں گے کہ آپ کا تمدن اور آپ کے ملک کی شائستگی کتنی اعلیٰ اور ارفع ہے'' میں بولے جا رہی تھی'' یا اس کا سبب جنگ کا غیظ وغضب ہے جس نے کس آسانی سے ہر شے کو تباہ کر دیا جسے تعمیر کرنے میں صدیوں کی کاوش شامل تھی؟ اگر حقیقت یہی ہے تو جنگ سے بے رخی ظاہر کر دینا ہی کافی ہے۔ کون ایسا کر سکتا ہے کہ وہ اس وقت بے حس چت پڑا رہے جب اس کی اپنی نظروں کے سامنے لوگوں کے بہترین اور ارفع ورثے کا گلا گھونٹا جا رہا ہو؟ یقیناً آپ کا شیلے یہ نہیں کرے گا جو ہمیشہ لبرٹی اور بغاوت کے نغمے گاتا رہا۔ نہ ہی بائرن کرے گا جس کی روح اس وقت بے چین ہوگئی تھی جب یونان کی عظمت خطرے میں پڑ گئی تھی۔ وہ کبھی بھی تیار نہ ہوں گے کبھی نہیں! اور آپ' کیا آپ اپنے ماضی کو فراموش کر چکے ہیں۔ کیا آپ کی روحوں میں اپنے شاعروں کے نغمے کبھی نہیں گونجتے' آپ کے لیے خواب دیکھنے والوں کے خواب آپ کو یاد نہیں آتے اور آپ کو اپنے باغیوں کی صدائیں کبھی نہیں سنائی دیتیں''؟

سکوت طاری ہو گیا۔ میرے سننے والے بظاہر میری تقریر کے موضوع میں خلاف توقع تبدیلی سے حیران سے ہو کر رہ گئے اور میرے زور بلاغت اور پر اثر اشاروں کنایوں سے دم بخود ہو گئے۔ سامعین میری گفتگو میں دلچسپی لینے لگے اور دلچسپی اس حد تک بڑھ گئی جو بالآخر تالیوں کی گونج میں ختم ہوئی۔ اس کے بعد کا سفر آسان رہا۔ میری تقریر کا نشانہ جنگ اور حب الوطنی رہی جیسا کہ میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے طول وعرض میں کرتی چلی آ رہی تھی۔ میں نے محض ان حصوں میں تبدیلی کی جن کا تعلق ہسپانوی۔ امریکی جارحانہ کارروائیوں سے تھا جو اینگلو۔ بوئیر جنگ کے پس پردہ کارفرما تھیں۔ میں نے تقریر سمیٹنے کے لیے کارلائل کے جنگ سے متعلق خیالات کا سہارا لیا اور بتایا کہ جنگ دو چوروں کے مابین جھگڑے کو کہتے ہیں جو اپنی انتہائی بزدلی کی وجہ سے نہیں لڑتے مگر ایک گاؤں کے لڑکوں کو مجبور کر دیتے ہیں تاکہ وہ دوسرے گاؤں کے باوردی لوگوں کو جو بندوقیں لیے ہوتے ہیں ایک دوسرے پر خونخوار درندوں کی طرح چھوڑ دیں۔

مجمع نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ مرد اور عورتیں اپنے ہیٹ لہرا لہرا کر اپنی پھٹی آوازوں میں میری حمایت میں چیخنے لگے۔ ہماری قرارداد جس میں جنگ کے خلاف زوردار احتجاج کیا گیا تھا' اسے چیئرمین نے پڑھ کر سنایا اسے ایک اختلافی رائے کے ساتھ منظور کر لیا گیا۔ میں معترض کے سامنے جھک گئی اور کہا۔ ''یہاں پر ایک شخص موجود ہے جسے میں بہادر آدمی ہی کہہ سکتی ہوں جو سر اہنے کے لائق ہے۔ اس کے لیے بڑی جرأت درکار ہوتی ہے کہ آدمی تنہا کھڑا ہو جائے جب کہ وہ غلطی پر بھی ہو سکتا ہے۔ ہم سب کو مل جل کر اس جرأت مند مخالف کو داد دینا چاہیے۔''

نوبت یہ آ گئی کہ ہمارے کیتنگ ٹاؤن کے محافظین بھی امنڈتے ہوئے مجمع کو روکنے میں قاصر نظر آ رہے تھے۔ لیکن اب کوئی خطرہ بھی نہ تھا۔ سامعین خونخوارہ مخالفین سے ہم خیال ساتھیوں میں ڈھل چکے تھے جن کے اندر لاوا پک رہا تھا اور وہ اپنے خون کے آخری قطرے تک مجھے بچانے کے لیے کمر بستہ تھے۔ کمیٹی کے کمرے میں چائے کو سبھی جو پر جوش مظاہرین میں شامل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوگیا تھا کسی نوجوان کی طرح ہیجانی انداز سے اپنا ہیٹ لہرا رہا تھا۔ وہ مجھ سے بغلگیر ہوگیا اور حالات پر قابو پالینے کے لیے میری حکمت عملی پر داد دینے لگا۔ ''میں تسلیم کرتی ہوں کہ میں قدرے منافقت سے کام لے رہی تھی'' میں نے سرسری انداز میں کہا'' سارے سفارت کار یہی کرتے ہیں'' اس نے جواب دیا'' لیکن کہیں کہیں سفارت کاری ضروری ہوجاتی ہے۔''

میری امریکہ سے آنے والی پہلی ڈاک میں ایگور آڈ اور ایرک مارٹن کے خطوط شامل تھے۔ میرے بھائی نے لکھا تھا کہ میری روانگی کے اگلے روز ہی آڈ نے مجھے تلاش کرنا شروع کردیا تھا اور مجھ سے التجا کی تھی کہ میں گھر لوٹ آؤں کیونکہ وہاں کی تنہائی اس کے برداشت سے باہر ہے۔ تم جانتی ہو میری عزیز شاویل' میں آڈ کو ہمیشہ سے پسند کرتا ہوں' اس نے مزید لکھا'' میرے لئے اس سے انکار کرنا ممکن نہ ہوا اور میں لوٹ آیا۔ دو ہفتوں کے بعد آڈ گھر میں کوئی عورت لے آیا اور وہ تب سے مقیم ہے۔ مجھے اس بات سے بہت تکلیف ہوتی ہے جب میں اسے تمہاری چیزیں استعمال کرتے دیکھتا ہوں خصوصاً اس ماحول میں جو تم نے تخلیق کیا تھا۔ اس لیے میں پھر سے چھوڑ کر چل دیا۔ آڈ نے ایگور سے کہا کہ وہ چاہے تو فرنیچر اور دیگر اشیا جن کا مجھ سے تعلق ہے لے جائے۔ مگر مجھ سے یہ نہ ہوا۔ اسے اس تمام معاملے سے بہت صدمہ ہوا۔ اڈ نے جلد ہی جذبات پر قابو پالیا' میرا خیال ادھر چلا گیا۔ ٹھیک ہے' ایسا کیوں نہ ہوتا۔ میں سوچ میں پڑ گئی کہ یہ عورت کون ہوسکتی ہے۔

آڈ کے خط میں اس کی زندگی میں نئے جنم لینے والے رشتے کا کوئی ذکر نہ تھا۔ اس نے محض یہ پوچھا تھا کہ وہ میری چیزوں کا کیا کرے۔ اس کا ارادہ شہر کے مرکزی علاقے کی طرف اٹھ جانے کا تھا۔ اس نے لکھا کہ وہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ وہ ان چیزوں کو ساتھ لے جائے جنہیں وہ میری سمجھتا ہے۔ میں نے اسے تار دیا کہ میں اپنی کتابوں کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتی اور اس سے کہا کہ وہ ان چیزوں کو ایک بکس میں بند کر کے جسٹس کے گودام میں رکھوادے۔

ایرک نے اپنے معمول کے مطابق خوش مزاج انداز میں لکھا۔ ہمارے منصوبے کے مطابق سب ٹھیک ٹھاک ہے۔ ایک گھر کرائے پر مل گیا ہے اور وہ اپنے ایک دوست 'کے' کو لے کر اس گھر میں منتقل ہونے والا ہے۔ ہمیں ایک جان لیوا اور کڑی آزمائش سے واسطہ پڑنے والا ہے۔'' کے مستقبل قریب میں ہونے والی محفل موسیقی کی تیاری میں لگی ہوئی ہے۔'' وہ ایک پیانو کرائے پر لے چکے ہیں تاکہ وہ اس پر ریاض کرسکے اور وہ خود اپنی ایجاد پر کام کرنے میں جت جائے گا۔ میں اسے جو رقم دے آئی ہوں وہ ان دونوں کے پٹس برگ کے سفر کے لیے کافی ہوگی اور کچھ دن اور گزارہ ہوجائے گا۔'' جہاں تک ہمارے انجینئر تی کا تعلق ہے لگتا ہے وہ ذات کی اہمیت کے عارضے میں مبتلا ہوگیا ہے مگر اس کے ساتھ گزارہ ہوسکتا ہے۔ اس کے علاوہ جب ہم پیرس میں ملیں گے تو اپنی ایجاد کا جشن منائیں گے۔

جن الفاظ میں ایرک نے خط لکھا تھا اس سے میں بہت لطف اندوز ہوئی جس میں عافیت کا رنگ جھلکتا تھا۔ حالانکہ مجھے اس کے چند مندرجات سے الجھن بھی ہوئی جسے ہو نہ ہو کے/کنسیلا اس کی وہی دوست تھی جس سے میں شکاگو میں مل چکی تھی۔ خدا جانے محفل موسیقی اور پیانو سے اس کی کیا مراد ہے؟ مجھے معلوم تھا کہ اس عورت کی آواز اچھی ہے اور تربیت یافتہ پیانو نواز تھی۔ لیکن وہ ان صلاحیتوں سے گھر میں کیا کرے گی جہاں سے سرنگ کھودی جانے والی تھی؟ انجینئر تو خیر 'ٹوٹی' تھا۔ بالآخر وہ پہنچ گیا لیکن یہ بھی واضح تھا کہ ایرک کو وہ پسند نہ آیا۔ میں یہی امید کرسکتی تھی کہ وہ منصوبے کی تکمیل تک نباہ کرلیں گے۔ میں نے ڈیرا ایرک کو زور دے کر لکھا کہ میرے لیے صبر سے کام لو پورے صبر سے۔

میں نے اپنے لندن کے قیام میں اٹانومی کلب کے کامریڈوں سے بھی خطاب کیا جس میں زیادہ تر جرمن تھے۔ بحث مباحثے کے درمیان میں ایک نوجوان جرمن نے یہ کہہ کر مجھ پر حملہ کیا'' کارکنوں کی زندگی کے متعلق ایما گولڈ کو کیا معلوم ہے' کچھ بھی نہیں؟'' میرے مخالف نے تقاضہ کیا۔'' اس نے کبھی کسی فیکٹری میں کام نہیں کیا ہے اور وہ دوسرے ہلڑ بازوں کی طرح تفریح کرتی ہے' جگہ جگہ کی سیاحت کرتی ہے اور لطف اندوز ہوتی ہے۔ ہم پرولتاری جو نیلے رنگ کے کپڑے پہن کر کام کرتے ہیں صرف انہیں یہ حق ہے کہ وہ انبوہ کثیر کے مصائب کے متعلق برملا باتیں کریں۔'' بات صاف تھی کہ نوجوان کو میرے متعلق کچھ بھی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں معلوم تھا نہ ہی میں نے ضروری سمجھا کہ میں اسے اپنے فیکٹریوں میں کام کرنے کے تجربات سے فیضیاب کروں اور لوگوں کی زندگیوں کے متعلق اپنے علم کو منکشف کروں۔ لیکن اس کے نیلے رنگ کے لباس کے حوالے نے مجھے گرما دیا۔ اس کے کیا معنی ہیں میں سوچ میں پڑ گئی۔

جلسے کے اختتام پر میرے ہی سن کے دو مرد مجھ سے ملنے آئے۔ انہوں نے مجھ سے استدعا کی کہ مذکورہ نوجوان کے احمقانہ حملے کے لیے میں تمام کامریڈوں کو ذمہ دار نہ سمجھوں۔ وہ اس سے بخوبی واقف ہیں۔ وہ تحریک کے لیے کچھ نہیں کر رہا سوائے اپنے پرولتاری ٹریڈ یونین سے تعلق پر فخر کرنے کے اور نیلی پوشاک پر۔ تحریک کے ابتدائی دنوں میں جرمن دانشور طبقے نے کارکنوں والی نیلی پوشاک پہننا شروع کر دی تھی۔ انہوں نے وضاحت کی جس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ روایتی اور پر تکلف لباس کے خلاف احتجاج کیا جائے مگر اس سے بڑھ کر اس کا مقصد یہ تھا کہ عوام الناس سے رسائی میں آسانی پیدا ہو جائے۔ جب سے چند ڈھونگ رچانے والوں نے تحریک میں شامل ہو کر یہ وطیرہ اختیار کر لیا ہے اور اس طریقہ لباس کو وابستگی کے اظہار اور انقلابی اصولوں پر باضابطہ قائم رہنے کی علامت بنا لیا ہے۔ ''اس کے علاوہ انہیں سفید قمیص بھی میسر نہیں ہے'' ان میں سے جو گہرے رنگ کا تھا بولا ''یا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس ہمیشہ صاف کپڑے نہیں ہوتے'' میں بڑے زور سے ہنسی اور اس سے پوچھ بیٹھی کہ آخر وہ اتنا کینہ پرور کیوں ہو رہا ہے۔ ''اس لیے کہ میں دکھاوا اور بناوٹ برداشت نہیں کر سکتا!'' اس نے قریب قریب ترش روی سے جواب دیا۔ دونوں نے خود کو یوں متعارف کرایا یعنی ہیو لایٹ ہیوؔل اور ایکسؔ۔ اول الذکر ایک زیک اور دوسرا جرمن تھا۔ ایکسؔ نے تھوڑی دیر میں جانے کی اجازت چاہی اور ہیوؔل نے اپنے ساتھ عشائیہ کھانے کی دعوت دی۔

میرا ساتھی مختصر جسامت والا تھا' رنگ گہرا اور زرد چہرے پر جھلملاتی آنکھیں تھیں۔ وہ پوری طرح زیب تن تھا اور دستانے تک پہنے ہوئے تھا۔ جو ہماری صفوں میں شامل مرد نہیں استعمال کرتے۔ یہ سب کچھ مجھے بانکا پن لگا خصوصاً ایک انقلابی میں۔ ریسٹورنٹ میں میں نے کیا دیکھا کہ اس نے صرف ایک ہاتھ کا دستانہ اتارا اور پورے کھانے کے دوران میں دوسرے ہاتھ سے دستانہ نہ اتارا۔ میں اس کی وجہ شائید پوچھ لیتی لیکن اس میں احساس ذات اتنا نمایاں تھا کہ میں نے اسے پریشان کرنا مناسب نہ جانا۔ شراب کے چند گلاس پینے کے بعد وہ کھلنے لگا۔ وہ بے چینی میں ٹھہر ٹھہر کے فقرے بولتا۔ وہ زیورچ سے لندن آیا تھا' اس نے بتایا اور اگرچہ یہاں آئے زیادہ دن نہیں ہوئے ہیں مگر اس شہر کو اچھی طرح سمجھ چکا ہے اور اسے اس بات سے خوشی ہوگی اگر میں اس کے ساتھ سیر کو چلوں۔ اتوار کی سہ پر مناسب رہے گی یا شام ڈھلے انہی اوقات میں اسے فرصت ہوتی ہے۔

ہیو لایٹ ہیول صحیح معنوں میں ایک انسائیکلو پیڈیا ثابت ہوا۔ وہ یورپی ممالک کے ہر شخص اور ہر چیز سے باخبر تھا۔ میں نے اس کے لہجے میں پیدا ہونے والی تلخی کو اس وقت محسوس کیا جب وہ اٹانومی کلب کے چند کامریڈوں کا تذکرہ کرنے لگا۔ اس سے میں بے لطف بھی ہوئی مگر مجموعی طور وہ انتہائی مہمان نواز تھا۔ اتنی دیر ہو چکی تھی کہ بس پکڑنا مشکل تھا اس لیے ہیوؔل نے ایک ٹیکسی بلائی تا کہ مجھے پہنچایا جائے۔ جب میں نے ڈرائیور کو کرایہ ادا کرنا چاہا تو وہ ناراض ہونے لگا ''ایک امریکی کی طرح اپنی دولت سے مرعوب کر رہی ہو! میں بارروزگار رہوں اور میں اس رقم کو ادا کرنے کا متحمل ہو سکتا ہوں''! اس نے احتجاج کیا۔ میں نے ہمت سے کام لے کر کہا کہ ایک انارکسٹ ہوتے ہوئے وہ تعجب میں ڈالنے کی حد تک روایت پسند ہے جو عورت کے بھاڑا چکانے کے حق پر معترض ہے۔ ہیوؔل اس شام میں پہلی مرتبہ مسکرایا اور میں دیکھ کر حیران رہ گئی کہ اس کے دانت خوبصورت اور سفید تھے۔ میں نے جب اس سے مصافحہ کیا تو اس وقت بھی اس کے ہاتھ دستانے کے اندر تھے مگر وہ بھنچی آواز میں ہنسا ''یہ کیا ہے'' میں نے پوچھا ''اوہ کچھ بھی نہیں'' اس نے جواب دیا ''مگر ایک معمولی جسامت کی عورت ہوتے ہوئے تمہاری گرفت بہت سخت ہے۔

اس شخص میں کوئی شے عجیب اور دسادر کی لگتی تھی۔ وہ بظاہر نہایت مضطرب اور لوگوں کو پرکھنے میں بے حد بخیل لگتا تھا' پھر بھی اس میں ایسی دلربائی تھی جو متوحش کر سکتی تھی۔

میرا زیک کامریڈ اکثر و بیشتر ملنے آتا۔ کبھی دوست کے ساتھ مگر بالعموم تنہا۔ اس سے ملاقات فرحاں کرنے والی نہ ہوتی'

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حقیقت تو یہ تھی کہ وہ مجھے یاسیت میں مبتلا کر دیتا۔ اگر وہ ہلکا سا نشہ نہ کیے ہوتا تو اس سے گفتگو کرنا دشوار ہوتا' دوسری صورت میں لگتا جیسے اس کی زبان پر تالا پڑا ہوا ہے۔ بتدریج یہ کھلا کہ وہ تحریک میں اس وقت آیا تھا جب صرف اٹھارہ برس کا تھا اور کئی مرتبہ جیل کاٹ چکا ہے' ایک مرتبہ تو اٹھارہ مہینے کی اسیری بھگتا چکا تھا۔ آخری مرتبہ تو اسے نفسیاتی وارڈ میں داخل کیا گیا تھا اور وہ وہیں پڑا سڑتا رہتا اگر اس میں پروفیسر کرافٹ اینگ نے دلچسپی نہ لی ہوتی۔ جس نے اسے صحتمند ٹھہرایا۔ اور اس کو وہاں سے نجات دلا کر دوبارہ آزادی دلانے میں مدد کی۔ وہ ویانا میں بہت سرگرم رہتا تھا اسی لیے ملک بدر کیا گیا۔ اس کے بعد وہ جرمنی بھر میں مارا مارا پھرتا رہا۔ تقاریر کرتا رہا اور انارکسٹ مطبوعات کے لیے لکھتا رہا۔ اس نے پیرس کا بھی پھیرا لگایا لیکن اسے وہاں زیادہ دن قیام نہ کرنے دیا گیا اور ملک بدر کر دیا گیا۔ بالآخر وہ زیورچ جا پہنچا اور جہاں سے لندن۔ چونکہ وہ ہنرمند نہ تھا اس لیے وہ ہر قسم کا کام قبول کرنے پر مجبور تھا۔ اس زمانے میں وہ ایک برطانوی بورڈنگ ہاؤس میں اوپر کے کام کرنے کی ملازمت کر رہا تھا۔ اس کی ملازمت صبح میں پانچ بجے شروع ہو جاتی جس میں آگ سلگانے سے لے کر مہمانوں کے جوتوں کی صفائی' رکابیوں کی دھلائی اور دیگر اقسام کے ''نچلے درجے اور ذلت وخواری کے کام'' شامل ہوتے۔ ''اس میں اہانت آمیزی کہاں سے آ گئی؟'' ''محنت میں کبھی ذلت نہیں ہوتی'' میں نے احتجاج کیا۔ ''محنت کا جو آج حال ہے' وہ ہمیشہ سے ذلت آمیز ہے!'' اس نے بہت زور سے کہا۔ ''ایک برطانوی بورڈنگ ہاؤس اس سے بدتر ہے' وہ انسان کے ہر احساس پر طمانچہ ہے جس کے ساتھ چاکری بھی شامل ہوتی ہے۔ میرے ہاتھوں کو دیکھو!'' اس نے ایک ہیجانی جھٹکے سے اپنے دستانے پھاڑ ڈالے اور ہاتھ پر بندھی ہوئی پٹی بھی پھاڑ ڈالی۔ اس کے ہاتھ سوجے ہوئے اور سرخ تھے اور ان پر چھالے پڑ گئے تھے ''یہ کیسے ہوا' اور تم کب تک یہ کام کرتے رہو گے؟'' میں نے پوچھ لیا ''یہ سب کچھ صبح کی سردی میں غلیظ جوتے صاف کرنے سے اور آگ کو جلتا رکھنے کے لیے کوئلہ اور لکڑی ڈھو کر لانے سے ہوا ہے۔ ایک غیر ملک میں بغیر کسی ہنر کے میں اور کیا کر سکتا ہوں؟ میں فاقے کروں' گٹر میں غرق ہو جاؤں یا ٹیمز میں ڈوب مروں۔'' اس نے یہ بھی کہا ''لیکن فی الحال میں اس کے لیے تیار نہیں ہوں۔ اس کے علاوہ میں ہزاروں میں سے ایک ہوں' تو اس کا واویلا کیا؟ ہمیں کچھ خوشگوار چیزوں کے متعلق باتیں کرنا چاہئیں'' وہ باتیں کیے جا رہا تھا لیکن میں بمشکل اس کی باتیں سن رہی تھی۔ میں نے اس کے چھالے والا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا میں اپنی اس ناقابل برداشت خواہش کو دبانے کی کوشش میں لگی تھی کہ اس کے ہاتھ پر اپنے ہونٹ رکھ دوں جس میں لامحدود ہمدردی اور شفا موجود ہے۔

ہم مل کر ادھر ادھر جی بھر کے خوب گھومے خاص کر غریبوں کی بستیوں میں جس میں وہائیٹ چیپل اور اس جیسے تمام علاقے۔ کاروباری دن میں گلی کوچوں میں غلاظت اور کوڑا کرکٹ پھیلا ہوا تھا۔ اور مچھلی کے تلنے سے پیدا ہونے والی چیراند سے طبیعت مالش کرنے لگتی۔ سنیچر کی شام میں منظر مزید بھیانک ہو جاتا۔ بیرکشید کرنے والی فیکٹریوں کے نزدیک میں نے نشے میں چور عورتیں سڑک پر پڑی دیکھیں قدیمی ارزل طبقہ' ان کی گدی پر بکھرے بال' ان کے آڑے ترچھے ہیٹ جو ایک طرف جھکے جاتے اور عورتوں کے اسکرٹ گلی کوچوں کے فرش پر پونچھا لگائے جاتے۔ یہودی چھوکرے ان لوگوں کو 'ڈھیلے' کہہ کر پکارتے۔ مجھے اس بات پر بہت غصہ آتا جب یہ بےفکرے نوجوان انہیں طنز کا نشانہ بناتے اور ان لاوارثوں کو کھدیڑتے۔ لیکن جو سفاکی اور ذلت کے مناظر میں نے لندن کے ایسٹ اینڈ میں دیکھے ان سے ان کا کوئی موازنہ نہیں کیا جا سکتا۔ نشے میں چور عورتیں عوامی گھروں سے لڑکھڑاتی ہوئی نکلتیں' فحش ترین زبان استعمال کرتیں اور ایک دوسرے سے اس وقت تک لڑتیں جب تک کپڑے تار تار کر کے برہنہ نہ کر دیتیں۔ کم عمر لڑکے اور لڑکیاں شرابخانوں کے اطراف میں سردی اور برفباری کے باوجود منڈلاتے رہتے۔ شیرخوار ٹوٹی پھوٹی گاڑیوں کے اندر اس لیے مدہوش پڑے رہتے کیونکہ انہیں ملنے والی چوسنیاں وہسکی میں ڈبو کر دی جاتی تھیں۔ بڑی عمر کے بچے شراب خانوں سے باہر اپنے والدین کے منتظر رہتے اور جو شراب وہ ان کے لیے وقتاً فوقتاً خرید کر باہر لاتے وہ بڑے ندیدے پن سے چڑھا جاتے۔ میں نے ایسے بھیانک مناظر اکثر دیکھے جو ڈانٹے کے زور تخیل میں بھی نہیں آ سکتے تھے۔ ہر مرتبہ طیش کے مارے' کراہت سے اور مارے شرم کے میں ٹھان لیتی کہ میں اب ایسٹ اینڈ کبھی نہ جاؤں گی۔ اس کے باوجود میں وہاں کا دوبارہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پھیرا لگاتی۔ جب میں نے اس صورتحال کے متعلق اپنے دیگر کامریڈوں سے تبادلۂ خیال کیا تو انہوں نے مجھے ذکی الحس انسان کہہ دیا۔ ایسی صورتحال تو ہر بڑے شہر میں ہوتی ہے۔ انہوں نے دعویٰ کیا۔ یہ سرمایہ داری ہے جو اس ذلت کو جنم دیتی ہے۔ میں اور شہروں کو چھوڑ کر صرف لندن ہی کے کیوں پیچھے پڑ گئی ہوں۔

اس بات کا مجھے بتدریج احساس ہوا کہ ہیویل کی رفاقت میں مجھے زیادہ لطف اس لیے آ رہا ہے کیونکہ اس کی رفاقت معمول سے بڑھ کر ہے۔ عشق کا دیوتا پھر سے انگڑائی لے رہا تھا اور اس کا تقاضہ دن بدن بڑھ رہا تھا۔ اور میں اس سے منہ چرا رہی تھی۔ اندیشہ نئے درد پیدا ہونے کا تھا۔ لگتا تھا نئی مایوسیاں میری منتظر ہیں۔ تاہم اس اندوہناک ماحول میں میری ضرورتیں میرے اندیشوں سے قوی تر تھیں۔ ہیویل بھی میرا بہت خیال کرتا تھا۔ وہ ریشہ خطمی ہونے کے ساتھ ساتھ بے چین اور چلبلا ہوتا جا رہا تھا۔ اس کی عادت تھی کہ وہ مجھ سے تنہا ملنے آتا لیکن کیا ہوا کہ ایک شام وہ اپنے ایک دوست کو بھی ساتھ لے آیا جو گھنٹوں بیٹھا رہا اور جانے کا نام نہ لیتا۔ مجھے شبہ ہوا کہ ہیویل اسے محض اس لیے ہمراہ لایا ہے کہ اسے اپنی ذات پر اعتماد نہ تھا کہ وہ مجھ سے تنہائی میں ملے جس نے میری آتش شوق کو بھڑکا دیا۔ بالآخر آدھی رات کے گزرنے کے بہت بعد اس کا دوست رخصت ہوا۔ اس کے رخصت ہونے کی دیر تھی نہ جانے کیسے ہم ایک دوسرے کی بانہوں میں تھے۔ لندن سرکنے لگا' ایسٹ اینڈ کی چیخ وپکار دور کی آوازیں بن گئیں اور ہمارے دلوں میں محبت کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ ہم نے انہیں توجہ سے سنا اور خود کو ان ہی کے سپرد کر دیا۔

اپنی زندگی کے اندر اس نئی مسرت کے در آنے سے یوں لگا گویا میں نے دوسرا جنم لیا ہوا۔ ہم دونوں پیرس جائیں گے اور وہاں سے سوئیٹزرلینڈ' ہم لوگوں نے فیصلہ کر لیا۔ ہیولایٹ بھی مزید تعلیم حاصل کرنا چاہتا تھا اور ہم نے نہایت کفایت سے تیس ڈالر ماہانہ میں گزارہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ باقی دس میں اپنے بھائی کو بھیجا کروں گی۔ ہیولایٹ کا خیال تھا کہ وہ مضامین لکھ کر کچھ رقم کما سکتا ہے لیکن اگر ہمیں زندگی کی چند آسائشوں سے دستکش بھی ہونا پڑے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ ہم ہوں گے اور ہماری محبت۔ لیکن ہر شے پر یہ مقدم ہے کہ میں اپنے بالم کو اس پر رام کروں کہ وہ اپنی جان لیوا ملازمت ترک کر دے۔ میں یہ بھی چاہتی تھی کہ اسے بورڈنگ ہاؤس کی چکی کے پاٹوں سے نکلنے کے بعد کم از کم ایک ماہ کے مکمل آرام کا موقع ملے۔ اس پر آمادہ کرنے کے لیے مجھے اس سے بحث ومباحثہ کرنا پڑا۔ لیکن دو ہفتوں تک غلیظ جوتوں کی صفائی سے پرہیز نے اس کی جون اتنی بدل دی کہ وہ مختلف شخصیت میں ڈھل گیا۔

ایک سہ پہر میں ہم پھر کروپوتکن کنبہ سے ملنے پہنچ گئے۔ ہیولایٹ (گریش ساس۔ بی وے گنگ) تحریک کا پرستار نکلا۔ یہ ایک امداد باہمی کی تحریک تھی اور ترقی کی منزلیں طے کر چکی تھی جو اس کے خیال میں اہل برطانیہ کے اندازوں سے زیادہ۔ وہ بہت جلد پیتر سے گرما گرم بحث میں الجھ گیا جسے جرمن تجربے میں کسی قسم کا فائدہ نظر نہ آتا تھا۔ میں نے گزشتہ ملاقات میں یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ بحث کے دوران میں ہیولایٹ خود پر قابو نہ رکھ پاتا وہ جھنجھلانے لگتا اور اکثر ذاتیات پر اتر آتا۔ لیکن پیتر کے معاملے میں وہ محتاط تھا مگر یکا یک گفتگو اس کی گرفت سے نکلنے لگی۔ وہ یکلخت کنارہ کش ہوا اور کربناک خاموشی میں دبک گیا۔ کروپوتکن ناخوشگواری سے متاثر ہوا' اور ایک کام کا بہانہ بنا کر میں نے وہاں سے رخصت ہونے میں عجلت کی۔ راہ چلتے اس نے پیتر کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور اسے ''انارکسٹ تحریک کا پوپ'' کہہ کر ملامت کرنے لگا جو ایک اختلافی خیال کو برداشت نہیں کر سکتا۔ میں طیش میں آ گئی اور ہم میں گرما گرم الفاظ کا تبادلہ ہونے لگا۔ جب تک ہم لوگ اپنے کمرے تک پہنچیں ہم محسوس کرنے لگے کہ ہم میں کتنا بچپنا ہے کہ ہم اپنی محبت کے چاند پر تیسرے کی بدلی کو آنے دے رہے ہیں۔

ہیولایٹ کے ہمراہ میں نے روسیوں کے نئے سال کے تہوار 'دوچی رینکا' کا جشن منایا جو میرے لیے ایک بڑا واقعہ ثابت ہوا۔ جہاں پر میں روس کی غیر معمولی شخصیات سے ملی جن میں آی۔ گولڈن برگ تھا جس کے ساتھ مل کر میں روس/ امریکہ کے ملزموں کے حوالے کے سمجھوتے کے خلاف مہم میں نیویارک میں کام کر چکی تھی۔ دوسرا ای۔ سیری بریاکوف تھا جو اپنی انقلابی سرگرمیوں کے لیے مشہور تھا۔ پھر وی۔ چرکے سوف تھا جو انارکزم کے خیالات کا ممتاز شارح تھا۔ اس کے علاوہ چاے کوسکی اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کروپوٹکن سے بھی ملاقات ہوئی۔ قریب قریب وہاں موجود ہر شخص سورما ئی جدوجہد کی تاریخ کا حامل تھا۔ جس میں برسوں کی اسیری اور ملک بدری شامل تھی۔ حاضرین میں مائیکل ہیمبورگ اپنے تینوں بیٹوں مارک، بورس اور جون کے ہمراہ موجود تھا جو بحیثیت موسیقار اپنا سکہ جمار ہے تھے۔

نیو یارک میں ہونے والی محافل کے مقابلے میں یہاں کا ماحول زیادہ سنجیدہ تھا۔ پرتشویش مسائل پر گفتگو ہوئی اور صرف نوجوان لوگ ناچنے کے لیے متردد تھے۔ رات ڈھلے پیٹر نے پیانو کے ذریعے ہماری ضیافت طبع کی۔ جبکہ وی۔ چرکے سوف نے بارہ سالہ ساشا کروپوٹکن کو سارے فرش کی اس طرح سیر کرائی جیسے وہ فضا میں لہرا رہا ہو۔ اور اسی کو مثال بنا کر اور لوگوں نے بھی پیروی کی۔ وی۔ چرکے سوف جو مجھ سے قد میں بہت نکلتا ہوا تھا اس وقت تمسخرانہ انداز میں جھکا جب اس نے میرے ساتھ ناچنے کی فرمائش کی۔ یہ ایک نا قابل فراموش شام بن گئی۔

گلاسگو جو میرے اسکاٹ لینڈ کے دورے میں پہلا پڑاؤ تھا وہاں ہمارے اچھے سے کامریڈ بلیر سمتھ نے جلسے کا انتظام کیا تھا جو میرا میزبان بھی تھا۔ ہر ایک مجھ پر مہربان اور دوستانہ انداز سے پیش آ رہا تھا مگر شہر میرے لیے ایک ڈراؤنا خواب ثابت ہوا۔ چند معاملات میں لندن سے بھی بدتر۔ ایک سنیچر کی شب میں جب میں بذریعہ ٹرام لوٹ رہی تھی تو میں نے سرراہ سات بچے گنے جو گندے تھے اور کم غذائیت کے شکار جو اپنی ماؤں کے ساتھ گھسٹ رہے تھے اور سب ہی نشے میں چور تھے۔

گلاسگو کے بعد ایڈنبرا روح پرور لگا۔ کشادہ، صاف اور دلکش اور غربت بھی اتنی عریاں نہ تھی۔ وہیں میں پہلی مرتبہ ٹام بیل سے ملی جس کی پرچار کرنے کی لگن اور جرأت کے متعلق ہم امریکہ ہی میں بہت کچھ سن چکے تھے۔ اس کی کامرانیوں میں ایک کھلے آسمان میں تقریر کرنے کا تجربہ بھی تھا جس کا آغاز اس نے پیرس میں کیا تھا۔ اس نے فرانسیسی انارکسٹوں سے کہا کہ وہ زیر آسمان جلسہ کرنے کے لیے ایک چبوترہ تیار کریں جو برطانوی طرز کا ہو۔ لیکن پیرس کے کامریڈوں کے خیال میں ایسی کوئی کوشش ناممکن تھی۔ ٹام نے فیصلہ کیا کہ کھلی فضا میں تقریر کرنا ممکن ہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ پولیس کھڑی ہو۔

اس نے ایسے دستی اشتہار تقسیم کر دیئے کہ آئندہ سنیچر کی سہ پہر کو وہ اپنی ذمہ داری پر پلاس ڈلا غے پبلک کے مقام پر کھلی فضا میں جلسہ منعقد کرے گا جو پیرس کے پرہجوم مراکز میں سے ایک تھا۔ جب وہ مقررہ وقت پر چوک پر پہنچا تو وہاں ایک بڑا مجمع اس کا منتظر تھا۔ جب وہ راستہ بناتا ہوا مرکز کی جانب بڑھ رہا تھا پولیس کے کئی گماشتے اس سے ملنے کے لیے بڑھے۔ وہ اچھی طرح نہیں جانتے تھے کہ بطور مقرر اسی کے نام کا اعلان ہوا تھا۔ وہ چند لمحے تک الجھن میں رہے۔ ٹام روشنی کا اپنا کھمبا چ اٹھائے ہوئے تھا۔ جو پیندے سے لے کر بیچ تک نہایت مرصع تھا اور چوٹی پر صلیب نما نشان تھا۔ جیسے ہی پولیس والے اس کی طرف بڑھے وہ کھمبے پر چڑھ گیا۔ اس کے پاؤں پیندے سے چپکے ہوئے تھے اور پلک جھپکتے میں اس کی کلائی صلیب نما نشان سے بندھ چکی تھی۔ اس نے اپنی کلائی میں ایک فولادی زنجیر کو قفل کی مدد سے اچھی طرح باندھ لیا تھا۔ پھر اس نے یہ کیا کہ زنجیر کو دوہرا کیا اور گھما کر صلیب کی طرف پھینکا جہاں پر ایک خودکار تالے کی مدد سے قفل لگ گیا۔ پولیس نے اسے فوراً آن لیا لیکن وہ کچھ نہ کر پائے۔ وہ زنجیر میں اچھی طرح جکڑا ہوا تھا۔ انہوں نے ایک ریتی منگائی۔ اس اثنا میں مجمع بڑھتا گیا اور ٹام صورتحال سے لاتعلق ہو کر عوام سے خطاب کرتا رہا۔ افسران طیش میں آ گئے لیکن وہ اس وقت تک تقریر کیے گیا جب تک اس کی آواز نے اس کا ساتھ دیا۔ تب جا کے اس نے انہیں کنجیاں حوالے کیں جس سے تالے کھولے گئے اور وہ اطمینان سے نیچے اترا۔ پولیس نے اسے خطرناک نتائج کی دھمکیاں دیں کہ تم نے ''فوج اور قانون کو ذلیل کیا ہے۔'' جبکہ پورا پیرس ان پر ہنس رہا تھا اور انہیں تمسخر کا نشانہ بنا رہا تھا۔ صاحبان اختیار نے یہ مناسب سمجھا کہ معاملے کو یوں ہی رفع دفع کر دیا جائے یوں ٹام پر مقدمہ نہ چلایا گیا۔ دو ہفتے تک جیل میں رکھنے کے بعد اسے یہ کہہ کر ملک بدر کر دیا گیا کہ ''یہ اتنا خطرناک شخص ہے کہ اسے فرانس میں آزاد نہیں چھوڑا جا سکتا۔''

ٹام بیل کا ایک اور کارنامہ اس وقت سننے میں آیا جب زار نکولس دوم انگلستان کا دورہ کر رہا تھا۔ اس وقت ملکہ بارمورل میں مقیم تھی۔ شاہی انتظام الاوقات کے مطابق زار کو لیتھ کے مقام پر اترنا تھا جہاں پر شہزادہ ویلز (جو بعد میں ایڈورڈ ہفتم بنا) کو اس کا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

استقبال کرنا تھا اور وہیں سے اسے ونڈسر ہوتے ہوئے لندن پہنچنا تھا۔

ٹام بیل نے اپنے دوست سے اتفاق کرلیا کہ وہ زار کے استقبالیہ میں شرکت کرنے میں مدد دے گا۔ مکابے کا ایک ہاتھ اور پنجہ فالج زدہ اور سوکھا ہوا تھا مگر ٹام کی طرح وہ بھی قلانچیں بھرتا تھا۔ دونوں نے مل کر اپنا منصوبہ تیار کیا۔ وہ اس وقت ایڈنبرا میں تھے اور وہاں سے جب وہ لیتھ پہنچے تو انہوں نے لاتعداد پولیس کو گودی میں تعینات پایا جس میں برطانوی، روسی اور فرانسیسی خفیہ پولیس والے بھی تھے۔ گلی کوچوں تک میں ناکے لگے ہوئے تھے اور راہ گزر کے دونوں طرف سپاہی اور پولیس والے صف بستہ تھے، ہر جگہ جاسوس ابلے پڑ رہے تھے۔ ناکوں کے پیچھے سکاٹ لینڈ کے دستوں کی صف تھی جن کی پشتیبانی غیر روایتی فوج کے دستے کر رہے تھے اور ان سب کو پیدل افواج کے دستوں کی مدد حاصل تھی۔ یہ صورت حال قطعاً مایوس کن تھی..... جس میں کسی کارروائی کا امکان نہ تھا۔ ٹام بیل اور مکابے نے جدا ہو جانے کا فیصلہ کیا۔ ''دونوں کو علم تھا کہ انہیں ایک دوسرے سے بڑھ کر قیامت ڈھانی ہے'' ٹام نے یہ بعد میں بتایا۔ اس نے اسکول کے بچوں کی تالی بجانے کی دھیمی آوازیں اس وقت سنیں جب وہ خوبصورت وردی میں گزر رہے تھے۔ اس کے بعد شاہی سواری آئی۔ زار کو بہ آسانی پہچانا جا سکتا تھا۔ ٹام نے اندازہ لگا لیا کہ روسی مطلق العنان فرمانروا پچھلی نشست پر بیٹھا ہے اور ویلز کا شہزادہ اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے آخری لمحے تک کچھ کرنا ناممکن ہے اور وہی وہ لمحہ بھی تھا جب کچھ کیا جائے اس کے بعد کچھ کرنا ممکن نہ ہوتا۔ محافظین مستعد اور چوکس تھے..... جوں ہی زار کی گاڑی ان کے سامنے پہنچی۔ چشم زدن میں ٹام نے ان میں غوطہ سا لگایا اور ناکے کے بیچ میں سے نکل کر گاڑی کے سامنے نمودار ہو گیا اور زار کے منہ پر زور سے چلایا ''روسی جابر حکمران مردہ باد! تمام سلطنتیں جہنم میں جائیں!'' ٹھیک اسی لمحے اسے اپنے دوست میک کی موجودگی کا احساس ہوا جو نہ جانے کیسے وہاں پہنچ چکا تھا اور نزدیک ہی سے نعرے لگا رہا تھا۔''

برطانوی صاحبان اختیار میں یہ ہمت نہ ہوئی کہ وہ بل اور مکابے کو سکاٹ لینڈ کی جیوری کے سامنے پیش کریں۔ غالباً ان کو یہ فکر دامن گیر تھی کہ دار و گیر کی صورت میں اس معاملے کو اور شہرت مل سکتی ہے۔ اس واقعے کی بابت اخبارات میں ایک لفظ نہ چھپا۔ ''زار کا چہرہ پیلا لگ رہا تھا'' انہوں نے لکھا، اس میں کوئی شک بھی نہ تھا۔ اس نے اپنا دورہ مختصر کر دیا اور وطن لوٹ گیا۔ واپسی لیتھ یا اسکاٹ لینڈ کی کسی اور بندرگاہ کے بجائے مچھیروں کے ایک گمنام سے گاؤں سے ہوئی جہاں سے اسے ایک کشتی کے ذریعے اپنے شاہی بجرے پر پہنچا دیا گیا۔

یہ فطری امر تھا کہ میں اپنے جو کھمی کا مریڈوں سے ملنے کے لیے بے چین تھی۔ میں نے اسے تلاش کر لیا۔ وہ جان ٹرنر کی بہن لزا کے ہاں مقیم تھا اس شگفتہ لڑکی سے میں ۱۸۹۵ء میں لندن میں مل چکی تھی۔ ٹام بہت علیل تھا اور دمے میں مبتلا تھا لیکن اس کا چہرہ گلستاں بنا ہوا تھا..... طویل قامت، بال اور ڈاڑھی کے بال سرخ، معمول کے مطابق اپنی کارگزاریوں کے شایان شان۔ میں انگلینڈ سے پیرس کے لیے روانہ ہو گئی ہیولاک میرے ساتھ تھا۔ جب اس شہر میں پہنچی تو وہ جنوری کی ایسی صبح تھی جب ترشح جاری تھا اور میں سینٹ مائیکل بولیوارڈ کے ہوٹل میں جا اتری۔ چار سال ہوئے ۱۸۹۶ء میں ویانا جاتے ہوئے میں نے یہاں کا چکر لگایا تھا۔ وہ میرے لیے ایک نہایت تلخ تجربہ ثابت ہوا تھا۔ جن لوگوں کے ساتھ میرا قیام تھا وہ جرمن انارکسٹ تھے اور مضافات میں رہتے تھے، دن بھر سخت مشقت والا کام کرنے اور اتنا تھکے ہوتے کہ ان کے لیے رات میں باہر نکلنا بہت مشکل تھا۔ اور میری فرانسیسی ایسی نہ تھی کہ میں اکیلی اِدھر اُدھر گھوم سکتی۔ اتوار کا واحد فارغ دن ملا جب میرے دوست مجھے بوائے دبولوئین لے گئے۔ اس کے باہر عملاً میں پیرس میں کچھ بھی نہ دیکھ پائی جسے دیکھنے کے لیے میں عرصہ دراز سے مری جا رہی تھی۔ لیکن میں نے تب ہی ٹھان لیا تھا کہ کسی دن میں اس شہر میں ضرور آؤں گی اور اس پرشکوہ شہر کی مسرتوں سے لطف اندوز ہوں گی۔

اب موقع میرے ہاتھ آ چکا تھا اور زندگی میں عشق کے نئے جنم نے اسے دوبالا کر دیا تھا۔ ہیولاک کسی زمانے میں پیرس میں رہ چکا تھا اور اس کے فسوں سے واقف تھا۔ وہ ایک عمدہ رفیق نکلا۔ ایک مہینے تک تو ہم اس شہر کے عجائبات اور ایک دوسرے کی ذات میں پوری طرح غرق رہے۔ یہاں کا ہر کوچہ اور ہر پتھر تقریباً داستان انقلاب کا حامل ہے اور ہر قریہ سورمائی روایت کا امین

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے۔ پیرس کا حسن، اس کے منچلے نوجوان، اس شہر کی حصول مسرت کی جستجو اور ہر لمحے بدلتا مزاج یہ سب ہمارے لیے ہوشربا تھا۔ میوغ دے فیدیغے پیغ لاشیز نے وہ یادیں تازہ کردیں اوران بلند امیدوں کو جگمگا دیا اور تاریک یاسیت کو رفع کردیا جو کمیون کے آخری دنوں میں غالب آ گئی تھی۔ یہی وہ جگہ تھی جہاں پر باغیوں نے آخر میں سردھڑ کی بازی لگا دی تھی اور آخر کار ان کے اپنے توریغ اور گالیفے کے احکامات پر تہ تیغ کردیئے گئے۔ پلاس دلاباستی جو کسی زمانے میں زندہ لاشوں کا مقبرہ تھا اسے پیرس کے شہریوں کے اجتماعی غضب نے مسمار کردیا تھا۔ جو ہمیں نا قابل بیان درد اور تکالیف کی داستان سنا رہا تھا جس کو تمتماہٹ سے انقلاب کے ان عظیم دنوں میں امید نے دوبارہ جنم لیا تھا اور جس کی تاریخ نے ہماری زندگیوں پر گہرا اثر چھوڑا تھا۔

ہماری فکریں اور پریشانیاں اس رنگا رنگ دنیا میں گم ہوگئیں، تعمیرات اور فن کے ایسے خزانے کے درمیان میں جنہیں نابغہ روزگار افراد نے تخلیق کیا تھا یوں لگتا جیسے دن حالت خواب میں بسر ہو رہے ہوں اور آنکھ کھل جانے کا دھڑکا لگا رہتا۔ لیکن میں پیرس کسی اور مقصد سے بھی آئی تھی۔ یہی زمانہ تھا جب اپنی کانگریس کے لیے ابتدائی کام شروع کیا جانا تھا۔

فرانس انارکزم کا گہوارہ تھا جس کی ایک عرصے سے یہاں کے ممتاز فرزند پرورش کر رہے تھے جن میں عظیم پغودوں تھا۔ اپنے نصب العین کے لیے ان کی لڑائی نہایت دشوار تھی جس میں دارو گیر، اسیری اور اکثر جان بھی نچھاور کرنا پڑتی تھی۔ لیکن یہ سب بے سود نہ ہوا۔ ان ہی لوگوں کی وجہ سے انارکزم اور اس کے داعیوں کو فرانس میں ایک سماجی عنصر تسلیم کیا جانے لگا اور اہمیت دی جانے لگی۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ فرانسیسی بغ ژواز انارکزم سے خوف زدہ رہا اور ریاستی مشینری کی اعانت سے اس کی دارو گیر کرتا رہا۔ میں نے ایسے کئی واقعات دیکھے جس میں فرانسیسی پولیس ریڈیکل اجتماعات میں وحشیانہ انداز سے پیش آئی اور یہی قرینہ فرانسیسی عدالتوں میں اختیار کیا جاتا جب سماجی منحرفین کی باری آتی۔ اس کے باوجود فرانسیسی جس انداز اور طریقوں سے انارکسٹوں سے نمٹتے تھے وہ امریکی ہتھکنڈوں سے قطعاً مختلف تھا۔ یہ ایسے افراد کا فرق تھا جو انقلابی روایت میں پروان چڑھے ہوں اور دوسرے لوگ وہ ہیں جنہوں نے آزادی کی جدوجہد میں محض خودمختاری کی بالائی اتاری ہو۔ یہ فرق ہر طرف نمایاں تھا خصوصاً انارکسٹ تحریک کے اندر بھی۔ میں کئی حلقوں کے لوگوں سے ملی مگر ایک کامریڈ کو بھی بلند آہنگ اصطلاح ''فلسفیانہ'' بولتے ہوئے نہ سنا جس سے انارکزم کی پردہ پوشی مقصود ہو جیسا کہ امریکہ میں بہت سے لوگ کرتے ہیں کیونکہ اس اصطلاح کو وہ زیادہ محترم سمجھتے ہیں۔

ہم جلد ہی متنوع کارروائیوں کی لہروں میں بہنے لگے جو انارکسٹ صفوں میں موجزن تھیں۔ انقلابی۔ سینڈیکلسٹ (ذرائع پیداوار کارکنوں کی انجمنوں کے پاس ہونا چاہئے)۔ تحریک جیسے پیلوتیے کے طباع ذہن نے نئی توانائی بخشی تھی۔ جس میں انارکسٹ رویے سرایت کر چکے تھے۔ تحریک کے قریب قریب سب ہی ممتاز افراد بیباک انارکسٹ تھے۔ نئی تعلیمی سرگرمیاں جو ایونی ویغستے پا پیولیغ کے نام سے پہچانی جاتی تھیں ان کی حمایت لے دے کر صرف انارکسٹ کر رہے تھے۔ انہیں یونیورسٹی کے لوگوں کی حمایت اور تعاون حاصل کر لینے میں کامیابی ہو چکی تھی جو تعلیم کے ہر شعبے سے تعلق رکھتے تھے اور وہ کارکنوں کی بڑی جماعتوں کے سامنے سائنس کی مختلف شاخوں پر دل پر اثر کر جانے والے لیکچر دیتے تھے۔ فنون کے شعبے کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا تھا۔ زولا غشپین، می غابوٗ اور بغی یوکس کی کلیات کے علاوہ تھیٹر انٹوا این میں اعلیٰ درجے کے ڈرامے بھی کھیلے جاتے اور ان سب کو انارکسٹ ادب میں شمار کیا جاتا اور کروپوتکن کی تحریروں کا ہم پلہ سمجھا جاتا۔ جبکہ مانی بے، غودین، سٹینلن اور گراند جوان کی تحریریں انقلابی حلقوں میں زیر بحث آئیں اور ان پر تحسین و آفرین بوغ ژوا عناصر سے بڑھ کر کی جاتی جن کا یہ دعویٰ تھا کہ وہی فنون کے پرستار ہیں۔ انارکسٹ حلقوں سے میل جول نہایت ولولہ خیز ہوتا، ان کی کاوشوں پر نظر ڈالنے سے اور اپنے نظریات کی فرانسیسی دھرتی میں تنومند ہوتا دیکھ کر بھی۔

تحریک کا جائزہ لینے سے لوگوں میں میری دلچسپی میں کوئی کمی نہ آنے دی اور نظریات کے مقابلے میں وہ زیادتی قوی رہی۔ جبکہ ہپولایٹ کا معاملہ اس کے برعکس تھا۔ وہ لوگوں سے ملنا ناپسند کرتا اور ان کی موجودگی میں وہ جھینپنے لگتا۔ چند ہی دنوں میں میں فرانس میں موجود اپنی تحریک کے تقریباً تمام ممتاز لوگوں سے واقفیت حاصل کر چکی تھی اور ان سے بھی جو پیرس میں دیگر سماجی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کاموں میں لگے ہوئے تھے۔ان ہی میں سے ایک حلقہ 'لا ایونا فیتے نوول' (کتاب) کا تھا جو اسی نام سے ایک رسالہ نکالتا تھا۔ اس کا فاضل مدیر آگسٹ ہیمن تھا جو 'لا سیکولوجی دے ملی تیغ' (فوجی کی نفسیات) کا مصنف بھی تھا۔ وہ اس رسالے کے لکھنے والوں میں سے ایک تھا اور وہ نوجوان فنکاروں اور اہل قلم سے وابستہ تھا جو اپنے عہد اور اس کی ضرورتوں سے بہ خوبی آگاہ تھے۔

جن لوگوں سے میں ملی ان میں سے سب سے زیادہ میں وکٹر ڈیو سے متاثر ہوئی وہ ایک دیرینہ کامریڈ تھا جو گزشتہ چالیس برس سے یورپی ممالک کی کئی انارکسٹ تنظیموں میں سرگرمی سے حصہ لے چکا تھا۔ وہ پہلی انٹرنیشنل کا ایک رکن بھی تھا اور میکائل باکونن کا رفیق کار اور جوہان موسٹ کا استاد بھی تھا۔ اس نے تاریخ اور فلسفے کے طالبعلم کی حیثیت سے اپنی شاندار عملی زندگی کا آغاز کیا تھا لیکن بعد ازاں اس نے سماجی نصب العین کے لیے اپنی زندگی وقف کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ میں ڈیو کی سرگزشت کا معتد بہ حصہ جو ہان موسٹ سے سن چکی تھی جو اس کا بہت مداح تھا۔ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ اس کا ان واقعات میں کتنا ہاتھ تھا جن کی وجہ سے پیوکرٹ کے خلاف الزام تراشیاں کی گئیں جس کی وجہ سے جان نیو کی گرفتاری اور سزایابی ہوئی۔ ڈیو کو پیوکرٹ کے ارتکاب جرم پر اب بھی یقین تھا لیکن اس کے خلاف وہ کسی کینہ پروری سے عاری تھا۔ وہ نرم دل اور ہنس مکھ تھا۔ ساٹھ برس کا ہونے کے باوجود وہ ذہنی اور فکری طور پر اتنا چوکس تھا جتنا کہ وہ طالبعلمی میں رہا ہوگا۔ روح اور جسم کا رشتہ برقرار رکھنے کے لیے وہ انارکسٹ اور دیگر جرائد کے لیے مضامین لکھتا اس کے باوجود اس میں جوانوں والا منچلا پن اور حس مزاح تھی۔ میں نے اس کے ساتھ اور اس کی عمر بھر کی رفیق ماریا (جو کئی سال سے اپاہج ہوگئی تھی) کے ساتھ بہت سا وقت گزارا لیکن عوامی سرگرمیوں میں وہ اب بھی گہری دلچسپی لیتی تھی۔ وکٹر ایک بڑا ماہر نفسیات تھا اور میں نے کانگریس کے لیے جو سامان خریدا تھا اس کو مرتب کرنے میں اس نے بہت مدد کی اس کے علاوہ مختلف زبانوں میں ترجمہ کرنے میں بھی ہاتھ بٹایا۔

اس میں جو چیز سب سے زیادہ گرویدہ کر لینے والی تھی وہ زندگی برتنے کی جبلی امنگ اور دلچسپیوں سے بلاتکلف لطف اندوز ہونے کی صلاحیت تھی۔ وہ پیرس میں ملنے والے کامریڈوں میں سب سے زیادہ آزاد اور زندہ دل فرد تھا۔ وہ میرا جی اس وقت بہلاتا جب ہپولایٹ پر یاسیت کے شدید دوروں کی وجہ سے میں بجھ سی جاتی۔ پہلی نظر ہی سے وہ وکٹر کو ناپسند کرنے لگا۔ جب ہم باہر جانے لگتے تو وہ ساتھ جانے سے انکار کر دیتا لیکن دبی زبان سے' چھوڑ دیئے جانے پر ناراض بھی ہوتا۔ وہ اپنی ملامت عموماً منہ پھلا کر ظاہر کرتا۔

لیکن ذرا سی شراب اسے اتنا اکسا دیتی کہ وہ وکٹر پر دشنام طرازی شروع کر دیتا۔ ابتداء میں تو میں نے اس کی بکواس کو اہمیت نہ دی لیکن بتدریج ہر بات مجھے گراں گزرنے لگی اور اس سے جدائی کے بعد میں بے چین سی رہتی۔ میں اس سے محبت کرتی تھی۔ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ اس کے ناخوشگوار ماضی نے اس کی روح میں کچوکے لگا کر گھاؤ چھوڑے ہیں جس نے اس میں مریضانہ احساس ذات اور شکوک پیدا کر دیئے ہیں۔ میں یہ چاہتی تھی کہ اس میں اپنی شخصیت کے لیے معاملہ فہمی پیدا ہو جائے اور دوسروں کے لیے وسعت قلب آ جائے۔ مجھے امید تھی کہ میری چاہت اس میں موجود زہریلے پن کے لیے تریاق ثابت ہوگی۔ جب اس کے حواس بحال ہوتے تو وہ وکٹر پر اپنے حملوں پر اظہار تاسف کرتا اور ان مواقع پر وہ نہایت رحم دل ہوتا اور ہماری محبت اس کا سہارا ہوتی۔ جس سے میری امید بندھ جاتی کہ شائید وہ اپنے مزاج کی درشتی پر قابو پالے گا۔ مگر یہ تماشے بڑھتے چلے گئے اور جس سے میرے اندیشوں میں اضافہ ہونے لگا۔

وقت گزرنے کے ساتھ مجھے اندازہ ہونے لگا کہ ہپولایٹ کی برہمی صرف وکٹر سے نہ تھی بلکہ وہ میرے ہر شناسا مرد کے خلاف تھا۔ دواطالوی جن کے ساتھ میں نے کیوبا کی آزادی کے لیے کام کیا تھا اور 'سمٹ' کی ہڑتال کے دنوں میں بھی، وہ نمائش میں شرکت کی غرض سے پیرس پہنچے۔ وہ مجھ سے بھی ملنے آئے اور مجھے گھر کے باہر عشائیے کے لیے مدعو کیا۔ جب میں وہاں سے لوٹی تو ہپولایٹ کو غضبناک طیش میں تپتا ہوا پایا۔ کچھ دنوں بعد میرا اچھا سا دوست پالاوسی اپنی بیوی اور بچے کے ساتھ مجھ سے ملنے آیا۔ ہپولایٹ نے جھٹ سے اس شخص کے متعلق ناقابل یقین کہانیاں گھڑ کر سنانا شروع کر دیں۔ ہپولایٹ کے ساتھ زندگی بہت دشوار ہوتی جا رہی تھی پھر بھی میں نے علیحدگی کے متعلق نہیں سوچا تھا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

باب ۲۲

کارل سٹون کے ایک غیر متوقع خط نے میری طب کی تعلیم کے منصوبوں کو بدل کر رکھ دیا۔ ''میں سمجھتا ہوں کہ جب تم یورپ کے لیے روانہ ہو رہی تھیں'' اس نے لکھا، ''کہ تم سوئیٹزرلینڈ جا کر طب کی تعلیم حاصل کرو گی۔ یہ صرف ایک مقصد کے لیے تھی جس کے لیے ہرمین اور میں نے آپ کو یہ وظیفہ دینا منظور کیا تھا۔ مجھے حال ہی میں معلوم ہوا ہے کہ تم اپنے قدیم مشغلے نشر و اشاعت میں مشغول ہو اور ایک نئے عاشق کے ساتھ رہ رہی ہو۔ ہمیں یقین ہے تمہیں ہم سے توقع نہ رکھنا چاہئے کہ ہم تمہاری دونوں دلچسپیوں کی کفالت کریں۔ میں محض ایما گولڈ مان (E.G) جو ایک عورت ہے اس میں دلچسپی رکھتا ہوں لیکن اس کے نظریات کیا ہیں میرے لیے اس میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ازراہ کرم انتخاب کیجئے۔'' میں نے ترنت جواب میں لکھا۔ عورت (ای۔جی) اور اس کے نظریات لاینفک ہیں۔ وہ نو دولتیوں کے جی بہلانے کے لیے نہیں زندہ اور نہ ہی وہ کسی کو اپنے پر حکم چلانے کی اجازت دینے والی ہے، تم اپنی رقم اپنے پاس ہی رکھو۔''

مجھے یقین نہ آتا تھا کہ اس افسوس ناک خط میں ہرمین ملر کا کوئی ہاتھ ہو سکتا ہے مجھے یقین تھا کہ کسی وقت بھی اس کا پیغام آ سکتا ہے۔ اس کے دیئے ہوئے پیسے میں سے باقی رقم اتنی تھی جو میری کئی ماہ کی کفالت کے لیے کافی تھی۔ دو سو ڈالر جو مجھے سٹون سے ملے تھے وہ میں نے فوراً ایرک کو بھیج دیئے تھے تا کہ سرنگ کی تعمیر کے سلسلے میں لگ جائیں۔ میں نے اس بات پر چین کا سانس لیا کہ معاملہ ختم ہو چکا ہے۔ جب وظیفہ رک گیا اور ہرمین کی طرف سے کوئی پیغام نہ آیا، میں نے یہ نتیجہ اخذ کر لیا کہ اس نے بھی اپنا ارادہ بدل ڈالا ہے حالانکہ یہ سب کچھ باعث مایوسی تھا۔ لیکن میں اس پر خوش تھی کہ مجھے اب دولتمند لوگوں کی رقم پر انحصار نہ کرنا چاہئے۔ چائے کوسکی کا یہ کہنا درست تھا کہ کسی کے لیے ایک پیشہ اور نصب العین کو بیک وقت چلانا دشوار ہے۔ میں امریکہ لوٹ جاؤں گی اور اپنا کام جاری رکھوں گی۔

ایک دن شام کے وقت جب میں ہیو لایٹ کے ہمراہ ایک اہم کمیٹی کی بیٹھک کے لیے نکلنے والی تھی کہ ہوٹل کی خادمہ نے مجھے ایک کارڈ تھما دیا۔ میں اس پر آسکر یانیز اکا نام پڑھ کر مارے خوشی کے پھولی نہ سماتی تھی۔ جس کی شاندار تحریروں کو آرمرتا وفل میں پڑھ کر میں برس ہا برس تک محظوظ ہوتی رہی تھی۔ ناگاہ ایک طویل قامت گہرے رنگ کا شخص نمودار ہوا اور خود کو یانیز اکہہ کر متعارف کرایا۔ اسے ڈاکٹر اوژن شمٹ کے ذریعے میری پیرس میں موجودگی کا علم ہوا تھا اور وہ بہت بے چین ہو گیا کہ ''اپنی کاسنڈرا (ٹرائے کے بادشاہ کی بیٹی) سے ملے جو میرے عزیز رابرٹ کی دوست ہے۔'' اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں ڈاکٹر شمٹ اور اس کے ساتھ شام گزارنے چل سکتی ہوں۔ ''پہلے ہم آسکر وایلڈ سے ملنے چلیں گے'' اس نے کہا ''اور ہم چاہتے ہیں کہ تم ہمارے ساتھ رہو اس کے بعد ہم لوگ عشائیہ کھائیں گے۔

یہ کتنا پر لطف واقعہ تھا کہ ایک ہی شام میں یانیز ا اور وایلڈ سے ملاقات ہو رہی تھی۔ متوقع واقعات کی ہر بڑاہٹ میں میں نے ہیو لایٹ کے دروازے پر کھٹکھٹایا تا کہ اسے بتا دوں۔ میں نے اسے کمرے میں تیزی سے ٹہلتے پایا اور وہ غصے میں میرا منتظر تھا۔ ''کیا تمہارے دل میں اس سیشن میں جانے کا ارادہ نہیں ہے!'' وہ غصے میں چلایا۔ تم نے وعدہ کیا تھا، تم سے توقع کی جا رہی ہے اور تم نے کام سرانجام دینے کی ذمے داری لی ہے! تم کسی اور دن آسکر وایلڈ سے مل سکتی ہو اور یانیز اسے بھی۔ یہ سب کچھ امشب ہی کیوں ہو؟'' اپنے جوش و خروش میں میں اجلاس کے سیشن کو فراموش کر چکی تھی۔ بے شک میں اس کی وعدہ خلافی نہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کر سکتی تھی۔ میں بجھے دل کے ساتھ سیڑھیوں سے نیچے اتری تا کہ یانیزا کو بتا دوں کہ میں آج کی شام میں چلنے سے قاصر ہوں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم لوگ کل یا پرسوں ملیں؟ ہم آئندہ سنیچر کے دن ظہرانے پر ملنے پر متفق ہو گئے۔ وہ ڈاکٹر شمٹ کو دوباہ مدعو کرے گا لیکن وہ آسکر وایلڈ کے لیے وعدہ نہیں کر سکتا ہے۔ اس کی صحت اچھی نہیں ہے کہ ہر وقت دستیاب ہو لیکن وہ اس سے ملانے کی بھرپور کوشش کرے گا۔

جمعہ کے دن ڈاکٹر شمٹ یہ اطلاع دینے آیا کہ یانیزا کو خلاف توقع روانہ ہونا پڑا لیکن وہ جلد ہی پیرس لوٹے گا اور تب مجھ سے ملے گا۔ ڈاکٹر نے میرے چہرے پر پھیلی مایوسی کو ضرور محسوس کر لیا ہوگا۔ ''باہر بہت اچھی فضا ہے'' اس نے سرسری انداز میں کہا ''میرے ساتھ چہل قدمی کے لیے چلیے'' میں اس کی ممنوں تھی کیونکہ اتنا اچھا موقع گنوا کر میں بے حد غمگین تھی کہ آسکر وایلڈ سے ملاقات اور یانیزا کے ساتھ ایک شام نہ گزار پائی۔

لکسمبرگ میں ٹہلتے ہوئے میں نے ڈاکٹر کو بتایا کہ آسکر وایلڈ کی سزایابی پر مجھے کس قدر غصہ تھا۔ میں نے ان شرمناک منافقوں سے اس کی وکالت کی تھی جنہوں نے اسے قید و بند میں ڈلوایا تھا۔ ''تم نے!'' ڈاکٹر نے حیرت اور استعجاب میں پوچھا'' کیوں ان دنوں تو تم ایک نوعمر لڑکی ہوگی۔ یہ جرأت تم میں کہاں سے آ گئی کہ تم نے عوام میں آسکر وایلڈ کے حق میں صدا بلند کی اور وہ بھی مریضانہ پارسائی والے امریکہ میں؟'' ''یہ بیہودگی ہے۔ میں نے جواب دیا'' عظیم ناانصافی کے خلاف احتجاج کرنے کے لیے کسی جرأت کی ضرورت نہیں ہوتی۔'' ڈاکٹر مبہم انداز میں مسکرایا۔ ''ناانصافی؟'' اس نے دھرایا'' مگر قانونی نقطۂ نظر سے ایسا نہ تھا، اگر چہ یہ ہوسکتا ہے کہ نفسیاتی تعریف میں ہو۔'' اس کے بعد پوری سہ پہر ہم ایسی لڑائی میں الجھے رہے جس کا تعلق 'ہم جنس پرستی' مریضانہ بے راہ روی اور جنس کاری میں تنوع سے متعلق تھا۔ اس نے مسئلے پر غور و فکر کرنے پر بہت وقت صرف کیا تھا۔ مگر اس بات سے بے خبر تھا کہ ان مسائل سے کیسے پنجہ آزمائی کی جائے۔ اور مجھے یہ شک بھی گزرا کہ وہ اس معاملے کو میرے لیے رسوا کن سمجھتا تھا کہ میں ایک جوان عورت ہوتے ہوئے ایسے ممنوع موضوعات پر بے جھجک تقاریر کروں۔

اپنے ہوٹل پر واپس پہنچنے پر میں ہپولایٹ کو جلا بھنا ہوا اور یاس کا مارا پایا۔ نہ جانے کیوں گزشتہ مواقع کے برعکس مجھے چڑچڑاہٹ محسوس ہوئی اور ایک لفظ بولے بغیر میں اپنے کمرے میں چلی گئی۔ میری میز پر خطوط کی گڈی رکھی تھی ان میں سے ایک ایسا تھا جس نے میری نبض تیز کر دی۔ یہ میکس کا تھا۔ اس نے لکھا تھا کہ وہ اور پک پیرس میں ہیں۔ وہ گزشتہ شب پہنچے تھے اور مجھ سے ملنے کے لیے بے چین ہیں۔ میں ہپولایٹ کی طرف دوڑی' خط لہرا کر چلائی ''میکس شہر میں ہے! ذرا سوچو تو..... بھئی میکس!'' اس نے مجھے ایسی نظروں سے گھورنا شروع کر دیا جیسے میں پاگل ہوگئی ہوں۔ ''میکس..... کون میکس''؟ اس نے چہرے کے بدلتے ہوئے رنگ سے جواب دیا۔ کیوں، میکس باگنسکی!'' کسی اور میکس کی میرے لیے کیا اہمیت تھی؟'' یہ الفاظ جوں ہی میرے منہ سے نکلے مجھے اپنی بے عقلی کا احساس ہوگیا۔ لیکن میری حیرانی کی کوئی انتہا نہ رہی جب ہپولایٹ جوش میں بولا' میکس باگنسکی! کیوں نہیں، میں اس کے متعلق بہت کچھ جانتا ہوں اور بہت دنوں سے میں اس سے ملنا چاہتا تھا۔ مجھے خوشی ہوئی کہ وہ یہاں ہے۔ اس سے پہلے میں نے اپنے ''ترش گفتار پٹڑی'' کو جسے میں اس نام سے پکارتی تھی کو اپنے ہی جنس کے کسی فرد میں ایسی گرم جوش سے دلچسپی لیتے نہیں دیکھا تھا۔ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر میں چیخی۔ ''ہمیں میکس کے پاس فوراً چلنا چاہئے!'' اس نے کھینچ کر مجھے خود سے چپکا لیا اور میری آنکھوں میں غور سے دیکھنے لگا۔ ''یہ کیا ہے؟'' میں نے پوچھا'' کچھ بھی نہیں میں تو تمہیں اپنی محبت کا یقین دلانا چاہتا تھا'' اس نے جواب دیا۔ ''اگر مجھے اس بات کا اطمینان ہو جائے تو مجھے دنیا میں کچھ اور نہ چاہئے۔'' ''احمق لڑکے'' میں نے کہا'' تم مطمئن ہو جاؤ'' اس نے میکس اور پک سے ملاقات کے لیے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ وہ چاہتا تھا کہ میں ان سے پہلے مل لوں تب وہ ہم سے ملنے آئے گا۔

جب میں اس سے ملنے جا رہی تھی تو راستے میں میرے ذہن میں وہ قیمتی لمحات تصویروں کی طرح آنے لگے جو میں نے میکس کے ساتھ گزارے تھے۔ یہ یقین نہ آتا تھا کہ اس بات کو ایک برس بیت چکا ہے۔ یہاں تک کہ مجھے چھوڑ کر اس کا یورپ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

روانہ ہوجانے کا صدمہ بھی اسی دلخراشی کے ساتھ میرا منہ چڑھانے لگا۔اس سال تابڑتوڑ اتنے واقعات ہو چکے تھے جن سے اس کا گھاؤ بھر گیا تھا مگر وہی زخم پھر سے ہرا ہو گیا۔میکس سے میں کیوں ملوں.....اور پھر سے مراسم کا آغاز کروں، میں نے تلخی میں خود سے پوچھا۔وہ کس آسانی سے مجھ سے کنارہ کش ہو گیا تھا اس وقت اسے کوئی خیال نہ آیا۔مجھ میں اب وہی دکھ اٹھانے کی ہمت نہیں ہے۔میں اسے ایک رقعہ یہ کہنے کے لیے لکھتی ہوں کہ ہم لوگوں کا مفاد اسی میں ہے کہ ہم نہ ملیں۔ میں ایک کیفے میں گھس گئی قلم اور کاغذ لیا اور لکھنے بیٹھ گئی۔میں نے کئی مرتبہ لکھا مگر اپنے خیالات کو مجتمع نہ کر سکی۔میں اپنے اندر وفور جذبات کی وجہ سے پیچ وتاب کھا رہی تھی۔آخر کار میں نے ویٹر کو پیسے ادا کیے اور تقریباً بھاگتی ہوئی اس ہوٹل کی طرف گئی جہاں میکس مقیم تھا۔

اس کے پیارے چہرے پر نظر پڑتے ہی اور اس کی پرتپاک خیر مقدمی آواز کہ ''خوب، میری پیاری سی کیا واقعی ہم پیرس میں مل رہے ہیں!'' ایک تبدیلی نے بسرعت مجھ پر غلبہ پالیا۔اس کی آواز کے شیریں لب ولہجے نے میری برہمی کو رفع کر دیا اور میرے اندر اٹھتے ہوئے طوفان کو فرو کر دیا۔ پک نے بھی میرا استقبال نہایت گرمجوشی سے کیا۔وہ اب بہت بہتر تھی اور شکاگو کے مقابلے میں کہیں زیادہ زندہ دل بھی۔جلد ہی ہم تینوں ہپو لایٹ سے ملنے کے لیے اس کے ہوٹل کی طرف رواں دواں تھے۔ ہماری ملاقات جو صبح کے تین بجے تک چلی ایک پرمسرت جشن تھا اور پیرسی رنگ کے شایان شان۔خاص طور سے اس بات پر میں خوش تھی کہ میکس نے ہپو لایٹ پر خوشگوار اثر ڈالا تھا۔آخر الذکر کی گھڑی میں تولہ گھڑی میں ماشہ والی عادت جاتی رہی۔وہ دوسرے مردوں سے کہیں زیادہ راہ ورسم رکھنے لگا اور مردوں سے اس کی برہمی گھٹ گئی۔

کانگریس میں پڑھنے کے لیے مجھے چند مقالے ایسے ملے تھے جس میں جنس سے متعلق مسائل پر گفتگو کو اہمیت دی گئی تھی جو انارکسٹ جرائد اور محفلوں میں ہوتی تھیں۔کیٹ آسٹن کا مضمون خصوصاً سخت تھا جس میں امریکہ میں جنس کرنے کی آزادی کی تاریخ کو بیان کیا گیا تھا۔کیٹ الفاظ چبا چبا کر بولنے کی عادی نہ تھی۔اس نے اپنے نظریات براہ راست اور بیبا کی سے جنس کی حیثیت کو زندگی کے لیے قوت حیات کی شکل میں پیش کیا تھا۔وکٹر نے مجھے سمجھایا کہ ممکن ہے چند کا مریڈ کیٹ کے مقالے کی کانگریس میں خواندگی کی حمایت نہ کریں اور بحث مباحثہ تو قطعاً نہ ہوگا۔میں تو دنگ رہ گئی!وکٹر کا یہ کہنا تھا کہ پارسائی کو نہ ماننے کا لازمی نتیجہ یہ نہیں ہے کہ آدمی بالکل آزاد ہے۔جنس کے بارے میں فرانسیسوں کا وہ رویہ نہیں ہے جو امریکہ کے لوگوں کا ہے۔اس نے کہا۔''وہ اس معاملے میں مریضانہ شک میں مبتلا ہیں اور اس کے جسمانی پہلو کے پرے وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے۔ہمارے عمر رسیدہ کامریڈ موجودہ رویے سے ہمیشہ تذبذب میں پڑ جاتے ہیں اور اپنے احتجاج میں وہ پارساؤں کو بھی پیچھے چھوڑ دیتے ہیں۔ انہیں یہ خوف دامن گیر رہتا ہے کہ جنس پر بحث مباحثے سے انارکزم کے متعلق غلط فہمیاں جنم لیں گی۔'' میں تو قائل نہ ہوئی لیکن ایک ہفتے کے بعد وکٹر نے مجھے بتایا کہ ایک حلقے نے یہ بات حتمی طور سے طے کر لی ہے کہ جنس سے متعلق امریکی مقالے کانگریس میں نہ پڑھنے دیئے جائیں گے۔چاہیں تو انہیں نجی محفلوں میں پڑھا جائے مگر عوامی جلسوں میں نہیں جہاں صحافتی نمائندے موجود ہوں۔

میں نے احتجاج کیا اور یہ اعلان کر دیا کہ میں بلا تاخیر اپنے کامریڈوں سے امریکہ میں رابطہ کرنا چاہتی ہوں اور ان سے درخواست کرنا چاہتی ہوں کہ وہ مجھے میری نمائندہ حیثیت سے اور اپنی ہدایات سے بھی سبکدوش کر دیں۔مجھے اس کا بھی احساس تھا کہ انارکزم کے کئی مسائل میں سے یہ بھی ایک مسئلہ تھا اس کے باوجود میں کسی بھی حالت میں ایسی کانگریس سے تعاون نہ کروں گی جو لوگوں کے خیالات پر خاموش رہنے کی پابندی لگائے یا ان نظریات کو دبانے کی کوشش کرے جو یہاں کے چند عناصر کی منظوری کی محتاج ہو۔

ایک دن جب میں میکس اور وکٹر کے ساتھ ایک کیفے میں بیٹھی تھی، میں نے سہ پہر کے اخبارات میں پڑھا کہ بادشاہ ہمبرٹ کو ایک انارکسٹ نے قتل کر دیا۔اس کارروائی کے سرانجام دینے والے کا نام گائے تانو بریشی تھا۔

مجھے ایسا ایک نام یاد پڑتا ہے جو پیٹرسن/ نیو جرسی میں انارکسٹ حلقے کا ایک سرگرم کامریڈ تھا۔بات حیرانی کی ہے کہ اس نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ایسی کارروائی کا ارتکاب کیا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے اس نے مجھے دوسرے اطالوی واقفوں کے برعکس متاثر کیا تھا۔ وہ کسی صورت میں پرجوش مزاج والا آدمی نہ تھا اور نہ ہی آسانی سے بپھر جانے والا۔ اسے اٹلی کے بادشاہ کی جان لینے پر کس بات نے اکسایا، میں سوچ میں پڑ گئی۔ وکٹر نے میلان میں جاری فاقہ کشوں کے مسلسل فسادات کو ذمہ دار ٹھہرایا جو ۱۸۹۸ء میں ہوئے تھے بریشی کے اقدام کی غالباً یہی وجہ ہوگی۔ اس موقع پر بہت سے کارکنوں کی جانیں ضائع ہوئیں تھیں جب ان بھوکے اور نہتے لوگوں پر فوج نے حملہ کر دیا تھا۔ وہ محل کی طرف پا پیادہ چل دیئے تھے جبکہ طاقتور فوجی دستے انہیں نرغے میں لیے ہوئے تھے جن کا سالار جنرل باوابیکارس تھا۔ لوگوں نے منتشر ہونے کے احکام ماننے سے انکار کر دیا اور جنرل کے اشارے پر مظاہرین کا قتل عام ہو گیا۔ شاہ ہمبرٹ نے بیکارس کے اقدام کی یوں ستائش کی کہ ''اس نے کس جرأت سے شاہی محل کی حفاظت کی'' اور اس قتل عام کی کارروائی کرنے پر سے اسے تمغہ دیا۔

میکس اور وکٹر ہم خیال تھے کہ ان اندوہناک واقعات نے لازماً بریشی کو مجبور کیا کہ وہ اتنا طویل سفر کر کے امریکہ سے آئے اور اپنی کارروائی مکمل کرے۔ میکس کی دانست میں' میں خوش قسمتی سے امریکہ میں نہ تھی ورنہ یقیناً مجھے کسی نہ کسی طرح ہمبرٹ کی موت کی کارروائی کا ذمہ دار ٹھہرا دیا جاتا۔ جیسا کہ ماضی میں بھی یہی ہوتا آیا ہے۔ کہ جب کبھی دنیا میں کہیں بھی کوئی خونریز سیاسی کارروائی ہوئی۔ میں اپنی ذات کے لیے اس کے خمیازے کے لیے بہت کم فکر مند رہتی' بمقابلہ اس انجام کے جو بریشی کا منتظر تھا۔ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ جیل میں تشدد کر کے اس کی کیا درگت بنے گی اور مجھے چیخی پر ٹوٹنے والے مصائب یاد آ گئے۔ جو بے رحم سیاسی جدوجہد کا اسی طرح شکار ہوا تھا۔

ہم کچھ دیر تک کیفے میں رہے اور انسانی زندگی کے بے حساب زیاں پر بات چیت کرتے رہے جو تمام ممالک میں طبقاتی جنگ کی پیداوار ہے۔ میں نے اپنے دوستوں کو اعتماد میں لے کر اپنے ان شکوک کا ذکر کیا جو ساشا کی کارروائی کے بعد سے مجھے کچوکے لگا رہے تھے۔ اگرچہ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ ایسے واقعات اس لیے پیش آتے رہیں گے کیونکہ یہ موجودہ حالات کی پیداوار ہوتے ہیں۔

وکٹر کے ذریعے مجھے جلد ہی معلوم ہوا کہ نو۔ مالتھیسین کانگریس پیرس میں ہونے والی تھی۔ اس کے اجتماعات خفیہ طریقے سے ہوں گے کیونکہ فرانسیسی حکومت ہر اس تنظیم پر پابندی لگا سکتی ہے جو بچوں کی تعداد میں کمی پر زور دے گی۔ ڈاکٹر ڈرایسڈیل جو بچوں کی پیدائش میں تخفیف کے نقیب ہیں اور ان کی بہن پہلے ہی پیرس پہنچ چکے تھے۔ اور دوسرے ممالک سے بھی مندوب پہنچ رہے تھے۔ فرانس میں پاول غوبین اور ماڈلین وغنے نو۔ مالتھیسین کی بڑھ چڑھ کر حمایت کر رہے تھے، وکٹر نے مجھے سمجھایا۔

میں ماڈلین وغنے سے واقف تھی مگر پاول غوبین کون ہے؟ میرے دوست نے مجھے بتایا کہ تعلیم کے میدان میں بڑی آزادیوں کے داعیوں میں سے ایک ہے۔ اس نے ذاتی وسائل سے ایک بڑا قطعہ اراضی خریدا تھا۔ جہاں پر اس نے مفلس بچوں کے لیے ایک اسکول قائم کیا تھا۔ وہ جگہ 'سیمپوس' کہلاتی ہے۔ غوبین نے گلی کوچوں کے لاوارث بچوں کو یا یتیم خانوں کے بچوں کو جو بہت نادار ہوتے ہیں اور 'برے' بچے کہے جاتے ہیں۔ جمع کیا ہے۔ ''تم انہیں اب دیکھو'' وکٹر بولا ''غوبین اسکول اس بات کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے کہ بذریعہ تعلیم اور تفہیم ذات کے رویے اور بچوں سے محبت کے ذریعے کیا نہیں کیا جا سکتا۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ میرے لیے نو۔ مالتھیسین کانگریس میں شرکت کی سبیل نکالے گا اور سیمپوس لے چلے گا۔

نو مالتھیسین کا جلسہ پردہ رازداری میں کیا جاتا اور اس کا ہر دور نئی جگہ پر ہوتا۔ اور حاضری قلیل ہوتی۔ جس میں کبھی بھی بارہ سے زیادہ مندوب نہ ہوتے۔ مگر تعداد میں کمی کو اس میں پائے جانے والے جوش نے پورا کر دیا۔ ڈاکٹر ڈرایسڈیل جو محدود کنبے کا حقیقی وکیل تھا اپنے مقصد کے لیے جوش وجذبے سے معمور تھا۔ مس ڈرایسڈیل اس کی بہن پاول غوبین اور ان کے ہمکار اپنی سادگی اور نیک نیتی اور موضوع کی پیشکش کے لحاظ سے قابل ستائش تھے۔ اور مانع حمل طریقوں کی تشریحات کرنے میں نہایت جری تھے۔ اتنے نازک مسئلے پر اتنی بے تکلفی سے گفتگو کرنے کے طریقے پر جس سے کسی کو دل آزاری بھی نہ ہو میں تو عش عش

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرتی رہی۔ میرے ذہن میں مشرقی ساحل پر میری سابق مریضائیں یاد آ گئیں، کاش انہیں یہی مانع حمل سہولتیں میسر آ جائیں جن کا اس سیشن میں ذکر کیا گیا تھا۔ مندوبین کے لیے یہ بات تفریح طبع کا باعث ہوئی جب میں نے بطور دایہ اپنی ناکام طریقوں کی تفصیلات بتلائیں۔ کہ میں نے امریکہ میں کس طرح غریب عورتوں کی مدد کرنے کی کوششیں کی تھیں۔ ان کا یہ خیال تھا کہ جب تک امریکہ میں انقونی اخلاقیات، نگہبان ہے اس میں کئی سال لگیں گے جب یہ ممکن ہو سکے گا کہ اس ملک میں مانع حمل طریقوں پر کھلم کھلا گفتگو ہو سکے۔ تاہم میں نے اس امریکی جانب ان کی توجہ مبذول کرائی کہ فرانس میں بھی انہیں خفیہ جلسہ کرنا پڑ رہا ہے لیکن میں انہیں یقین دلاتی ہوں کہ میں امریکہ میں کئی ایسے بہادر لوگوں کو جانتی ہوں جو اس کار خیر میں دھڑلے سے حصہ لے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر ان پر پابندی لگائی جائے تب بھی۔ نتیجہ کچھ بھی نکلے میں نے ٹھان لیا کہ اپنی واپسی پر میں نیویارک میں اس مسئلے کو اٹھاؤں گی۔ اس پر مندوبین نے میرے عزائم پر داد دی اور مجھے اس موضوع پر ادب اور مانع حمل ادویات دیں۔

میری پونجی تیزی سے گھٹ رہی تھی اس کے باوجود ہم تھیٹروں، عجائب خانوں اور محافل موسیقی میں جانے سے خود کو محروم نہیں رکھ سکتے تھے۔ ٹوکاڈیرو کے مقام پر برپا ہونے والے کنسرٹ (ٹولیوں کا مل کر گانا) خصوصاً بہت دلچسپ ہوتے۔ ان میں خاص طور پر فنلینڈ گروہ جس میں لوک گیت گائے جاتے ان میں لاجواب فنکار شریک ہوتے جیسے مام آہنو آکٹے جو پیرس اوپیرا کی رہبر مغنیہ تھی اور تنہا گاتی۔ روسی بالالیکا آرکیسٹرا، و یگزر کے فنکار اور لیسے کی نغمہ سرای جو وایلن کا بھی جادوگر تھا۔ یہ سب جنت گاہ وفردوس گوش تھے۔ ہماری پسندیدہ جگہ تیاتغ لیبغ (تھیٹر) تھی جسے انٹوائن چلاتا تھا۔ یہ پیرس کا واحد تھیٹر تھا جہاں کے کھیل دیکھنے والے ہوتے۔ اس میں اسٹیج سارہ برن ہارڈ کو حاصل تھا، دی کوکولنس اور مادام غی جان۔ پیرس کا اسٹیج مجھے خطیبانہ لگا۔ الینورا ڈیوس سے موازنہ کرنے میں ''ڈیوئن سارہ'' تک ناٹکی رنگ کا لگا۔ واحد کھیل جس میں اس کی کارکردگی نقطۂ کمال کو چھونے لگی وہ ''سیغا نو دی بغزغا'' میں تھی۔ جبکہ کوکولنس سیرانو بنا اور اس کی ہیروئین روکزین۔ انٹواین کے تحت کام کرنے والی جماعت میں ستاروں کی قسم کے اداکار خارج کر دیئے گئے تھے۔ ان کی سنگتی اداکاری اعلیٰ درجے کی تھی۔

اپنے یورپ کے قیام کے دوران میں ساشا سے براہ راست مراسلت نہ کر سکی تھی۔ ہمارے خطوط ایک دوست کے معرفت آتے جاتے جس میں تاخیر ہو جاتی۔ ساشا کو ماہانہ ایک خط لکھنے کی اجازت تھی۔ اور کبھی اتفاق سے وہ بھی جیل میں واقع گرجا کے پادری کی دوستی کے طفیل اسے ایک فالتو خط بھیجنے کی رعایت مل جاتی۔ زیادہ سے زیادہ لوگوں سے تعلق رکھنے کی غرض سے ساشا نے ایک ایسا طریقہ وضع کیا جس میں وہ اپنے کاغذ کو چار، پانچ یا چھ حصوں میں تقسیم کر لیتا اور ہر حصے کے دونوں جانب مہین خط میں لکھتا جو واضح اور کھدا منقوش لگتا۔ اس کے خط کو پانے والا اس کاغذ کو اس کی تہوں کے مطابق پھاڑتا اور پھر ان ٹکڑوں کو ہدایات کے مطابق ڈاک کے سپرد کر دیتا۔ اس کے آخر میں ملنے والا رقعے سے شگفتگی جھلک رہی تھی بلکہ ظرافت بھی۔ اس نے نمائش کے یادگاری کارڈ مانگے تھے اور پیرس میں ہونے والے واقعات کی تفصیلی روداد کا بھی تقاضہ کیا تھا۔ لیکن اس بات کو دو ماہ گزر چکے تھے اور اس کے بعد سے مجھے کچھ بھی نہیں ملا تھا۔ ایرک شاذ و نادر لکھتا، ایک یا دو سطر وہ بھی اپنی ''ایجاد'' کے بابت جو بظاہر آہستہ آہستہ ترقی پذیر تھی۔ میری تشویش بڑھنے والی تھی۔ میکس اور ہپولائیٹ نے اپنے استدلال سے میرے خوف اور بدشگونیوں کو رفع کرنے کی کوشش کی لیکن صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ بھی بہت مضطرب ہیں۔

ایک صبح مجھے اس طرح جگایا گیا کہ منہ اندھیرے ہپولائیٹ میرے کمرے کے دروازے کو کھٹکھٹا رہا تھا۔ وہ متوحش انداز سے داخل ہوا اس کے ہاتھ میں ایک فرانسیسی زبان کا اخبار تھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا، اس کے ہونٹوں میں جنبش بھی ہو رہی تھی مگر وہ ایک حرف بھی منہ سے نہ نکال سکا ''یہ کیا ہے؟'' میں اپنے جبلی اندیشے میں چیخی ''تم بولتے کیوں نہیں ہو؟'' ''سرنگ اپنی سرنگ!'' اس نے بھرائی آواز میں سرگوشی کی۔ ''اس کا پتہ چل چکا ہے، یہی اخبار میں لکھا ہے۔''

ڈوبتے ہوئے دل سے میں نے ساشا کے متعلق سوچا کہ اس منصوبے کی ناکامی سے اس کے دل پر پہاڑ ٹوٹ پڑا ہوگا۔ جس کے نتائج سنگین ہوں گے، اس کی کیفیت تو جان پر کھیل جانے والی ہے۔ ساشا کو دوبارہ تاریک مایوسی کے غار میں دھکیلا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جا چکا ہے تا کہ وہ مزید گیارہ سال قید و بند جھیلے۔ اب کیا کیا جائے؟ مجھے فوراً امریکہ لوٹنا چاہئے، مجھے اسے چھوڑ کر یہاں نہ آنا چاہئے تھا! میں نے ساشا سے دغا کی ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ میں نے اسے اس وقت تنہا چھوڑا جب اسے میری سخت ضرورت تھی۔ ٹھیک ہے مجھے جلد سے جلد امریکہ واپس روانہ ہو جانا چاہئے۔

لیکن اسی دن سہ پہر میں ایرک۔ ڈی۔ مورٹن کے بحری تار نے مجھے اپنے منصوبے پر فوری عمل درآمد سے روک دیا۔ ''اچانک بیماری سے کام معطل ہو گیا ہے' بذریعہ بحری جہاز فرانس پہنچ رہا ہوں'' اس میں یہ پیغام تھا۔ مجھے اس کی آمد کا انتظار کرنا چاہیے۔

آنے والے دنوں میں اعصابی تناؤ میری برداشت سے باہر ہو جاتا اگر میرے کرنے کے لیے بہت سا کام نہ ہوتا۔ پندرہ دن میں ایرک پہنچ گیا۔ میں اسے بمشکل پہچان پائی۔ پٹس برگ کی ملاقات کے بعد اس میں آنے والی تبدیلی ڈراؤنی تھی۔ جسیم توانا بحری قذاق (وائی کنگ) بہت دبلا ہو چکا تھا۔ اس کا راکھ کے رنگ کا چہرہ چھالوں سے بھرا ہوا تھا جن میں پیپ پڑ چکی تھی۔

آخر کار جوں ہی ٹونی نے مجھ سے رابطہ کیا، ایرک کے بیان کے مطابق وہ پٹس برگ پہنچ گیا تا کہ ابتدائی انتظامات کر سکے۔ ٹونی کے متعلق اس کا پہلا تاثر کوئی خاص موافق نہ تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ ساشا کے منصوبے کے متعلق اسے اپنی اہمیت کا مراق کی حد تک زیادہ احساس تھا۔ ساشا نے زیر زمین مواصلات کے لیے ایک خفیہ طرز تحریر وضع کی تھی اور ٹونی کی واحد ذات تھی جو اسے پڑھ سکتا تھا۔ اس نے اپنی حیثیت کا غلط فائدہ اٹھایا جس کی وجہ سے وہ من مانی کارروائی کرتا اور ہدایات جاری کرتا۔ وہ مستری نہ تھا اس وجہ سے سرنگ کی کھدائی میں درپیش آنے والی دشواریوں کو سمجھنا تقریباً اس کی فہم سے بالاتر تھا اور سرنگ کی کھدائی میں پنہاں خطرات سے بھی۔ انہوں نے اسٹرلنگ اسٹریٹ پر جو مکان کرائے پر لیا تھا وہ جیل کے صدر دروازے کے تقریباً سامنے واقع تھا اور اس سے کوئی دو سو فٹ کی دوری پر تھا۔ گھر کے تہہ خانے میں سے نیم دائرے کی شکل میں سرنگ کھدنی تھی اور اسے جیل کے جنوبی پھاٹک کی طرف بڑھنا تھا۔ وہاں سے اس کے نیچے سے ہو کر جیل کے احاطے کی طرف بڑھنا تھا جہاں پر ایک چھوٹی سی ملحقہ عمارت تھی جس کی ساشا نے نقشے میں نشاندہی کر دی تھی۔ ساشا کو کسی طرح جتن کر کے قیدیوں کی عمارت سے نکلنا تھا اور پوشیدہ طریقے سے ملحقہ عمارت میں پہنچنا تھا۔ اس عمارت کے لکڑی کے فرش کو چیر کر سرنگ کے منہ پر آنا تھا اور وہاں سے بکیاں بکیاں گھر کے تہہ خانے تک پہنچنا تھا۔ وہاں اسے شہری پوشاک، رقم اور مخفی ہدایات مل جاتیں کہ اس کے دوست کہاں ملیں گے۔ لیکن سرنگ کے کام پر توقع سے زیادہ وقت اور پیسہ صرف ہو رہا تھا۔ ایرک اور دیگر کامریڈ جو سرنگ پر کام کر رہے تھے انہیں جیل کی دیوار کے پاس خلاف توقع مشکلات اس طرح درپیش آئیں کہ وہاں کی مٹی میں چٹانیں حائل تھیں۔ اس لیے یہ ضروری ہو گیا کہ ان کے نیچے سے سرنگ نکالی جائے اور وہیں پر ایرک اور رفقاء کار اس زہریلے دھوئیں سے جو کہیں سے سرنگ میں داخل ہو گیا تھا سانس گھٹنے سے ہلاک ہو سکتے تھے۔ اس نادیدہ رکاوٹ کا یہ نتیجہ نکلا کہ تاخیر اور بڑھی اور ایسی مشین کی تنصیب کی ضرورت پڑی جو ان لوگوں کو تازہ ہوا پہنچاتی رہے جو مٹی کے گڑھوں میں بنائے ہوئے تنگ راہوں میں پٹ لیٹ کر خون پسینہ ایک کر رہے تھے۔ کھودنے کی آوازیں جیل کی دیواروں پر بیٹھے ہوئے چوکس پہرے داروں کی توجہ مبذول کرا سکتی تھیں۔ ایرک کے ذہن میں ایک خیال کوندا کہ کیوں نہ ایک پیانو کرائے پر لیا جائے اور اپنی خاتون دوست کو اسے بجانے کی دعوت دی جائے۔ کنسیلا جو ایک مانی ہوئی موسیقار تھی اس کی مدد کو آ گئی۔ اس کے گانے اور بجانے کی آوازوں میں نیچے سے آنے والی صدائیں دبی رہیں۔ اور دیوار پر تعینات پہرے دار کنسیلا کی عمدہ فنکاری پر جھومتے رہے۔

یہ ''ایجاد'' ایک شاندار اختراعی مہم تھی مگر نہایت خطرناک بھی۔ جس کے لیے انجینئرنگ کی گہری مہارت درکار تھی اس کے علاوہ انتہائی احتیاط بھی ضروری تھی تا کہ جیل کے پہرے داروں اور سڑک پر چلنے والے راہگیروں کو بھی کوئی شک نہ ہو۔ کسی خطرے کی علامت کی صورت میں پیانو بجانے والی بجلی کے ایک بٹن کو دباتی جو اس کے قریب ہی رکھا تھا تا کہ زیر زمین کھودنے والے ہوشیار ہو جائیں اور کارروائی کو فوراً روک دیں۔ اس کے بعد اس وقت تک سب دم سادھے رہیں جب تک وہ دوبارہ نغمہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سرائی نہ شروع کردے۔ پیانو کے تانت کے وقفے دار سُر اس کا اشارہ ہوں گے کہ معاملات درست ہیں۔ ''ان حالات میں کھودنا کوئی چٹکی بجا کر کرنے والا کام نہیں تھا۔'' ایرک نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ''وقت اور پیسے بچانے کی غرض سے ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ ہم نہایت تنگ سرنگ بنائیں گے۔ وہ اتنی ہی چوڑی ہوگی کہ اس میں ایک آدمی بکیاں بکیاں چل سکے۔ اس لیے ہم یہ کام رکوع کی حالت میں رہ کر بھی نہیں انجام دے سکتے تھے۔ ہم پٹ لیٹ جاتے اور ایک ہاتھ سے کھودتے۔ یہ اتنا جان لیوا کام تھا کہ کسی کے لیے آدھ گھنٹے سے زیادہ مسلسل کام کرنا ناممکن تھا۔ بات فطری ہے کہ کام بہت سستی سے ہو رہا تھا۔ مگر جو چیز سب سے زیادہ اشتعال انگیز تھی وہ تھی ٹونی کے خیالات میں یکے بعد دیگرے بار بار تبدیلی۔ ہم ساشا کے بنائے ہوئے نقشے کے عین مطابق کام کرنا چاہتے تھے جبکہ آخر الذکر ہر وقت اسی پر اصرار کرتا اور ہم یہ محسوس کرتے کہ وہ اس لیے حق بجانب ہے کیونکہ وہ رازدار ہے۔ لیکن ٹونی اپنے خیالات کو شامل کرنے پر کمربستہ تھا۔ بات صاف ہے کہ ساشا اس بات کو بھی بہت خطرناک سمجھتا تھا کہ وہ اپنے مخفی خطوط میں بھی ہدایات دینا شروع کردے۔ وہ یہ سب خفیہ پیغاموں کے ذریعے کرتا جنہیں ٹونی کے علاوہ کوئی نہ پڑھ سکتا۔ اس لیے ہم ٹونی سے ہدایات لینے پر مجبور تھے۔ خیر آخر کار سرنگ مکمل ہوگئی۔ اور پھر اور پھر، میں چلائی، میرا صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔

''کیوں، کسی نے تمہیں کچھ نہ لکھا؟'' ایرک نے حیران ہو کر پوچھا۔ اس سوراخ سے جہاں پر جیل کے احاطے میں سرنگ ختم ہوتی تھی ٹونی کی ہدایات کے مطابق ساشا نے فرار ہونے کی کوشش کی تو ساشا کو اس کا دہانہ اینٹوں اور پتھروں کے ڈھیر سے بند ملا۔ وہ اصلاح خانے کے اندر ایک اور عمارت تعمیر کرنا چاہ رہے تھے جس کے لیے انہوں نے چھکڑا بھر پتھر اس مقام پر ڈال دیئے تھے جس جگہ کو ٹونی نے سرنگ کے ختم کرنے کے لیے منتخب کیا تھا۔ تم ہی سوچو اس سے ساشا پر کیا گزری ہوگی۔ اور قید کی کوٹھری سے فرار ہو کر اسے ایسے خطرے کا سامنا کرنا پڑا۔ محض اس لیے اسے دوبارہ واپس آنا ہوگا۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ خوفناک یہ شے تھی جو ہمیں بعد میں معلوم ہوئی کہ ساشا نے بارہا ٹونی کو منع کیا تھا کہ سرنگ کو جیل کے احاطے کے وسط میں نہ ختم کیا جائے جیسا کہ ٹونی نے اسے تجویز دی تھی۔ ساشا اس بات کا قطعاً مخالف تھا اس لیے کہ اسے معلوم تھا کہ اس کا انجام ناکامی میں ہوگا۔ اس کا اصل منصوبہ یہ تھا کہ سرنگ کو ملحقہ بیابان عمارت میں ختم کیا جائے جو سوراخ سے بیس فٹ کے فاصلے پر تھی۔ ہم تو یہ سمجھے کہ ہم نے سرنگ کو اس نقطہ تک کھودا تھا جہاں ساشا کی خواہش تھی اور کام مکمل ہو چکا ہے۔ ہم نیویارک کے لیے روانہ ہو گئے۔ پٹس برگ میں صرف ٹونی رہ گیا۔ ٹونی نے ہدایات میں جو من مانی تبدیلیاں کر دی تھیں اس پر ساشا اپنی بوٹیاں نوچ رہا تھا۔ اس نے اصرار کیا کہ مزید کھدائی کی جائے اور نقشے کے مطابق سرنگ کو ملحقہ عمارت تک لایا جائے۔ آخر کار ٹونی کو اپنی ضد کے مہلک نتیجے کا احساس ہو گیا۔ اس نے ساشا کو اطمینان دلایا کہ اس کی خواہشات کی تعمیل کی جائے گی اور وہ فوراً بعد نیویارک کے لیے روانہ ہو گیا تاکہ ہم سے ملے، مزید رقم مہیا کی جائے تاکہ سرنگ مکمل ہو سکے۔ جیل کے سامنے والا ہمارا گھر خالی رہ گیا۔ ٹونی کی عدم موجودگی میں گلی میں کھیلنے والے بچے نہ جانے کیسے تہ خانے میں جا پہنچے۔ انہوں نے خفیہ راستہ تلاش کر لیا اور اپنے والدین کو بتا دیا۔ ان میں سے ایک کرائے پر اٹھائے جانے والے گھروں کا ایجنٹ تھا۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ وہ مغربی اصلاحی جیل کا ایک محافظ بھی تھا۔

میں بت بنی ہوئی بیٹھی تھی۔ اس خیال سے دبی جا رہی تھی کہ ان ہفتوں اور مہینوں کے درمیان میں سرنگ کی تیاری کی وجہ سے امید و بیم اور تشویش سے ساشا پر کیا بیتی ہوگی جب تمام امیدیں اس وقت خاک میں مل جائیں۔ قسمت تو دیکھ ٹوٹی ہے آ کر کہاں کمند۔

''سب سے حیران کن یہ چیز ہے'' ایرک بولے جا رہا تھا ''کہ آج تک جیل کے حکام اس امر سے قاصر ہیں کہ یہ جان سکیں کہ سرنگ کس کے لیے تیار کی گئی تھی۔ پٹس برگ کا پولیس کا محکمہ اس کے ساتھ ریاستی صاحبان اختیار اس بات پر متفق ہیں کہ یہ سرنگ انجینئرنگ کا ایک ایسا شاہکار تھی جیسی ان کی نظر سے کبھی نہیں گزری۔ وارڈن اور جیل کے انسپکٹروں کے بورڈ نے ساشا پر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شک کیا لیکن ان الزامات کو ثابت کرنے کے لیے ان کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا۔ جبکہ پولیس کا دعویٰ تھا کہ یہ کسی بوائیڈ کے لیے تیار کی گئی تھی جو ایک بدنام جعل ساز تھا اور لمبی سزا بھگت رہا تھا۔ انہیں کوئی سراغ تو نہ ملا مگر انہوں نے ساشا کو قید تنہائی میں ڈال دیا۔

''قید تنہائی!'' میں چلائی ''اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے کہ اس کی طرف سے مجھے کوئی سندیسہ نہیں آیا!'' ''ہاں، اسے بہت سخت سزا جھیلنا پڑ رہی ہے۔'' یہ ایرک بھی مان گیا۔ برزخ میں قیام کی سزا ساشا پہلے ہی بھگت چکا تھا اور کئی آسیبی سال اب بھی اسے گزارنے ہیں۔ یہ خیال میرے ذہن میں کوند گیا۔ ''وہ اسے مار ڈالیں گے!'' میں کراہنے لگی۔ ''مجھے معلوم ہے وہ اسے سسکا سسکا کر مار رہے ہیں اور میں پیرس میں بیٹھی ہوں اور اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتی، کچھ بھی نہیں، کوئی چیز بھی نہیں!'' اس سے ہزار گنا بہتر تھا کہ میں جیل میں اس کے ساتھ ہوتی اس کے بجائے میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی ہوں اور بے بسی کی تصویر بنی ان لوگوں کو ساشا کو قتل کرتے ہوئے دیکھ رہی ہوں!'' میں چلائی۔ ''اس سے ساشا کو کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔'' ایرک نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ ''حقیقت یہ ہے کہ ہماری کسی کارروائی سے اس کے لیے دشواریوں میں اضافہ ہوگا اور اس کے مصائب مزید ناقابل برداشت ہو جائیں گے۔ تمہیں اس کا اندازہ ہونا چاہئے اس لیے اپنا کلیجہ نہ چباؤ؟''

کیوں، آخر کس لیے؟ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں بتاؤں وہ چند برس مجھ پر کیسے گزرے ہیں یعنی جولائی ۱۸۹۲ء کے اس تاریک دن سے زندگی کتنی کٹھور رہی ہے اس نے مجھے ایک لمحے کے لیے چین نہیں لینے دیا۔ میری اپنی زندگی واقعات سے پر رہی ہے جو مجھ پر تابڑ توڑ گزرے ہیں۔ شائید ہی کبھی اتنی مہلت ملی ہو کہ آدمی مڑ کر ماضی پر نظر ڈالے۔ لیکن یہ سب کچھ میرے ضمیر کو دیمک کی طرح چاٹتا رہا اور اس گھن کو کوئی چیز نہ روک سکی اور اس نے اپنا سفر جاری رکھا اور اس کی رفتار میں کوئی کمی نہ ہوئی۔

ایرک کے لیے استادہ کھڑے رہنا دوبھر تھا۔ اس نے سرنگ بنانے میں جو صعوبتیں اٹھائی تھیں انہوں نے اسے لاغر اور کھوکھلا کر دیا تھا۔ اس کے زہریلے دھوئیں نے اس کے خون کو مسموم کر دیا تھا جس سے اسے کھال کا عارضہ لاحق ہو چکا تھا۔ اس کی حالت اتنی غیر تھی کہ اسے بستر پر لٹانا پڑا اور میں نے ہفتوں اس کی تیمارداری کی۔ لیکن یہ مرد عزیز جو ایک سچا وائی کنگ تھا ہنسے جاتا اور مذاق کیے جاتا۔ اس کی زبان پر شکایت یا تاسف کا کبھی ایک لفظ نہ آیا کہ اس پھوٹے نصیب اور جان جوکھوں میں ڈالنے والے کام میں جس سے ساشا کا فرار ممکن ہو جاتا اسے کیسے خطرناک اور جان لیوا مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔

ہماری طے شدہ کانگریس منعقد نہ ہو سکی۔ عین وقت پر ارباب اختیار نے غیر ملکی انارکسٹوں کے عوامی اجتماعات پر پابندی عائد کر دی۔ اس کے باوجود ہم نے نجی طور پر لوگوں کے ذاتی گھروں میں اجلاس کیے جو پیرس کے مضافات میں تھے۔ حالات کے جبر کے تحت اور کارروائی کو پردہ اخفا میں رکھنے کی مجبوری سے ہمارے پاس اتنا ہی وقت تھا کہ ہم فوری نوعیت کے مسائل پر گفتگو کر سکے۔

ایرک کی موجودگی سے اخراجات میں اضافہ ہو گیا اس لیے مجھ پر لازم ہو گیا کہ رقم کماؤں۔ وہ اپنے طویل سفر میں سب کچھ خرچ کر چکا تھا اور اس کے پاس دمڑی نہ بچی تھی۔ اسی ہوٹل میں ہمارے کئی دوست مقیم تھے تو یہ خیال میرے ذہن میں آیا کہ کیوں نہ میں ان کے لیے ناشتہ اور ظہرانہ پکانا شروع کر دوں۔ اسپرٹ کے ایک ایلے کے چولھے پر بارہ یا اس سے زیادہ افراد کے لیے کھانا پکانا ایک پیچیدہ کام تھا۔ ہیولایٹ نے بہت ہاتھ بٹایا وہ سوداسلف کے معاملے میں مجھ سے زیادہ ہوشیار تھا اور اول درجے کا باورچی بھی تھا۔ ہمارے ہاں ''کھانے والے'' سب کے سب غیر ملکی کامریڈ تھے اور ہمارے پکائے ہوئے کھانے سے بہ آسانی مطمئن ہو جاتے۔ اس سے ہمیں تھوڑی سی رقم کمانے میں مدد ملی جو ضرورت بھر کی نہ تھی۔ ہیولایٹ اور میں نے چھوٹی چھوٹی ٹولیوں کو نمائش کی سیر کرانے کا انتظام کیا۔ اس میں میرا خاصا بھلا ہوا لیکن ان غبی امریکیوں کے لیے گائیڈ بننے میں بڑی بوریت ہوتی۔ ان میں سے ایک صاحب نے جیسے ہی والٹیر کا مجسمہ دیکھا تو فوراً تقاضہ کرنے لگے کہ بتاؤ کہ ''یہ کون'' شخص ہے اور اس کا کاروبار کیا تھا۔ اسکول کی کئی استانیاں جنہیں میرے ایک دوست نے ملوایا تھا قریب قریب اس وقت غش کر گئیں جب انہوں نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لکسمبرگ میں برہنہ مجسمے دیکھے۔ جب میں سیاحوں کے رہنما کا کام مکمل کر کے گھر لوٹتی تو بہت کراہت محسوس کرتی۔

ایک سہ پہر میں جب میں ہوٹل لوٹی تو یہ ٹھان چکی تھی کہ میں سیاحوں کے لیے کبھی بھی گائیڈ کے فرائض نہ انجام دوں گی جب تک مجھے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ وہ مقام بہت دلچسپ ہوگا۔ اپنے کمرے میں مجھے ایک بڑا سا پھولوں کا گلدستہ رکھا ملا اور اس کے پاس ہی ایک رقعہ رکھا تھا۔ تحریر نامانوس تھی۔ اندراجات شش و پنج میں ڈالنے والے۔ ''آپ کا ایک دیرینہ مداح ملتمس ہے کہ آج مجھ سے ملیئے تا کہ شام خوشگوار ہو جائے۔ کیا آپ مجھ سے آج رات میں کافے دوشاتلے میں مل سکتی ہیں؟ آپ چاہیں تو کسی دوست کو بھی لا سکتی ہیں۔'' میں سوچنے لگی کہ یہ کون صاحب ہو سکتے ہیں۔

میرے ''دیرینہ مداح'' ایرک صاحب نکلے۔ ان کے ساتھ تین اور امریکی کامریڈ تھے۔ ''کیا ارادے ہیں؟'' ہیپو لایٹ اور میں بیک وقت پوچھنے لگے۔ ''کیا تم نے کوئی سونے کی کان دریافت کر لی ہے۔'' ''بالکل نہیں'' ایرک نے جواب دیا۔ میری دادی جن کا چند ماہ پہلے انتقال ہوا تھا انہوں نے میرے لیے سات سو فرانک کا ترکہ چھوڑا ہے جو مجھے آج ہی ملا ہے۔ ہم اسے آج ہی اڑا کر دم لیں گے۔'' کیا تمہارا امریکہ لوٹنے کا ارادہ نہیں ہے؟'' میں نے استفسار کیا۔ ''بالکل ہے'' ''تو اس خزانے کا آدھا مجھے عنایت کر دو جو آپ کی واپسی کے ٹکٹ پر صرف ہوگا'' میں نے مشورہ دیا ''باقی ماندہ رقم کو اڑانے میں میں آپ کی مدد کرنے کو تیار ہوں۔'' ہنستے ہوئے اس نے تین سو پچاس فرانک مجھے دے دیئے تا کہ میں انہیں بحفاظت رکھوں۔

ہم نے کھانا کھایا مے نوشی کی اور خوب موجیں اڑائیں۔ سب ہی سرور میں تھے مگر ثابت قدم بھی تھے جب صبح میں دو بجے ہم لوگ غاموغ (مردہ چوہا) پر نازل ہوئے جو ایک مشہور مونٹ مارٹے ناچ گھر تھا۔ ایرک نے بلا تاخیر شیمپئن کا آرڈر دے دیا۔ ہمارے بالکل سامنے ایک نہایت دلکش فرانسیسی لڑکی بیٹھی تھی اور ایرک نے مجھ سے پوچھا کہ کیا وہ اسے ہماری میز پر مدعو کر لے۔ ''کیوں نہیں'' میں نے کہا ''جس اکلوتی عورت کو پانچ مردوں کی رفاقت حاصل ہو وہ اتنی فیاضی کی متحمل ہو سکتی ہے۔'' لڑکی شریک ہو گئی اور لڑکوں کے ساتھ ناچی ہمارا وائی کنگ، دو سو پونڈ وزنی جسم کے باوجود بے حد لچکدار تھا ایک جل پری کی طرح ناچا۔ ایک پر لطف اور سنسنی خیز دن کے بعد ہم نے اپنے جام اٹھائے اور ای۔ جی کے نام پر چڑھا گئے اور میں تو ڈگڈگا کے پی گئی۔ اچانک میرے سامنے دنیا تاریک ہو گئی۔

میں کمرے میں جب جاگی تو مارے درد کے سر پھٹا جا رہا تھا اور مرض الموت میں مبتلا تھی۔ کمبرے والی فرانسیسی لڑکی میرے بستر سے لگی ہوئی بیٹھی تھی ''مجھے کیا ہو گیا تھا'' میں نے زور دے کر پوچھا ''غا، دوٹاوٹ، چیری'' ''میری جان کچھ بھی نہیں گزشتہ شب آپ کی تھوڑی سی طبیعت ناساز ہو گئی۔'' اس نے جواب دیا۔ میں نے اس سے کہا کہ میرے دوستو کو بلاؤ، اور ذرا سی دیر میں ایرک اور ہیپو لایٹ داخل ہو گئے۔ ''مجھے یہ محسوس ہو رہا ہے جیسے مجھے زہر دیا گیا ہو۔'' میں نے انہیں بتایا۔ ''ایسا نہیں ہوا'' ایرک نے تڑ سے جواب دیا۔ لیکن ان لڑکوں میں سے ایک نے تمہارے شمپئن کے گلاس میں کیناک (فرانسیسی برانڈی) ملا دی تھی۔'' ''پھر کیا ہوا؟'' ''اس پر ہمیں تم کو سیڑھیوں سے اتارنے کے لیے اٹھانا پڑا۔ ایک گاڑی بلائی مگر ہم تمہیں گاڑی میں نہ داخل کر پائے۔ تم پیدل چلنے والوں کے راستے پر بیٹھ گئیں اور چیخیں کہ میں ایما گولڈ مان انارکسٹ ہوں اور احتجاج کر رہی تھیں کہ تمہیں جبراً کوئی نہیں بٹھا سکتا۔ اب ہم پانچوں نے مل کر تمہیں گاڑی میں سوار کیا۔'' میں تو دم بخود ہو کر رہ گئی اور مجھے ایک چیز بھی یاد نہ تھی۔

''ہم میں سب کا یہ حال تھا کہ قدم کہیں رکھتے تھے اور پڑتا کہیں تھا۔'' ایرک بولے گیا۔ لیکن ہم فوراً ہی ہوش میں آ گئے جب ہم نے دیکھا کہ تم کس حال میں ہو۔'' اور وہ لڑکی وہ یہاں کیسے پہنچی؟'' میں نے پوچھا۔ ''بات سادہ سی ہے اسے یہ اچھا نہ لگا کہ ہم تمہیں اٹھا کر لے آئیں اور وہ ہمارا ساتھ نہ دے۔ ہو نہ ہو اس نے سمجھ لیا ہوگا کہ ہم رہزن ہیں اور تمہیں لوٹنے کے درپے ہیں۔ اس نے ہمارے ساتھ چلنے پر اصرار کیا۔'' ''مگر بے چاری لڑکی اپنی رات بھر کی کمائی سے محروم ہو گئی۔'' میں نے احتجاجاً کہا۔

ہیپو لایٹ نے ایک لفافے میں بیس ڈالر رکھ کر لڑکی کو ایک گاڑی میں بٹھا کر گھر روانہ کیا۔ سہ پہر ختم ہو رہی تھی کہ وہ پھر مجھ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے ملنے آ گئی۔ ''تمہیں میری توہین کر کے کیا ملے گا۔'' وہ چلائی وہ تقریباً روہانسی ہو رہی تھی۔ ''تمہارے نزدیک ایک لڑکی جس کا گزارہ گلی کوچوں کی کمائی پر ہو احساسات سے خالی ہو گی؟'' اور وہ بھی ایک ایسے دوست سے جو خود ہی عذاب سے گزر رہی ہو مدد کرنے کے پیسے لے گی؟ نہیں، بلاشبہ تیمارداری میرا پیشہ نہیں ہے اس لیے میں اس کی اجرت نہیں قبول کر سکتی۔'' میں نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس بچپن سے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھنے والی عورت کی حسین، عمدہ اور نازک خیالی پر قریب قریب میرے آنسو نکل آئے۔

پیرس میں ہماری تحریک کے ولولہ خیز حالات اور شہر کے دیگر تجربات مجھے اپنا قیام بڑھانے کے لیے دامنگیر تھے۔ مگر میری روانگی کا وقت آ چکا تھا۔ ہماری پونجی تقریباً ختم ہو چکی تھی۔ اس کے علاوہ جاسوس ہوٹل کے پھیرے لگا رہے تھے تا کہ مسز بریڈی کے متعلق معلومات حاصل کی جائیں۔ اس پر حیرانی ہوتی تھی کہ پولیس نے اب تک میری ملک بدری کے احکام کیوں نہیں جاری کیے۔ وکٹر ڈیو کے خیال میں اس کی وجہ نمائش کا چلنا تھا۔ ارباب اختیار غیر ملکیوں سے متعلق ناخوشگوار ہاہا کار سے بچنا چاہتے تھے۔ ایک دن سویرے سویرے جب تاریکی اور ترشح جاری تھا ایرک، ہیپو لایٹ اور میں ریلوے اسٹیشن کی جانب روانہ ہوئے۔ کئی خفیہ پولیس والے ایک گھوڑا گاڑی پر اور ایک سائیکل پر ہمارا پیچھا کر رہے تھے۔ جب ٹرین روانہ ہوئی تو انہوں نے ہمیں الوداع کہا مگر ان میں سے ایک ہمارے لیے مخصوص حصے کے ساتھ والے ڈبے میں ہمارے ساتھ موجود تھا۔ اس نے ہمارا بولوئین تک ساتھ دیا اور صرف اس وقت جدا ہوا جب ہم اپنے جہاز پر سوار ہو گئے۔

میری عزیز دوست انا اسٹرلنگ کے بھیجے ہوئے تحفے کے طفیل ہم اس قابل ہوئے کہ ہوٹل کا کرایہ اور جہاز کا کرایہ ادا کر سکیں اس کے باوجود ہمارے پاس پندرہ ڈالر بچ گئے۔ یہ سفر کے دوران میں بخشش دینے اور دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے کافی ہوں گے۔ مجھے یہ اطمینان بھی تھا کہ میں نیویارک پہنچ کر قرض لے سکتی ہوں اور ایرک نے کہا کہ اگر ضروری ہوا تو وہ شکاگو تار بھیج کر رقم کا بندوبست کر لے گا۔

دخانی جہاز کو بندرگاہ سے روانہ ہوئے چند ہی گھنٹے ہوئے تھے کہ ہیپو لایٹ کو سمندری عارضے نے گھیر لیا اور بڑھتی ہلچل سے اس کی حالت بگڑتی جاتی۔ تیسرے روز تو اس کی حالت اتنی غیر ہو گئی کہ ڈاکٹر نے اس کے لیے برف لگی شمپین کی ہدایت کی۔ وہ اتنا زرد اور لاغر ہو چکا تھا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ سفر پورا ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائے گا۔ جبکہ ایرک کھانے کے ہوکے میں مبتلا ہو گیا۔ دن میں تین مرتبہ وہ خوان نامے کی کتاب کو الف سے شروع کر کے اور یے پر ختم کرتا۔ ''ویٹر پر رحم کرو اور اس سے اتنا کام نہ لو!'' میں نے اس سے التجا کی۔ ''ہمارے پاس بخشش کے لیے رقم نہیں ہے۔'' مگر وہ کھائے گیا۔ وہ پیدائشی ملاح تھا، اسے سمندر سے عشق تھا۔ وہ دن بدن ہنس مکھ اور پیٹو ہوتا گیا۔ بحر اوقیانوس کے پار پہنچنے پر میرے ڈب میں کلہم اجمعین دو ڈالر پندرہ سینٹ تھے جنہیں میں نے میزبان خواتین اور مردوں میں مساویانہ طور پر تقسیم کر دیا جنہوں نے میری اور ہیپو لایٹ کی پورے سفر میں خدمت کی تھی۔ ہمارے وائی کنگ صاحب کو اب شکایات کی بھیرویں سننا تھی۔ یہ رستم زماں جن پر کئی ماہ تک سرنگ کی چھت بیٹھ جانے کا خطرہ منڈلاتا رہا جہاز کے ملازموں کے سامنے بھیگی بلی بنے رہے۔ سچی بات یہ ہے کہ وہ جہاز میں روپوش ہو گئے۔ کمرہ طعام کا داروغہ نہایت سنگدل تھا اور وہ ایرک کو کھدیڑ رہا تھا لیکن جب آخر الذکر ایک اسکول جانے والے لڑکے کی طرح اپنی جیبیں الٹ کر اس کے سامنے شرمندہ چہرہ لے کر کھڑے ہو گئے تو مطعم کے داروغہ کا دل پسیج گیا اور پھر اس نے ان سے کوئی تعرض نہ کیا۔

میرا انمول منا سا بھائی جواب وجیہہ اور طویل قامت ہو چکا تھا میرے استقبال کے لیے گودی میں موجود تھا۔ وہ اس بات پر بہت حیران تھا کہ میں جان کے دو محافظوں کے ساتھ لوٹی ہوں۔ وہ بھاگا بھاگا پرانے سامان کے خریدار کی دکان پر گیا اور میری کوڑی سے بنی گھڑی کو گروی رکھ کر رقم لے آیا جس کے عوض مجھے دس ڈالر کی خطیر رقم ہاتھ آئی جو کلنٹن اسٹریٹ پر ہفتہ بھر کے لیے کرائے پر کمرہ لینے کے لیے اور پوری جمعیت کو پہلی رات کا عشائیہ دینے کے لیے کافی تھی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

باب ۲۳

گودی سے میں سیدھی اپنے نئے کمرے میں گئی اور سامان جمانے کے بعد فوراً جسٹس شواب کو دیکھنے چلی گئی۔ وہ مجھے بستر میں ملا وہ اپنی ذات کا سایہ لگ رہا تھا۔ اپنے گھلے ہوئے دیو کو دیکھ کر میرے حلق میں پھندا سا لگ گیا۔ مجھے معلوم تھا کہ مسز شواب کو میخوانہ چلانے میں بہت محنت کرنا پڑ رہی تھی اس لیے میں نے اس سے استدعا کی کہ مجھے جسٹس کی تیمارداری کرنے دیں۔ انہوں نے وعدہ کر لیا لیکن انہیں یہ بھی اندازہ تھا کہ مریض ان کے علاوہ کسی اور سے یہ خدمت لینا پسند نہ کرے گا۔ ہم سب جسٹس اور ان کے افراد خانہ کے درمیان پائے جانے والے نفیس اور گہرے رشتوں سے آگاہ تھے۔ اس کی بیوی برسہا برس سے اس کی رفیق اور دوست چلی آ رہی تھی جو صحت اور توانائی کی چلتی پھرتی تصویر تھی۔ مگر جسٹس کی علالت، افکار اور کام کی زیادتی سے پڑنے والا اثر نہایت واضح تھا۔ وہ اپنی شگفتگی گنوا چکی تھی اور جوانی ڈھل رہی تھی۔

جب میں مسز شواب سے ہم کلام تھی تو اڈ آن پہنچا۔ وہ مجھے پا کر گھبرا سا گیا۔ میں بھی بغلیں جھانکنے لگی۔ اس نے جلد ہی حواس پر قابو پا لیا اور ہماری طرف بڑھا۔ مسز شواب تو یہ معذرت کر کے رخصت ہو گئیں کہ انہیں اپنے مریض کی دیکھ بھال کرنا ہے یوں ہم دونوں اکیلے رہ گئے۔ یہ نہایت تکلیف دہ لمحات تھے اور ہم دونوں بھونچکا رہ گئے اور سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کریں۔

میرے غیر ملکی قیام کے دوران میں اڈ سے میری کوئی خط و کتابت نہ ہوئی مگر مشترک دوستوں کے ذریعہ مجھے اس کی زندگی کے متعلق معلوم ہوتا رہتا تھا۔ انہوں نے مجھے یہ بھی لکھا تھا کہ اڈ کے ہاں بچہ ہوا تھا۔ میں نے پوچھا باپ بن کر اسے کیسا لگ رہا ہے۔ اس میں تو گویا جان پڑ گئی۔ اس نے اپنی بیٹی کے لیے ایک نظم کہنی شروع کر دی ہے جس میں وہ اپنی ننھی سی بیٹی کی دلکشی اور قابل ذکر ذہانت کو بیان کرے گا۔ میں دل ہی دل میں خوش ہو گئی کہ بچوں کو ناپسند کرنے والا سرگرمی کی ارزانی کر رہا تھا۔ مجھے یاد تھا کہ وہ ایسے گھروں میں جانے سے انکار کر دیتا جہاں بچے ہوتے۔ ''میری دانست میں تمہیں میری بات کا یقین نہیں آ رہا۔'' اس نے فوراً جواب دیا۔ ''تم اس پر حیران ہو کہ میں اس پر کیوں اتنا پرجوش ہوں۔ اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ میں اس کا باپ بنا ہوں بلکہ میری ننھی سی بیٹی ایک غیر معمولی بچہ ہے۔'' یہ باتیں اس شخص کے منہ سے سن کر تعجب ہوا جو کہا کرتا کہ ''بنی نوع انسان کی اکثریت احمق ہے مگر والدین بے وقوف کے علاوہ اندھے بھی ہوتے ہیں۔ ان کے نزدیک ان کے بچے حیرت انگیز اوصاف والے ہوتے ہیں اور پوری دنیا سے یہی توقع رکھتے ہیں کہ سب ہی ان کے ہم خیال ہو جائیں۔''

میں نے اسے یقین دلایا کہ مجھے اس کی بات پر شک نہیں ہے۔ لیکن میرے مزید اطمینان کے لیے یہ کہیں بہتر تھا کہ وہ مجھے اس بچے کو دیکھ لینے دے۔ ''واقعی تم اسے دیکھنا چاہتی ہو اور یہ چاہتی ہو کہ میں اس بچے کو تم سے ملانے لاؤں؟'' وہ بڑے جوش میں بولا ''لیکن کیوں، ٹھیک ہے، بلاشبہ'' میں نے جواب دیا ''تمہیں علم ہے کہ میں ہمیشہ سے بچوں پر فدا ہوں..... تمہارا بچہ مجھے کیوں نہ اچھا لگے گا؟'' وہ ایک لمحے کے لیے چپ ہو گیا پھر بولا ''ہماری محبت ثمر آور نہ ہو سکی، کیا ایسا نہیں ہے؟'' ''کیا محبت کا یہی انجام ہوتا ہے؟'' میں نے جواب دیا۔ ''ہماری والی سات برس چلی جو بہت سے لوگوں کی نگاہ میں بڑی مدت ہو گی۔'' ''تم گزشتہ سال سے فہمیدہ ہو گئی ہو، عزیز ایما'' اس نے جواباً کہا۔ ''نہیں، محض عمر رسیدہ، عزیز اڈ۔'' ہم دوبارہ ملنے کے وعدے پر جدا ہو گئے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وچی رینکا جو روسیوں کے نئے سال کا دن ہوتا ہے آڈا ایک عورت کے ساتھ آیا جو اس کی بیوی تھی۔ مجھے یقین تھا۔ وہ تن و توش والی تھی اور قدرے بلند آواز میں بولتی تھی۔ خواتین میں اس خصوصیت کو آڈ ہمیشہ ناپسند کرتا تھا، اب وہ اسے کیسے برداشت کر رہا تھا؟ دوستوں نے اسے گھیر لیا اور مشرقی ساحل کے کامریڈ انگلینڈ اور فرانس میں تحریک کے متعلق سوال پوچھنے کے لیے میری جانب لپکے۔ اس کے بعد اس شام' میں آڈ سے نہ مل سکی۔

میری امریکہ میں آمد کے بعد میرے لیے سب سے زیادہ ضروری چیز ملازمت کی تلاش تھی۔ میں اپنے نام کا کارڈ طبی شعبے کے کئی دوستوں کو دے آئی تھی مگر ایک مرتبہ بھی کوئی بلانے نہ آیا۔ ہپولائیٹ نے ایک انارکسٹ ہفت روزہ میں ہاتھ پاؤں مارے۔ وہاں پر بہت سا کام تھا مگر اجرت نہ دی جاتی۔ یہ بات اخلاق سے گری ہوئی سمجھی جاتی کہ ایک انارکسٹ پرچے سے اپنی تحریر کا معاوضہ لیا جائے۔ بدیسی زبانوں کی تمام مطبوعات فرای ہایٹ اور' فری آربیتر اسٹیمے' کو چھوڑ کر ایسے رضا کار کارکن نکالتے جو اپنے بود و باش کے لیے دوسرے کام کرتے اور اپنی شامیں اور اتوار کی چھٹی میں تحریک کی ضرورتیں بلا معاوضہ پوری کرتے۔ ہپولائیٹ جس کے پاس کوئی ہنر نہ تھا نیویارک میں بمقابلہ لندن کہیں زیادہ بے بس لگتا۔ امریکہ میں بورڈنگ ہاؤس مردوں کو شاذ و نادر رکھتے۔

بالآخر کرسمس کی شام میں ڈاکٹر ہوفمین کا بلاوا آیا۔ مریض مورفین کا عادی تھا۔ اس نے مجھے سمجھایا ''جو بہت مشکل اور آزمائش والا معاملہ ہے۔ رات والی نرس کو ہفتہ وار چھٹی دینا ہے۔ مزید تناؤ اس کے بس سے باہر ہے۔ تم کو اس لیے بلایا گیا ہے کہ تمہیں اس کے عوض ایک ہفتے تک کام کرنا ہوگا۔'' امکانات پرکشش نہ تھے مگر مجھے کام کی اشد ضرورت تھی۔

تقریباً نصف شب کے قریب میں ڈاکٹر کے ہمراہ مریض کے گھر پہنچی۔ ایک وسیع کمرے میں جو دوسری منزل پر تھا ایک عورت مختصر لباس میں بستر پر مدہوش لیٹی ہوئی تھی۔ اس کا چہرہ سیاہ بالوں کے ڈھیر میں بالکل سفید تھا اور وہ گہری سانسیں لے رہی تھی۔ میں نے چاروں طرف نظر دوڑائی اور دیوار گیر تصویر پر جب نظر پڑی تو میں نے دیکھا کہ ایک بھاری بھرکم شخص اپنی چھوٹی اور پتھرائی آنکھوں سے مجھے جھانک رہا ہے۔ میں نے پہچان لیا کہ اس سے ملتے جلتے شخص کو میں پہلے کہیں دیکھ چکی ہوں۔ لیکن میرے ذہن میں یہ نہ آیا کہ کہاں اور کن حالات میں۔ ڈاکٹر ہوفمین نے مجھے ہدایات دینا شروع کر دیا۔ اس نے بتایا کہ مریضہ کا نام مسز اسپنسر ہے۔ وہ اس کا کچھ عرصہ سے علاج کر رہا تھا اور اس کی منشیات استعمال کرنے کی عادت چھڑوانا چاہتا ہے۔ اس کی حالت بہتر ہوتی جا رہی تھی لیکن حال ہی میں اس کی حالت پھر بگڑ گئی اور اس نے مارفین استعمال کر ڈالی۔ اس کے لیے اس وقت تک کچھ نہ کیا جا سکا جب تک اس پر غفلت طاری رہی۔ مجھے اس کی نبض پر نظر رکھنا ہے اور اسے گرم رکھنا ہے۔ مسز اسپنسر نے رات میں بہ مشکل جنبش کی۔ میں نے وقت گزارنے کے لیے مطالعے کا سہارا لیا مگر میں ارتکاز نہ کر سکی۔ دیوار پر ٹنگی ہوئی تصویر میرے لیے آسیب بنی رہی۔ جب دن کی ڈیوٹی والی نرس آئی تو مریضہ تب بھی سو رہی تھی۔ اگرچہ معمول کے مطابق سانس لے رہی تھی۔

میرا ہفتہ بہت جلد اختتام کو پہنچا۔ اس تمام عرصے میں مسز اسپنسر نے اپنے ماحول میں کوئی دلچسپی نہ ظاہر کی۔ وہ اپنی آنکھیں کھولتی، خالی نظروں سے دیکھتی، اونگھتی اور پھر سو جاتی۔ جب میں چھٹی رات کام پر پہنچی تو وہ پورے ہوش میں تھی۔ اس کے بال الجھے ہوئے تھے اس لیے میں نے اس سے پوچھا کہ اگر آپ کہیں تو میں آپ کے کنگھی کر دوں اور چوٹی گوندھ دوں۔ اس نے خوشی خوشی صاد کر دیا۔ جب میں مصروف تھی تو اس نے میرا نام پوچھا۔ ''گولڈ مان'' میں نے بتایا۔ کیا تم ایما گولڈ مان کی رشتہ دار ہو جو انارکسٹ ہے؟'' ''بالکل وہی'' میں نے جواب دیا۔ ''میں ہی مجرم ہوں۔'' میری حیرانی کی انتہا نہ رہی جب میں نے اس بات پر بہت خوش پایا کہ ایک ''نامور شخصیت'' اس کی نرس ہے۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں اس کی پوری تیمارداری اپنے ہاتھ میں لے سکتی ہوں کیونکہ دوسری نرسوں کے مقابلے میں میں اسے بہت پسند آئی ہوں۔ اپنے پیشے پر اپنے افتخار کے باوجود میں نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ میری وجہ سے دوسری نرسوں کو سبکدوش کر دیا جائے۔ علاوہ ازیں چوبیس گھنٹے کی مسلسل ڈیوٹی سے جو تناؤ پیدا ہو سکتا تھا اسے برداشت کرنا میرے لیے ممکن نہ تھا۔ اس نے مجھ سے رکنے کے لیے التجا کی اور اس کا وعدہ کیا کہ مجھے ہر سہ پہر میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آرام کا وقفہ ملے گا اور رات میں بھی آرام کرنے کا موقع دیا جائے گا۔

کچھ عرصہ گزرنے کے بعد مسز اسپنسر نے مجھ سے دریافت کیا' مجھے تصویر کی اصلیت کا علم ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ چہرہ تو مانوس لگتا ہے لیکن یاد نہیں پڑتا کہ اسے کہاں دیکھا ہے۔ اس نے پھر اس معاملے کو آگے نہ بڑھایا۔

گھر، ساز و سامان، اچھی کتابوں کا بڑا سا کتب خانہ گھر کے مکینوں کے اچھے مذاق کی منہ بولتی تصویر تھے۔ وہاں ایک عجیب اور پراسراری فضا فلیٹ میں محسوس ہوتی جس میں ایک عورت کی روزانہ آمد مزید اضافہ کر دیتی جو موٹے جھوٹے اور بھڑکیلے کپڑے پہنے ہوتی۔ وہ عورت جونہی داخل ہوتی میری مریضہ مجھے کسی کام کے بہانے وہاں سے ہٹا دیتی۔ مجھے بھی ایک اچھا موقع مل جاتا اور میں تازہ ہوا میں چہل قدمی کر لیتی۔ مگر میں یہ بھی سوچتی رہتی ہے کہ یہ کون ہے جس سے مسز اسپنسر ہمیشہ تنہائی میں ملنا چاہتی ہے۔ ابتدا میں مجھے یہ شک گزرا کہ یہ عجیب و غریب ملاقاتی اسے منشیات مہیا کرتی ہے۔ لیکن جب میری مریضہ پر بد اثرات نہ ظاہر ہوئے تو میں نے ذہن سے اس خیال کو جھٹک ڈالا کہ مجھے اس معاملے کی فکر نہ کرنا چاہئے۔

تیسرے ہفتے کے ختم ہونے کے بعد مسز اسپنسر اس قابل ہو گئیں کہ سیڑھیوں سے اتر کر نیچے اپنی بیٹھک میں جائیں۔ جب میں بیمار کے کمرے کو ٹھیک کر رہی تھی مجھے عجیب و غریب نوعیت کی کاغذی چٹیں ملیں جن پر لکھا تھا۔ ''جینٹ ۲۰ مرتبہ۔ میرین ۱۶ ہیز بیٹ ۱۲'' اس کے علاوہ تقریباً چالیس عورتوں کے اور نام تھے۔ جن کے نام کے آگے اعداد درج تھے۔ یہ کتنا عجیب ریکارڈ تھا! میں سوچ میں پڑ گئی۔ جب میں کمرہ نشست میں اپنی مریضہ کے پاس پہنچنے والی تھی کہ میں ایک آواز سن کر ٹھٹک گئی جسے میں نے پہچان لیا کہ وہ مسز اسپنسر کی روزانہ کی ملاقاتی کی تھی۔ ''میکلینٹا یر کل رات میں پھر گھر پر تھا۔'' میں نے اسے کہتے ہوئے سنا۔ لیکن کسی لڑکی نے اسے منہ سے نہ لگایا۔ جینٹ نے کہا کہ وہ اس بدذات پر دیگر بیس کو ترجیح دے گی۔ مسز اسپنسر نے ہو نہ ہو میرے قدموں کی چاپ سن لی ہو گی اس لیے کہ ان کی گفتگو یکلخت رک گئی اور اس نے دروازے میں سے آواز دی۔ ''مس گولڈ مان کیا تم ہو، از راہ کرم اندر آیئے۔'' جونہی میں داخل ہوئی، چائے کی جو کشتی میں اٹھائے تھی وہ فرش پر چھناکے سے ٹوٹ گئی اور میں اس شخص کو گھور رہی تھی جو میری مریضہ کے پہلو میں صوفہ پر بیٹھا تھا۔ یہ تصویر کی اصل تھا اسے میں نے فوراً پہچان لیا۔ یہ جاسوس سرجنٹ تھا جو ۱۸۹۳ء میں میری اصلاحی جیل کی یاترا کرانے میں پیش پیش رہا تھا۔

کاغذ کے ٹکڑے اور جو خبر میں نے ابھی ابھی سنی پلک جھپکتے ہی مجھے سب کچھ سمجھ میں آ گیا۔ اسپنسر ایک قحبہ خانے کی مالک تھی اور جاسوس اس کا آشنا تھا۔ میں دوڑ کر دوسری منزل پر چڑھ گئی۔ میرے دماغ میں ایک ہی خیال بسا ہوا تھا کہ کسی طرح اس گھر سے نکل بھاگوں۔ میں اپنے کپڑوں کا صندوق لیے تیزی سے اتر رہی تھی کہ مجھے مسز اسپنسر نیچے کی آخری سیڑھی کے پاس کھڑی ہوئی ملی۔ اسے کھڑے ہونے میں دشواری ہو رہی تھی اس لیے وہ مضطربانہ سیڑھی کی جالی پکڑے کھڑی تھی۔ مجھے اس احساس نے گھیر لیا کہ مجھے اسے اس حال میں چھوڑ کر نہ جانا چاہئے۔ میں ڈاکٹر ہوفمین کو جوابدہ تھی جس کے لیے مجھے انتظار کرنا ہو گا۔ میں مسز اسپنسر کو پکڑ کر بستر تک لائی اور اسے لٹا دیا۔

وہ ہسٹریائی انداز میں سسکیاں لے کر رونے لگی۔ میری منت سماجت کیے جاتی اور مجھے یقین دلائے جاتی کہ اس شخص سے دوبارہ آمنا سامنا نہ ہونے پائے گا۔ وہ اس کی تصویر بھی ہٹوا دے گی۔ اس نے اس کا بھی اعتراف کر لیا کہ وہی اس قحبہ خانے کی منتظم تھی۔ ''میں ڈرا کرتی تھی کہ ایک دن تمہیں یہ ضرور معلوم ہو جائے گا۔'' اس نے کہا۔ ''لیکن میں یہ بھی سوچتی تھی کہ ایما گولڈ مان جو ایک انارکسٹ ہے مجھ پر اس لیے ملامت نہ کرے گی کیونکہ میں اس کل میں ایک ننھے سے پرزے کی حیثیت رکھتی ہوں' جسے میں نے نہیں ایجاد کیا۔'' ''جسم فروشی کی میں موجد نہیں ہوں'' اس کا استدلال تھا اور چونکہ یہ چلی آ رہی ہے اس لیے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس کا ''منتظم'' آج کون ہے۔ اگر میں نہ ہوتی تو کوئی اور ہوتا۔ اس کے نزدیک لڑکیوں کو یہاں رکھنا اتنا برا نہیں ہے جتنا انہیں قلیل اجرت پر فیکٹریوں میں رکھنا ہوتا ہے۔ مجھے کم از کم اس کی داد ملنا چاہئے کہ میں ان سے ہمیشہ مہربانی سے پیش آتی ہوں۔ میرا اگر جی چاہے تو میں خود ان سے مل کر اطمینان کر لوں۔ وہ بے تکان بولے گئی اور روتے روتے ہلکان ہو گئی اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں بھی ٹھہر گئی۔

مسز اسپنسر کے ''استدلال'' کا مجھ پر کوئی اثر نہ ہوا۔ ان دلائل سے میں پہلے بھی واقف تھی جو لوگ اپنے سیاہ کرتوتوں کے لیے بطور عذر پیش کرتے ہیں یعنی پولیس اہلکار اور جج، فوجی اور نامور جنگجو اور ہر ایسا ذی نفس جو محنت مشقت سے جی چراتا ہے اور دوسروں کی تذلیل پر کمر بستہ رہتا ہے۔ تاہم ایک نرس ہونے کے ناطے میں نے یہ محسوس کیا کہ مجھے اپنے مریضوں کے افعال، دھندے یا پیشے سے کوئی غرض نہ رکھنا چاہئے۔ مجھے تو ان کی جسمانی ضرورتیں پوری کرنا ہیں۔ اس کے علاوہ میں صرف نرس نہیں ہوں، میں ایک انارکسٹ بھی ہوں جو اپنی خدمات پیش کرنے سے انکار نہیں کر سکتا۔

میں نے جو چار مہینے مسز اسپنسر کے ساتھ بسر کیے اس سے مجھے نفسیات کا معتد بہ تجربہ حاصل ہوا۔ وہ ایک غیر معمولی شخصیت تھی۔ ذہین، مشاہدے کی تیز اور معاملہ فہم۔ وہ زندگی اور مردوں سے خوب واقف تھی ہر قسم کے مرد اور ہر سماجی طبقے کے جس قحبہ خانے کو وہ چلاتی وہ ''اعلیٰ درجے'' کا تھا۔ اس کے سرپرستوں میں سماج کے نہایت طاقتور ستونوں کے علاوہ ڈاکٹر، وکلاء، جج صاحبان اور اساتذہ تھے۔ وہ شخص جسے لڑکیوں نے ''کیڑا کہہ کر اظہار نفرت'' کیا تھا وہ کوئی نہیں، جیسا کہ مجھے بعد میں معلوم ہوا، انیسویں صدی کی آخری دہائی کا ممتاز وکیل نکلا، وہی ذات شریف جس نے جیوری کو یہ یقین دلایا تھا کہ ایما گولڈ مان کو اگر آزاد چھوڑ دیا گیا تو وہ امیروں کے بچوں کی زندگیوں کو معرض خطر میں ڈال دے گی اور نیویارک کے گلی کوچے خون میں نہا جائیں گے۔

بلاشبہ مسز اسپنسر مردوں کو جانتی تھی اور اسی معرفت کے سبب وہ ان کے لیے اہانت اور نفرت کے علاوہ کوئی اور جذبہ نہ رکھتی تھی۔ اس نے بارہا یہ بات کہی کہ اس کی کوئی لڑکی بھی اتنی بدکار نہ تھی جتنا کہ ان کے خریدار ہوتے ہیں اور معمولی سی انسانیت بھی ان سے چھو کر نہیں گئی۔ جب کوئی ''مہمان'' شکایت کرتا تو اس کی ہمدردیاں ہمیشہ لڑکی کی طرف ہوتیں۔ اسے ان تکالیف کا گہرا شعور تھا جن کا وہ اکثر اظہار بھی کر دیتی اور یہ اس کے لڑکیوں سے سلوک سے ظاہر ہوتا۔ جب ان میں سے بہت سوں سے میں نے خود بات کی۔ وہ دروازے پر آنے والے ہر فقیر پر بھی مہربان ہو جاتی۔ اسے بچوں سے جنون کی حد تک محبت تھی۔ یہاں تک کہ جب اس کا واسطہ کسی آوارہ گرد شریر بچے سے بھی پڑتا تو چاہے وہ کتنا ہی پھٹے حال ہوتا وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتی اور کچھ رقم دے دیتی۔ میں نے اسے بارہا دکھ بھرے لہجے میں کہتے سنا۔ ''کاش میرا بھی کوئی بچہ ہوتا! جسے میں اپنا کہہ سکتی!''

اس کی زندگی کی کہانی صحیح معنوں میں ایک ناول کی طرح تھی۔ بطور سولہ برس کی لڑکی کے جو نہایت حسین تھی وہ روتھینیا میں فوج کے ایک جری افسر کے عشق میں مبتلا ہو گئی جو اس کا موروثی وطن تھا۔ اس نے شادی کے وعدے پر اسے داشتہ بنا لیا۔ جب وہ حاملہ ہو گئی تو وہ اسے ویانا لے آیا۔ جہاں ایک جراحی میں وہ مرتے مرتے بچی۔ جب وہ صحت یاب ہو گئی تو وہ اُسی مرد کے ہمراہ کراکو جا پہنچی جہاں اس نے اسے ایک قحبہ خانے میں چھوڑ دیا۔ اس کے پاس پھوٹی کوڑی نہ تھی اور شہر میں کسی متنفس کو بھی نہ جانتی تھی اور وہ اس چکلے میں ایک لونڈی بن گئی۔ بعد ازاں وہاں کے سرپرستوں میں سے کسی صاحب نے قیمت ادا کر کے اسے چھڑایا اور طویل سفر پر لے گئے۔ پانچ برس تک وہ اپنے آقا کے ساتھ یورپ بھر میں گھومتی رہی اور ایک دن ایسا آیا کہ وہ دوستوں کے بغیر بے آسرا ہو گئی جس کی واحد پناہ گاہ گلیاں اور کوچے تھے۔ کئی برس ایسے ہی گزرے اب وہ عقلمند ہو چکی تھی۔ اس نے کچھ رقم بھی پس انداز کر لی تھی اور اس نے یہ فیصلہ کیا کہ مجھے امریکہ جانا چاہئے۔ وہ ایک دولتمند سیاستداں کے بہت قریب ہو گئی۔ جب اس نے اسے چھوڑا تو اس کے پاس اتنی رقم تھی جس سے اس نے قحبہ خانہ کھول لیا۔

اس کی شخصیت کا قابل ذکر رخ یہ تھا کہ اس کی ماضی کی زندگی کے سانحات نے اس پر اثر نہ ڈالا تھا۔ اس کا ضمیر بے داغ تھا اور وہ مزاجاً نہایت حساس تھی۔ موسیقی اور اعلیٰ ادب کی دلدادہ۔

ڈاکٹر ہوفمین کے علاج سے بتدریج منشیات کے استعمال میں کمی آ گئی لیکن اس کے نتیجے میں وہ کمزور ہو گئی جس سے اسے چکر آنے لگتے۔ وہ گھر کے باہر تنہا نہ نکل سکتی اور اس لیے میں اس کی نرس کے علاوہ ہمجولی بھی بن گئی۔ میں اسے پڑھ کر سناتی، موسیقی کی محفلوں میں، اوپیرا اور تھیٹروں میں جاتی اور کبھی کبھار ان تقاریر میں بھی جو اس کی دلچسپی کی ہوتیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جن دنوں میں مسز اسپنسر کی تیمارداری کر رہی تھی میں نے پیتر کروپوتکن کے مجوزہ امریکی دورے کے لیے ابتدائی تیاریاں بھی شروع کر دیں۔ اس نے ہمیں اطلاع دی تھی کہ اس کی امریکہ آنے کی غرض یہ ہے کہ وہ لوویل انسٹیٹیوٹ میں روسی ادب میں پائیجانے والی تصوریت' پر تقاریر کا ایک سلسلہ کرنا چاہتا ہے۔ اس طرح اسے انارکزم پر بھی بولنے کا موقع مل جائے گا اگر ہم لوگ چاہیں۔ اس امکان سے ہم میں جوش پیدا ہو گیا۔ میں اپنے عزیز کامریڈ کے سابق دورے میں اس کی تقاریر سننے سے محروم رہ گئی تھی۔ انگلستان میں بھی مجھے موقع نہ ملا کہ اسے سنوں۔ ہم نے یہ محسوس کیا کہ پیتر کے لیکچر اور اس کی کریمانہ شخصیت ریاست ہائے متحدہ میں ہماری تحریک کے لیے بے حد وحساب سودمند ہوگی۔ جب مسز اسپنسر کو میری سرگرمیوں کی خبر ملی تو اس نے فوراً مجھے شام کے اوقات میں نہ آنے کی رعایت دے دی تا کہ میرے پاس اپنے کام کے لیے زیادہ فراغت میسر آجائے۔

مئی کے پہلے اتوار کو شہر کے کونے کونے سے لوگ گرینڈ سنٹرل پارک کی طرف پیتر کروپوتکن کی تقریر سننے کے لیے جوق در جوق چلے آرہے تھے۔ پہلی مرتبہ یہ ہوا کہ اخبارات کا رویہ بھی شائستہ تھا۔ وہ اس شخص کی دلکشی سے منکر نہ ہو سکے اس کی دانش کی قوت، استدلال کی سادگی، ان کی ادائیگی اور پُر دلائل گفتگو۔ سامعین میں مسز اسپنسر بھی شامل تھیں جو مقرر کے سحر کی اسیر ہو گئی تھی۔

کروپوتکن کے اعزاز میں ایک شام میں سماجی محفل منعقد ہونے والی تھی جو ایک غیر رسمی معاملہ تھا تا کہ وہ ان کامریڈوں اور ایسے لوگوں سے مل سکے جو ہمارے نظریات سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ مسز اسپنسر نے پوچھا کہ آیا اسے بھی داخل ہونے کی اجازت مل سکتی ہے۔ ''اس سے کیا فرق پڑتا ہے اگر تمہارے احباب مجھے پہچان لیں۔'' اس نے نہایت شوق سے پوچھا۔ میں نے اسے اطمینان دلایا کہ میرے دوست انتھونی کومسٹاک کے قرابت دار نہیں ہیں اور ان میں سے کوئی بھی اپنے قول یا فعل سے ایسی حرکت نہ کرے گا جس سے اسے گرانی ہو۔ اس نے اپنی چمکتی آنکھوں سے مجھ پر نظر دوڑائی۔

سماجی محفل سے ایک دن پہلے نزدیکی کامریڈوں نے محبوب استاد کے ساتھ عشائیہ کھایا جس میں میں نے مسز اسپنسر کا ماجرا بیان کیا۔ پیتر کو بہت دلچسپی پیدا ہو گئی اس کے نزدیک وہ انسان کی داستان تھی۔ وہ میری مریضہ سے ضرور ملے گا اور اپنی خود نوشت کی ایک جلد اسے دے گا جیسا کہ اس کی فرمائش تھی۔ میری روانگی کے وقت پیتر مجھ سے بغل گیر ہوا۔ ''تم ہمارے اعلیٰ نظریات کے حسن اور انسانیت نوازی کی ایک قائل کرنے والی مثال ہو۔'' اس نے تبصرہ کیا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ دردمندی سے مالا مال شخص تھا یہ سمجھ گیا کہ میں نے اس سماجی اچھوت کے ساتھ رہ جانے کا کیوں فیصلہ کیا تھا۔

آخر کار میری مریضہ بحال ہو کر اس منزل پر پہنچ گی کہ وہ مجھ سے جدائی کی متحمل ہو سکتی تھی۔ میں بھی دورہ کرنے کے لیے بے چین تھی۔ کئی شہروں سے ہمارے کامریڈ مجھ سے ملتمس تھے کہ میں تقریر کرنے آؤں۔ اس کے علاوہ کئی اور وجوہ بھی تھیں۔ ان میں سے ایک پٹس برگ تھا۔ مجھے اس کی امید تو نہ تھی کہ ساشا سے مل سکوں گی۔ جیل انسپکٹر ریڈ سے میری خوفناک چپقلش کے بعد سے اسے ملاقات کی سہولت سے محروم کر دیا گیا تھا۔ سرنگ کی ناکامی کے بعد میرے ستم رسیدہ لڑکے کو قید تنہائی میں رکھا جا رہا تھا اور اس کی تمام مراعات چھین لی گئی تھیں۔ خفیہ زبان میں جو رقعے وہ باہر بھیجنے میں کامیاب ہوتا اس سے یہ معلوم نہ ہو سکتا کہ وہ کیسے مصائب جھیل رہا تھا۔ ان سے میری بے بسی میں اضافہ ہی ہوتا کہ وہ کتنی بے چارگی سے دوچار تھا۔ میں اسے خطوط لکھتی رہی مگر یہ ایسا ہی تھا کہ نیکی کر اور دریا میں ڈال۔ میرے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہ تھا جس سے پتہ چلتا کہ وہ اسے مل بھی رہے ہیں۔ جیل کے ارباب اختیار مجھے ساشا سے دوبارہ کبھی ملنے نہ دیں گے لیکن وہ مجھے پٹس برگ آنے سے تو نہیں روک سکتے جہاں میں اس کی قربت محسوس کرتی تھی۔

ہیولایٹ آربیٹر زائے تنگ مجلّے میں کام کرنے کے لیے شکاگو کے لیے روانہ ہو چکا تھا۔ اسے ملازمت کی پیشکش اس وقت ملی جب زندگی کے لیے وسائل ختم ہو چکے تھے جس کی وجہ سے وہ میری زندگی میں بے لطفی بڑھا رہا تھا۔ اس خیال سے کہ اسے اب میکس کی مربیانہ رفاقت مل جائے گی اور ایسا کام بھی جس کے لیے وہ مناسب ہے اس سے میری بہت خاطر جمع ہو گئی۔ میرا اس سے شکاگو میں ملنے کا ارادہ تھا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آڈا کثر و بیشتر مجھ سے ملنے یا رات کے کھانے کی دعوت دے کر ملتا۔ اس میں دلکشی تھی اور اس میں اس طوفان کا شائبہ بھی نہ تھا جس نے ہماری زندگیوں کو سات برس تک متلاطم رکھا تھا۔ اب یہ اتر کر پرسکون دوستی میں ڈھل چکا تھا۔ وہ اپنی چھوٹی سی بیٹی کو کبھی نہ لایا اور مجھے شک تھا کہ اسے میرے دیکھنے پر ماں معترض ہوگی۔ آیا اس نے ہماری ملاقاتوں پر صاد کیا تھا یہ جاننے کے لیے میرے پاس کوئی ذریعہ نہ تھا۔ آڈ نے اپنی گفتگو میں اس کا کبھی ذکر نہ کیا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ میں تقاریر کے دورے پر روانہ ہونے والی ہوں تو اس نے پوچھا کہ کیا میں اس کی کمپنی کی نمائندگی کرنے پر تیار ہوں۔

مغربی ساحل کی جانب روانگی سے پہلے میں نے پیٹرسن، نیوجرسی کا ایک کام نکال لیا جہاں کے ایک اطالوی حلقے نے میرے لیے ایک بیٹھک کا انتظام کیا تھا۔ میرے اطالوی میزبان ہمیشہ سے فراخ دل تھے اور اس موقع پر خطاب کے بعد ایک غیر رسمی سماجی محفل سجادی۔ مجھے یہاں پر موقع مل گیا اور میں بریشی اور اس کی حیات کے متعلق بہت کچھ جان گئی۔ مجھے اس کے قریبی کامریڈوں سے جو پتہ چلا اس سے میں ایک مرتبہ مزید قائل ہوگئی کہ انسان کے دل میں اتر کر اس کے اصل مقاصد کو سمجھنا کتنا دشوار ہوتا ہے اور ہم کس آسانی سے سطحی کنایوں پر تکیہ کر کے لوگوں کے متعلق فیصلے بھی کر لیتے ہیں۔

گایٹانو بریشی 'لاکویسچن سوشیال' کے بانی ارکان میں سے ایک تھا۔ یہ ایک اطالوی زبان کا پرچہ تھا جو شہر پیٹرسن سے نکلتا تھا۔ وہ ایک ہنرمند جولاہا تھا جسے اس کے آجر ایک دھیمے مزاج کا محنتی کارکن سمجھتے تھے لیکن اس کی تنخواہ اوسطاً پندرہ ڈالر ہفتہ سے زیادہ نہ ہوتی۔ وہ ایک بیوی اور بچے کی کفالت کرتا تھا۔ اس کے باوجود وہ اس پرچے کو ہفتہ وار عطیہ بھی دیتا۔ اس نے کوئی ڈیڑھ سو ڈالر پس انداز کر لیے تھے جو اس نے 'لاکویسچن سوشیال' کے حلقے کو ایک نازک وقت میں ادھار بھی دیئے تھے۔ وہ شام کے فارغ اوقات اور اتوار کی تعطیل کے دنوں میں دفتری کاموں اور نشر و اشاعت میں دستگیری بھی کرتا۔ اس حلقے کے تمام ارکان اس کی لگن کی وجہ سے اسے محبوب رکھتے اور احترام کرتے۔

پھر ایک دن بریشی نے خلاف توقع پرچے سے تقاضہ کیا کہ قرض لوٹایا جائے۔ اسے بتا دیا گیا کہ یہ ناممکن ہے کیونکہ رسالے کے پاس رقم نہیں ہے بلکہ فی الحقیقت وہ مقروض ہے۔ مگر بریشی نے اپنا تقاضہ جاری رکھا اور اپنے مطالبے کی وجوہ بھی بتانے سے انکار کر دیا۔ بالآخر حلقہ کسی طرح اتنی رقم حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا جس سے بریشی کا قرض اتارا جا سکے۔ لیکن اطالوی کامریڈوں نے اس کا رویے کا بہت برا مانا اور اس کا نام کنجوس دھر دیا۔ جو پیسے کو نصب العین پر ترجیح دیتا ہے۔ اس کے زیادہ تر دوستوں نے اس کا حقہ پانی بند کر دیا۔

چند ہفتوں کے بعد یہ خبر آئی کہ بریشی نے بادشاہ ہمبرٹ کا قتل کر دیا۔ اس کی کارروائی سے پیٹرسن حلقے کے لوگوں کو اس حقیقت کا پتہ چلا کہ انہوں نے کس سنگدلی سے اپنے آدمی کو مطعون کیا تھا۔ وہ اپنی رقم کا اس لیے تقاضہ کر رہا تھا کہ اسے اٹلی جانے کا کرایہ چاہیئے تھا! اس میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے کہ بریشی کے ساتھ جو ناانصافی روا رکھی گئی اس احساس سے اس کے اطالوی کامریڈوں کے ضمیر کہیں زیادہ زیر بار تھے بمقابلہ اس ناراضی کے جو اس کے دل میں تھی۔ کسی حد تک اس کی تلافی کے لیے پیٹرسن کے حلقے نے یہ ذمہ داری اپنے کندھوں پر لے لی کہ وہ شہید کامریڈ کے بچے کی کفالت کریں گے جو ایک چھوٹی سی خوبصورت بچی تھی۔ دوسری جانب اس کی بیوہ کے رویے سے یہ نہیں ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اپنے بچے کے باپ کے ارفع مقاصد کو سمجھتی تھی یا اس کی عظیم قربانی سے کوئی ہمدردی رکھتی تھی۔

اس سال مئی کی ابتدا میں میری کلیولینڈ کی تقریر انارکزم کے موضوع پر تھی جو میں نے فرینکلن، لبرل کلب کے سامنے کی' یہ ایک ریڈیکل تنظیم ہے۔ سوال جواب شروع ہونے سے پہلے وقفے میں میں نے کیا دیکھا کہ ایک شخص دستی اشتہاروں اور کتابوں کے گرد پوش دیکھ رہا ہے جو وہاں چبوترے کے پاس فروخت کے لیے رکھی گئی تھیں۔ یکا یک وہ میری جانب بڑھا اور سوال جڑ دیا ''کیا آپ مجھے مشورہ دے سکتی ہیں کہ میں کیا پڑھوں؟'' وہ ایکرون میں کام کرتا تھا اس نے وضاحت کی اور اسے جلسے کے ختم ہونے سے پہلے ہی جانے کی جلدی ہے۔ وہ بہت جوان تھا محض جوان، قد اوسط درجے کا، گٹھا جسم اور قامت بالکل سیدھی۔ لیکن

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یہ اس کا چہرہ تھا جسے دیکھ کر میں دیکھتی ہی رہ گئی۔ایک نہایت حساس چہرہ اور ہلکی گلابی رنگت۔ایک خوبصورت چہرہ جسے اس کے سنہرے گھونگریالے بالوں نے بدلی کا چاند بنا دیا تھا۔اس کی بڑی بڑی نیلی آنکھوں سے طاقت ظاہر ہو رہی تھی۔میں نے اس کے لیے چند کتابوں کا انتخاب کیا اور مختصراً اس سے کہا کہ مجھے امید ہے اسے ان میں وہ سب کچھ ملے گا جس کی اسے تلاش تھی۔میں چبوترے پر لوٹ آئی تا کہ گفتگو کا آغاز کیا جائے لیکن اس کے بعد اس شام میں نے اس جوان کو پھر نہ دیکھا۔لیکن اس کا دلکش چہرہ میرے حافظے میں محفوظ ہو گیا۔

اسحاکؔ فری سوسائٹی کو اپنے ساتھ شکاگو لے گئے جہاں انہوں نے ایک بڑا سا گھر لے لیا جو شہر کی انارکسٹ سرگرمیوں کا مرکز تھا۔وہاں پہنچنے پر میں ان کے گھر چلی گئی اور اسی وقت کام کی بھول بھلیوں میں گم ہو گئی جو گیارہ ہفتوں میں مکمل ہوا۔موسم گرما کی گرمی اتنی جان لیوا ہو گئی کہ میرے باقی دورے کو تمبر تک کے لیے ملتوی کرنا پڑا۔میں تھکن سے اتنی ادھ موئی ہو چکی تھی کہ مجھے آرام کی شدید ضرورت تھی۔بہن ہیلیناؔ نے بارہا مجھ سے کہا کہ میں اس کے پاس ایک مہینے کے لیے آ جاؤں لیکن میں اس کے لیے کوئی وقت نہ نکال سکی۔اب اس کا موقعہ تھا۔میں ہیلیناؔ کے ساتھ چند ہفتے بسر کروں گی،دونوں بہنوں کے بچے ہوں گے اور ایگورؔ ہو گا جو اپنی تعطیلات گزارنے روچسٹر آیا ہوا تھا۔اس کے ہمراہ اس کے کالج کے دو یار بھی تھے۔اس نے مجھے لکھا تھا۔نوجوانوں کا حلقہ مکمل کرنے کے واسطے میں نے اسحاکؔ کی چودہ برس کی لڑکی کو بھی مدعو کر لیا تھا کہ وہ چھٹیاں میرے ساتھ گزارے۔میں نے آڈؔ کی فرم کی مصنوعات کے چند سودے ہو جانے سے کچھ رقم کمالی تھی اور اب میں ایک رئیسہ کی طرح نوجوان لوگوں کی میزبانی کر سکتی تھی اور ان میں رہ کر جوان بن سکتی تھی۔

روانگی کے روز اسحاکؔ نے میرے لیے الوادعی ظہرانہ ترتیب دیا۔اس کے بعد جب میں اپنا اسباب باندھنے میں لگی ہوئی تھی کسی نے گھنٹی بجائی۔میریؔ اسحاک بھاگی آئی کہ ایک نوجوان شخص جو اپنا نام نیمینؔ بتاتا ہے مجھ سے فوراً ملنا چاہتا ہے۔میں اس نام کے کسی شخص کو نہ جانتی تھی اور مجھے جلدی بھی تھی تا کہ اسٹیشن کی طرف روانہ ہو جاؤں۔قدرے بے صبری سے میں نے میریؔ سے درخواست کی کہ وہ آنے والے سے کہے کہ فی الحال ملاقات کے لیے میرے پاس وقت نہیں ہے تاہم وہ چاہے تو اسٹیشن کی طرف جاتے ہوئے راستے میں مجھ سے بات چیت کر لے۔میں جیسے ہی گھر سے نکلی میں نے ملاقات کے لیے آنے والے شخص کو دیکھا اور پہچان بھی لیا یہ وہی وجیہہ شخص تھا جس نے کلیولینڈ کی تقریب میں مجھ سے پڑھنے کے لیے مطبوعات تجویز کرنے کو کہا تھا۔

اونچی گاڑی پر تسمے کو پکڑ کر لٹکے ہوئے نیمینؔ نے مجھے بتایا کہ وہ کلیولینڈ کی ایک مقامی سوشلسٹ شاخ سے تعلق رکھتا ہے اور اس نے وہاں کے ارکان کو بے کیف مستقبل بینی اور جوش و جذبے سے محروم پایا ہے۔وہ اب ان کے ساتھ مزید نہیں رہ سکتا اس لیے اس نے کلیولینڈ کو خیر باد کہہ دیا اور اب شکاگو میں کام کر رہا ہے اور انارکسٹوں سے ملنے کو بے چین ہے۔

اسٹیشن پر میرے دوست میرے منتظر تھے جن میں میکسؔ بھی تھا۔میں اس کے ساتھ چند منٹ کے لیے رہنا چاہتی تھی اس لیے میں نے ہپولائیٹؔ سے التجا کی کہ وہ نیمینؔ سے مصاحبت کرے اور اسے اپنے کامریڈوں سے متعارف کرا دیا۔

روچسٹر کے نوجوانوں نے تو گویا مجھے دل میں بٹھا لیا۔میری دونوں بہنوں کے بچے،میرا بھائی ایگورؔ اور اس کے یار اور نوجوان میریؔ سب نے مل جل کر ان ایام کو ایسی دلفریبی سے بھر دیا جو صرف نوجوان مچلتی روحیں کر سکتی ہیں۔یہ بالکل نیا اور دل کو شگفتہ بنانے والا تجربہ تھا جس کی رو میں،میں بھی بہنے لگی۔ہیلیناؔ کے گھر کی چھت ہمارا باغ اور چوپال بن گئی جہاں میرے نوجوان دوست اپنی تمنائیں اور خوابوں کو بتانے کے لیے مجھے ہمراز سمجھنے لگے۔

ان نوعمروں کے ساتھ ہماری پکنکیں خاص طور سے بہت پر لطف ہوتیں۔ہیریؔ،لینا کا بڑا بچہ دس سال کی عمر میں ہی خود کو ریپبلکن کہتا اور انتخابی مہم میں دم بخود کر دینے والا خطیب۔وہ مکنلےؔ کی حمایت کرتا تو اس کی باتیں بہت بھاتیں۔یہ اس کا ہیرو تھا اور وہ خالہ ایماؔ سے بحث کرتا۔خاندان کے اور لوگوں کے ساتھ وہ بھی مجھ پر لٹو تھا۔تاہم اس پر اظہار افسوس کرتا کہ میں اس کی خیمہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بردار نہیں ہوں۔ سیکس، ہیری کا بھائی بالکل مختلف مزاج کا تھا۔ اپنے رکھ رکھاؤ میں وہ ہیلینا سے ملتا تھا اپنی ماں سے بھی بڑھ کر۔ اس میں اول الذکر کا شرمیلا اور بوداپن ملتا جلتا تھا اور دیکھنے میں ویسی ہی افسردگی کا احساس بھی ہوتا۔ اس میں لوگوں کو چاہنے کی لامحدود صلاحیت تھی۔ اس کے لیے مثالی ذات ڈیوڈ کی تھی جو ہیلینا کا دوسرا بیٹا تھا اس کے منہ سے نکلا ہوا ہر لفظ سیکس کے لیے مقدس تھا۔ اس میں حیرانی کی کوئی بات اس لیے نہ تھی کیونکہ ڈیوڈ لڑکپن کا ایک شاہکار نمونہ تھا۔ عمدہ جسم اور خوشگوار چال ڈھال۔ اس کی موسیقی کی خلاف معمول صلاحیت اور ہنسی دل لگی سے لگاؤ نے سب ہی کے دل جیت لیے۔ میں ان سب بچوں کو چاہتی تھی لیکن اسٹیلا کے بعد سیکس میرے دل کے قریب تھا۔ شائید اس کی وجہ یہ تھی کہ مجھے یہ احساس تھا کہ وہ ان مکروہ داؤ پیچ سے عاری تھا جو زندگی کی کشمکش کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔

فری سوسائٹی میں شائع ہونے والے ایک نوٹس کی وجہ سے میری تعطیلات کا ستیاناس ہوگیا۔ جس میں نیمین کے خلاف ایک تنبیہ چھپی تھی۔ اسے اے۔ اسحاک نے تحریر کیا تھا جو اخبار کا مدیر تھا جس میں یہ لکھا تھا کہ ہمیں کلیولینڈ سے خبریں ملی ہیں کہ مذکورہ شخص ایسے سوالات پوچھ رہا ہے جس سے شکوک پیدا ہو رہے ہیں اور یہ بھی کہ وہ انارکسٹ حلقوں میں بھی گھسنے کی کوشش کر رہا ہے۔ جس سے کلیولینڈ کے کامریڈوں نے یہ نتیجہ نکال لیا کہ وہ ایک جاسوس ہے۔

مجھے بہت غصہ آیا۔ ایسی کمزور بنیادوں پر ایسے سنگین الزام لگانا! میں نے اسحاک کو فوراً لکھا کہ مزید معقول ثبوت مہیا کیے جائیں۔ اس نے جواب دیا کہ چونکہ میرے پاس مزید شہادت نہیں ہے اس کے باوجود وہ سمجھتا ہے کہ نیمین ناقابل اعتبار ہے کیونکہ وہ تسلسل سے خونریزی کی باتیں کر رہا ہے۔ جس پر میں نے ایک اور احتجاجی خط لکھا۔ فری سوسائٹی کے اگلے شمارے میں تردید شائع ہوگئی۔

امریکہ کی ملک گیر نمائش جو بفلو میں ہو رہی تھی اس میں مجھے دلچسپی پیدا ہوگئی۔ اس کے علاوہ میرے دل میں نیاگرا آبشار دیکھنے کی آرزو ایک عرصے سے مچل رہی تھی۔ میں اپنے انمول نوجوانوں کو چھوڑ کر اکیلی نہ جانا چاہتی تھی اور میرے پاس اتنی رقم بھی نہ تھی کہ انہیں ساتھ لے جاؤں۔ ڈاکٹر کاپلان جو بفلو کے دوست تھے جنہیں یہ بھی معلوم تھا کہ میں کنبے میں تعطیلات منا رہی ہوں انہوں نے میری دشواریاں رفع کر دیں۔ وہ اس سے پہلے بھی مجھے دورہ کرنے کے لیے کہہ چکے تھے اور کہا تھا کہ میں اپنے دوستوں کو بھی لاؤں۔ جب میں نے انہیں یہ لکھا کہ میرے وسائل اس عیاشی کی اجازت نہیں دیتے تس پر انہوں نے ملک گیر ٹیلی فون کال کے ذریعے یہ پیشکش کی کہ وہ ان اخراجات کے لیے چالیس ڈالر دے سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ میری ہفتہ بھر میزبانی بھی کریں گے۔ جان جوکھوں میں ڈالنے کی امید میں مارے خوشی کے میں بڑی عمر کے بچوں کو لے کر بفلو جا پہنچی۔ کئی تقریبات میں ہماری بڑی آؤ بھگت ہوئی۔ آبشار کی سیر کی اور نمائش بھی دیکھی۔ اس کے علاوہ موسیقی اور پارٹیوں سے بھی لطف اٹھایا ساتھ ساتھ کامریڈوں کے اجتماعات بھی ہوئے جہاں نئی نسل کے لوگوں نے حصہ لیا اور برابری کی بنیادوں پر مباحثوں میں حصہ لیا۔

جب میں روچسٹر لوٹی تو مجھے ساشا کے دو خط ملے۔ پہلا والا خفیہ زبان میں مورخہ ۱۰ جولائی والا تھا جو بظاہر تر سیلی دشواریوں کی وجہ سے دیر میں پہنچا۔ اس کے مندرجات نے مجھے یاس میں دھکیل دیا۔ مضمون یہ تھا۔

''اسپتال جا جا کر میں نے ابھی ابھی جکڑ بند سے نجات پائی ہے وہ بھی آٹھ دن کے بعد۔ سال بھر سے زیادہ مدت' میں قید تنہائی میں گزار چکا ہوں۔ ایک زمانے سے میں ڈاک اور پڑھنے لکھنے کے مواد سے محروم رکھا گیا ہوں۔۔۔۔ میں ایک بہت بڑے بحران سے گزر رہا ہوں۔ میرے دو بہترین دوست خوفناک حالات میں مر چکے ہیں۔ رسل کی موت نے مجھے خصوصاً متاثر کیا۔ وہ بہت کم عمر تھا جو مجھے بہت عزیز بھی تھا۔ وہ میرا جانثار تھا اور اسے اندوہناک موت سے واسطہ پڑا۔ ڈاکٹر نے اس پر بناوٹی علالت کا الزام لگایا تھا لیکن وہ اب یہ کہتا ہے کہ اس کی ریڑھ کی ہڈی میں گردن توڑ بخار پیوست ہوگیا تھا۔ میں تمہیں یہ ڈراؤنا سچ کیسے بیان کروں..... یہ کچھ بھی نہیں بلکہ قتل عمد تھا۔ اور میرا ستم رسیدہ دوست ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا۔ جب وہ مر گیا تو انہوں نے اس کی پیٹھ پر ناسور کے آبلے پائے جو دیر تک لیٹنے سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اگر تم اس اذیت ناک خط کو پڑھ سکو جو اس نے مجھے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لکھے تھے جس میں اس نے مجھ سے التجا کی تھی کہ میں اس سے ملوں اور اس کی تیمارداری کروں! لیکن وارڈن نے مجھ اجازت نہ دی۔ نہ جانے کیسے اس کی تکلیف کو میں محسوس کرنے لگا اور میں خود کو اسی درد اور علامات میں مبتلا پانے لگا جنہیں رسّل نے اپنے رقعوں میں بیان کیا تھا۔ میں نے اس کیفیت کو اپنے مریضانہ تخیل پر محمول کیا' جس سے میں زور آزمائی کرنے لگا مگر معاً میری لاتوں میں فالج کی علامات نمودار ہونے لگیں اور میں اپنی حرام مغز میں چیرنے والا درد محسوس کرنے لگا جیسا رسّل پر گزر چکا تھا۔ میں گھبرا گیا کہ مجھے بھی ایسی ہی موت نصیب ہوگی جیسی میرے غریب دوست کے حصے میں آئی..... میں تو بس خودکشی کرنے ہی جا رہا تھا کہ میں نے مطالبہ کیا کہ مجھے بند کوٹھڑی سے نکالا جائے مگر وارڈن نے ہدایت دیں کہ سزا جاری رہے۔ یوں مجھے جکڑ بند پہنا دیا گیا۔ انہوں نے میرے جسم کو کرچ میں کس دیا اور میری کلائیاں بستر سے باندھ دی گئیں اور لاتوں کو کھمبوں میں زنجیر سے باندھ دیا گیا۔ مجھے اس حال میں آٹھ دن تک رکھا گیا۔ میں جنبش نہ کر سکتا اور میں اپنے گو موت میں لتھڑتا رہا۔ رہا ہونے والے قیدیوں نے جب نئے انسپکٹر کی توجہ اس جانب مبذول کرائی تو اس نے یہ تسلیم کرنے سے یکسر انکار کر دیا کہ اصلاحی جیل میں ایسی چیزیں بھی ہو سکتی ہیں۔ یہ خبریں پھیل گئیں کہ میں اندھا ہو چکا ہوں اور حواس کھو بیٹھا ہوں۔ اس پر انسپکٹر نے اسپتال کا دورہ کیا اور مجھے جکڑ بند سے رہا کرایا۔ میری بری حالت ہے لیکن انہوں نے مجھے اب عام وارڈ میں رکھا ہے۔ میں خوش ہوں کہ مجھے تمہیں یہ رقعہ بھیجنے کا موقعہ مل رہا ہے۔

دوستو! یہ کہیں بہتر ہوتا کہ ساشا کو پاگل خانے میں داخل کر دیا جاتا یا اسے اپنی جان لے لینے دی جاتی۔ میرے یہ خیالات کتنے احمقانہ ہیں کہ میں خواب و خیال کی دنیا میں رہتی ہوں جو نوعمری کے تصورات اور خوش باشی پر مبنی ہیں جبکہ ساشا پر جہنم والی اذیت بیت رہی ہے۔ میرا دل رو رہا تھا۔ یہ تو ناانصافی ہے کہ وہ اکیلا ہی قیمت چکاتا رہے..... یہ تو سراسر ظلم ہے! میرے نوعمر دوستوں نے بڑی دردمندی سے مجھے گھیر لیا۔ اسٹیلا کی بڑی بڑی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا رہی تھیں۔ ایگور نے دوسرا خط میری جانب بڑھایا اور کہا ''یہ بعد کی تاریخ کا ہے۔ ممکن ہے اس میں کوئی اچھی خبر ہو۔'' مجھے تو اسے کھولتے ہوئے ڈر لگ رہا تھا۔ میں نے بمشکل پہلا پیراگراف ہی پڑھا تا کہ میں مارے خوشی کے چلائی۔ ''بچّو..... اسٹیلا..... ایگور! ساشا کی سزا میں تخفیف کر دی گئی ہے! بس پانچ برس اور اس کے بعد وہ آزاد ہوگا! ذرا سوچو تو، صرف پانچ سال اور!'' سانس روکے ہوئے میں پڑھتی گئی۔ ''میں اس سے پھر سے ملنے جا سکتی ہوں!'' میں مارے خوشی کے زور سے بولی۔ ''نئے وارڈن نے اس کی مراعات بحال کر دی ہیں..... وہ اپنے دوستوں سے اب مل سکتا ہے!'' میں کمرے بھر میں ناچنے لگی ہنسے جاتی اور روئے بھی جاتی۔

ہیلینا سیڑھیاں پھلانگتی ہوئی اوپر آ گئی پیچھے پیچھے جیکب ''کیا معاملہ ہے؟ کیا ہو گیا؟'' میں صرف رو سکی۔ ''ساشا! میرا ساشا!'' میری بہن نے آہستہ سے کھینچ کر مجھے صوفے پر بٹھا لیا، میرے ہاتھ سے خط لے لیا اور کانپتی آواز میں با آواز بلند پڑھنے لگی۔

براہ راست بکس نمبر اے ۔ ۷
الیگھنی سٹی۔ پا۔ جولائی ۲۵ ۱۹۰۱ء

عزیز دوست.....

میں نہیں کہہ سکتا کہ تمہیں خط لکھنے کی دوبارہ اجازت ملنے سے میں کتنا خوش ہوں۔ میری مراعات کو ہمارے نئے انسپکٹر نے بحال کر دیا ہے جو ایک نیک دل آدمی ہے۔ اس نے مجھے کوٹھڑیا کی قید سے بھی رہائی دے دی ہے اب میں دوبارہ اوروں کے ساتھ ہوں۔ انسپکٹر نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ میں میری حالت کے متعلق جو تفصیلات حال ہی میں اخبارات میں چھپی ہیں انہیں نہ مانیں۔ میں کافی عرصے سے ٹھیک نہیں ہوں لیکن مجھے امید ہے کہ جلد ہی بہتر ہونے لگوں گا۔ میری بینائی بہت خراب ہو گئی ہے۔ انسپکٹر نے اس کی اجازت بھی دے دی ہے کہ ایک ماہر چشم معائنہ کرے۔ ازراہ کرم تم مقامی کامریڈوں کی مدد سے اس کا انتظام کرو۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ایک اور بہت اچھی سی خبر ہے، اے عزیز دوست، سزا میں تخفیف کا ایک اور قانون منظور ہوا ہے جس کے تحت میری سزا میں ڈھائی برس کی کمی ہوگئی ہے۔ اب بھی ایک طویل اسیری باقی ہے، بے شک۔ کوئی چار برس یہاں اور ایک سال کارگاہ میں۔ تاہم یہ ایک قابل ذکر فائدہ ہے اور اگر مجھے دوبارہ قید تنہائی میں نہ ڈالا گیا..... ممکن ہے..... حالانکہ یہ کہتے ہوئے مجھے ڈر لگ رہا ہے..... کہ میں باہر آنے تک جیوں گا۔ مجھے یہ لگتا ہے جیسے میں دوبارہ جنم لے رہا ہوں۔''

نئے قانون میں متناسب اصول کے تحت کم میعاد کی سزا پانے والوں کو ان قیدیوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ رعایت ملے گی جو طویل مدت کی سزائیں بھگت رہے تھے۔ صرف بچارے عمر قید والے لوگ اس قانون کے دائرہ اثر سے باہر تھے۔ ہم لوگ کچھ عرصے تک بہت فکر مند رہے کیونکہ بہت سی افواہیں گشت کر رہی تھیں کہ اس قانون کو غیر آئینی کہہ کر منسوخ کر دیا جائے گا۔ خوش قسمتی سے ایسی تمام مساعی جن کے ذریعہ اس سے پہنچنے والے مراعات کالعدم ہو جاتیں ناکام ثابت ہوئیں۔ ان لوگوں کی عقل پر ماتم کیجئے جو قیدیوں کو تھوڑی سی رعایت ملنے کو غیر آئینی سمجھ رہے تھے بمقابلہ سزا میں تخفیف کے اس قانون کے جو چالیس سال پہلے منظور ہوا تھا۔ جیسے بدنصیبوں کے حق میں ذرا سی رعایت..... یہی انصاف ہے..... اور آیا یہ اتنا ہی نامناسب ہے جس سے جیفرسن کی روح شرمانے لگے! ہمیں نئے قانون کے انجام کے متعلق بہت تشویش تھی لیکن بالآخر پہلی ٹولی رہا کر دی گئی اور اس پر خوب جشن منائے جا رہے ہیں۔

اس نئے قانون کی ایک مخصوص تاریخ ہے جس سے ممکن ہے آپ کو دلچسپی ہو۔ اس کی روشنی ذیلی معاملات پر بھی پڑتی ہے۔ اسے بڑی ہوشیاری سے اس طرح تیار کیا گیا جس سے ایک وفاقی افسر کو فائدہ پہنچانا تھا جسے حال میں اس جرم پر سزا ہوئی تھی کہ اس نے فلاڈیلفیا کے دو تمباکو کی مصنوعات تیار کرنے والے دولتمند اشخاص کی ایسی اعانت کی تھی جس میں حکومت سے کئی ملین ڈالر کی ٹھگی کی گئی۔ اس کے لیے جعلی ٹیکس اسٹیمپ استعمال کیے گئے تھے۔ ان کے اثر و رسوخ نے کام دکھایا جس سے سزا میں تخفیف کا بل پیش ہوا اور عجلت میں منظور کر لیا گیا۔ قانون تو ان کی سزا کو آدھا کر دیتا مگر چند اخبارات کو یہ امر ناگوار گزرا کہ انہیں اس ''سودے'' سے کیوں بے خبر رکھا گیا یوں احتجاجات نے پھندا تنگ کرنا شروع کر دیا۔ بالآخر معاملہ ریاست ہائے متحدہ کے اٹارنی جنرل کے سامنے پیش ہوا جس نے یہ فیصلہ دیا کہ جن افراد کے مخصوص مفاد میں یہ قانون منظور کرایا گیا تھا انہیں اس سے فائدہ نہ پہنچنا چاہئے کیونکہ کوئی ریاستی قانون وفاقی اسیروں پر نہیں لاگو ہوتا۔ زیر بحث معاملہ وفاقی تخفیفی قانون کے تابع ہے۔ آپ سیاستدانوں کا تڑپنا دیکھیں! ایک کوشش یہ بھی ہوئی کہ نئے قانون کے اطلاق کو معطل کر دیا جائے جو خوش قسمتی سے ناکام رہی اور یوں ریاست کے ''عمومی'' قیدی جن کو فائدہ پہنچانے کے لیے یہ قانون نہیں بنا تھا وہ رہا ہونے لگے۔ قانون سازوں نے بے خیالی میں ان بدنصیبوں کو بہت سی خوشی دے ڈالی۔

میں یہ تحریر جب لکھ رہا تھا تو ایک عارضی سی رکاوٹ ہوئی اور مجھے کسی سے ملنے کے لیے باہر بلایا گیا۔ یہ مجھے اچھا نہ لگا یہ میرا پہلا کامریڈ تھا جس سے میں نو برس میں پہلی مرتبہ مل رہا تھا۔ یہ ہیری گورڈن تھا اور میں اس کو دیکھ کر اتنا دل گرفتہ ہوا کہ مجھ سے بولا نہ گیا۔ اسی نے نئے انسپکٹر کو اس پر آمادہ کیا ہوگا کہ وہ اسے ایک پاس جاری کرائے۔ آخر الذکر قائم مقام وارڈن ہے کیونکہ کیپٹن رایٹ بیمار ہو گیا ہے۔ شائید وہ مجھے اپنی بہن سے بھی ملنے دے گا۔ کیا تم ازراہ کرم اس سے رابطہ کر سکتی ہو؟ اسی اثناء میں، میں ایک پاس حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ از سر نو پیدا ہونے والی امید اور تمہاری پر بہار یادوں کے ساتھ..... ایکس

آخر کار، بالآخر معجزہ رونما ہوا۔ ہیلینا ڈبڈبائی آنکھوں کے ساتھ پر مسرت انداز میں چلائی۔ وہ ہمیشہ سے ساشا کی مداح تھی۔ اس کی اسیری کے آغاز سے وہ اس کے حالات میں گہری دلچسپی لیتی رہی اور چھوٹی سی چھوٹی خبر پر توجہ دیتی جو اس کی زندہ قبر سے آتی۔ وہ میرے دکھ میں شریک رہی اور اب میرے ساتھ اس خوشگوار خبر پر مسرور تھی۔

ایک مرتبہ پھر میں مغربی اصلاحی جیل کی دیواروں کے اندر کھڑی تھی۔ میرا دل دھڑ دھڑ کر رہا تھا اور میں اپنی قوت سماعت کو ساشا کے قدموں کی چاپ پر لگائے ہوئے تھی۔ نومبر ۱۸۹۲ء کے اس دن کو بیتے نو برس ہو چکے تھے جب مجھے لمحہ بھر کے لیے اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے ملنے کا موقعہ دیا گیا تھا۔ تا کہ مجھے نوچ کر اس سے جدا کیا جائے۔۔۔۔۔ یہ نو سال حزن وغم کی صدیوں سے بھرے ہوئے تھے۔

''ساشا!'' میں پھیلے ہوئے بازوؤں کے ساتھ اس کی طرف بھاگی۔ میں نے ایک محافظ کو دیکھا جو اس کے پہلو میں خاکستری رنگ کے سوٹ میں ملبوس تھا۔ اور وہی خاکستری رنگ اس کی آنکھوں میں بھی تھا۔ آیا ساشا یہی ہے۔ اتنا بدلا ہوا اتنا دبلا اور نحیف؟ وہ میرے پاس گم سم بیٹھا رہا اور میری جیبی گھڑی کی زنجیر سے کھیلتا رہا۔ میں بڑے تناؤ میں اس کے منہ سے کوئی لفظ نکلنے کی منتظر رہی۔ ساشا نے چوں نہ کی۔ وہ صرف ٹکٹکی باندھے دیکھے جا رہا تھا اور اس کی نظریں میری روح میں پیوست ہوئی جا رہی تھیں۔ وہ ساشا کی آنکھیں تھیں حیران اور ستم رسیدہ آنکھیں۔ وہ مجھے رونے پر اکسا رہی تھیں لیکن میں بھی گم سم رہی۔

''وقت ختم ہو گیا'' اس آواز سے گویا میرا خون جم گیا۔ بھاری قدموں سے میں نے راہداری کی راہ لی احاطے سے ہوتی ہوئی آہنی پھاٹک تک پہنچی اور وہاں سے سڑک پر۔

اسی روز میں ایکھنی شہر سے سینٹ لوئیس کے لیے روانہ ہو گئی جہاں مجھے لینے کارل نوڈ آیا تھا جس سے میں تین برس سے نہیں ملی تھی۔ وہ ویسا ہی مہربان کارل تھا جو ساشا کی خیریت سننے کے لیے بے چین تھا۔ اسے یہ خبر پہلے ہی مل چکی تھی جس سے اس کی حیثیت خلاف توقع بدل گئی تھی اس پر وہ بہت نازاں تھا۔ ''گویا تم اس سے مل آئیں'' وہ چہکا ''مجھے جلدی سے اس کے متعلق بتاؤ۔''

میں نے اس بھیانک دورے کے متعلق وہ سب کچھ بتایا جو بتا سکتی تھی۔ جب میں نے ختم کر لیا تو وہ بولا ''میری دانست میں تمہارا جیل کا دورہ اس کی قید تنہائی کا سال ختم ہوتے ہی فوراً ہو گیا۔ ایک سال کی جبری تنہائی جس میں کسی اور ذی نفس سے ایک لفظ کے تبادلے کا بھی موقع نہ ملے یا کوئی پر لطف آواز کان میں نہ پڑے تو اس سے اعصاب سن ہو جاتے ہیں اور آدمی اس قابل نہیں رہتا کہ وہ کسی دوسرے انسان سے رابطہ کرنے کی خواہش کرے۔'' میں ساشا کی خوفناک خاموشی کا سبب سمجھ گئی۔

اگلے دن، چھ ستمبر کو میں سینٹ لوئیس کی تمام مشہور کتابوں کی دکانوں اور ناولٹی اسٹورز میں اِڈ کی فرم کے مال کی فروخت کے سلسلے میں دوڑ بھاگ کرتی رہی۔ لیکن میں مال کے نمونے سے کسی کو متاثر نہ کر سکی۔ صرف ایک اسٹور میں مجھ سے کہا گیا کہ اگلے دن آ کر باس سے ملوں۔ جب میں تھکی ہاری سڑک کے کنارے کھڑی ٹرام کی منتظر تھی کہ میں نے اخبار فروش لڑکے کی چیخ سنی۔ ''ضمیمہ! ضمیمہ! صدر میکنلے کو گولی مار دی گئی!'' میں نے ایک اخبار خرید لیا مگر ٹرام اتنی بھری ہوئی تھی کہ اس میں مطالعہ ناممکن تھا۔ لیکن میرے چاروں طرف لوگ صدر پر قاتلانہ حملے پر گفتگو کر رہے تھے۔

کارل مجھ سے پہلے گھر پہنچ چکا تھا۔ وہ پوری روداد پڑھ چکا تھا۔ بفلو میں نمائش کے میدان میں صدر پر 'لیون زولگوز' نامی نوجوان نے گولی چلا دی۔ ''میں نے یہ نام کبھی نہیں سنا'' کارل بولا ''کیا تم نے سنا ہے؟'' ''نہیں، کبھی نہیں'' میں نے جواب دیا۔ ''یہ تمہاری خوش نصیبی ہے کہ تم بفلو میں نہیں ہو اور یہاں ہو۔'' وہ کہنے لگا ''معمول کے مطابق اخبارات تمہارا نام اس معاملے سے نتھی کر دیں گے۔'' ''یہ سب واہیات ہے! امریکی اخبارات زور تخیل پر چلتے ہیں، لیکن وہ شائید ہی ایسی احمقانہ کہانی تخلیق کر سکیں۔''

آئندہ روز میں اسٹیشنری اسٹور جا پہنچی تا کہ مالک سے ملاقات کروں۔ بڑی ردوکد کے بعد میں ایک ہزار ڈالر کی مالیت کے برابر کا سودا طے کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ یہ آج تک کے ہونے والے سودوں میں سب سے بڑا تھا۔ بات فطری تھی کہ میں اس پر بہت خوش ہوتی۔ جب میں اس کی منتظر تھی کہ وہ صاحب سودے کو تحریری صورت میں لے آئیں۔ اسی وقت میری نظر اس کی میز پر رکھے ہوئے اخبار کی سرخی پر پڑی۔ ''صدر میکنلے کا حملہ آور ایک انارکسٹ نکلا جس نے یہ اعتراف کر لیا کہ اس کام کے لیے اسے اکسانے والی عورت ایما گولڈ مان ہے۔ اس انارکسٹ عورت کی تلاش جاری ہے۔''

بہت ضبط نفس سے کام لے کر میں نے چہرے بشرے کا اطمینان قائم رکھا اور اسٹور سے نکل کر چل دی۔ پہلے نکڑ پر میں نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کئی اخبارات خریدے اور ریسٹورنٹ میں چلی گئی تا کہ انہیں پڑھ سکوں۔ وہ سانحے کی تفصیلات سے بھرے ہوئے تھے۔ شکا گو میں اسحاکؔ کے گھر پر پولیس کے دھاوے کی بھی خبر تھی اور تمام مکینوں کی گرفتاری کی بھی خبر تھی۔ ارباب اختیار زیر حراست افراد کو اس وقت تک نہ چھوڑیں گے جب تک ایما گولڈ مانؔ نہیں مل جاتی۔ اخبارات کا یہ بیان تھا۔ دو سو جاسوسوں کو ملک بھر میں بھیجا جا چکا ہے تا کہ ایما گولڈ مان کا سراغ لگایا جائے۔

ایک اخبار کے اندر کے صفحے میں میکنلےؔ کے قاتل کی تصویر تھی۔ ''کیوں، ارے یہ تو نیمینؔ ہے'' ہائے میں تو مر گئی!

جب میں تمام اخبارات دیکھ چکی تو یہ امر مجھ پر واضح ہو چکا تھا کہ مجھے بلا تاخیر شکا گو جانا ہوگا۔ اسحاکؔ کنبہ، ہپولائیٹ، ہمارا عمر رسیدہ کامریڈ جے۔ فاکسؔ جو مزدور تحریک کا ایک سرگرم کارکن ہے اور کئی دیگر افراد بلا ضمانت اس وقت تک حراست میں رکھے جائیں گے جب تک انہیں میں نہیں مل جاتی۔ بات سادہ سی ہے کہ میرا فرض یہ ہے کہ میں خود کو ان کے حوالے کر دوں۔ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ نہ تو اس کی کوئی وجوہ ہیں اور نہ ہی اس کا کوئی ثبوت جس سے مجھے اس گولی چلنے کے واقعے سے منسلک کر دیا جائے۔ مگر مجھے شکا گو جانا پڑے گا۔

میں نے جیسے ہی سڑک پر پاؤں رکھا نا گاہ ''وی'' سے مڈبھیڑ ہو گئی وہ نیو میکسیکو کا دولتمند شخص جس نے چند سال پہلے لاس اینجلسؔ میں میری تقریر کے انتظامات کیے تھے۔ جونہی اس کی نظر مجھ پر پڑی وہ مارے ڈر کے سفید ہو گیا۔ ''خدا کے واسطے ایماؔ بتاؤ تم یہاں کیا کر رہی ہو؟'' وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں چلایا۔ ''کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ملک بھر کی پولیس تمہیں تلاش کر رہی ہے؟'' جب وہ مجھ سے بات کر رہا تھا تو اس کی آنکھیں گھبراہٹ میں پوری گلی کا جائزہ لے رہی تھیں۔ بات صاف تھی کہ اس پر گھبراہٹ چھائی ہوئی تھی۔ میں یہ اطمینان کر لینا چاہتی تھی کہ وہ اس شہر میں میری موجودگی کو فاش نہ کرے گا۔ بے تکلفی سے میں نے اس کا بازو تھام لیا اور سرگوشی میں کہا ''کہ ہمیں کسی سنسان جگہ پر جانا چاہیے۔''

ہم ایک کنارے میں بیٹھ گئے جو دوسرے مہمانوں سے الگ تھلگ تھا اور میں نے اس سے کہا ''ایک مرتبہ تم نے اپنی لازوال محبت کا ذکر کیا تھا، یہاں تک کہ تم نے مجھے شادی کی بھی پیشکش کی تھی یہ صرف چار سال کی بات ہے۔ اس محبت میں سے کیا اب بھی کچھ باقی ہے؟ اگر ایسا ہے تو تم مجھ سے ایفائے عہد کرو کہ تم کسی سے اس کا ذکر نہ کرو گے کہ تم نے مجھے یہاں دیکھا ہے؟ میں سینٹ لوئیس میں گرفتار ہونا نہیں چاہتی۔ میں یہ اعزاز شکا گو کو دینا چاہتی ہوں۔ مجھے جلدی سے بتاؤ کہ میں تمہارے مہر بلب رہنے پر بھروسہ کر سکتی ہو'' اس نے صدق دل سے وعدہ کر لیا۔

جب ہم گلی میں برآمد ہوئے تو وہ دوسری سمت تیزی سے چلنے لگا۔ مجھے اطمینان تھا کہ وہ اپنی بات پر قائم رہے گا اور مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ میرا سابقہ یار سورما مزاج نہیں ہے۔

جب میں نے کارلؔ کو بتایا کہ میں شکا گو جا رہی ہوں تو اس نے کہا کہ تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔ اس نے مجھے سمجھایا کہ مجھے اس ارادے سے باز آ جانا چاہیے۔ لیکن جب میں اڑی رہی تو وہ مجھے چھوڑ کر چند قابل اعتماد دوستوں کو جمع کرنے چل دیا جن کے مشورے کو اس کے خیال میں، میں اہمیت دیتی ہوں۔ اسے امید تھی کہ وہ مجھے آمادہ کر لیں گے کہ میں خود کو حوالے نہ کروں۔ وہ لوگ مجھے گھنٹوں قائل کرتے رہے مگر وہ میرا فیصلہ بدلوانے میں ناکام رہے۔ میں نے ان سے مذاقاً یہ بھی کہا کہ انہیں چاہیے کہ وہ میرے اعزاز میں عمدہ سی الوداعی تقریب کریں۔ غالباً اس لیے کیونکہ شاید ہمیں ایک خوشگوار شام منانے کا پھر کوئی موقع نہ ملے۔ انہوں نے ایک ریسٹورینٹ میں ایک نجی طعام گاہ کرائے پر لے لی جہاں پر ہماری پرتعیش دعوت ہوئی اور پھر میں ان سب کے ہمراہ واباش اسٹیشن گئی۔ کارلؔ نے میرے لیے سونے والی سیٹ کا ٹکٹ خرید اتھا۔

صبح کے وقت ہمارا ڈبہ بفلو کے سانحے سے گونج رہا تھا جس میں زولگوزؔ اور ایما گولڈ مان کی تکرار جاری تھی۔ ''ایک درندہ، خون کی پیاسی عفریت ہے!'' میں نے کسی کو کہتے ہوئے سنا۔ ''اب تک گرفتاری کے بعد وہ قید میں ہو گی۔'' ''قید میں رکھنا فضول ہے!'' دوسرا بولا ''اس عورت کو تو بجلی کے کھمبے سے لٹکا دیا جائے۔''

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں اپنے بستر پر لیٹی ان نیک دل مسیحیوں کی باتیں سن رہی تھی اور دل ہی دل میں اس خیال پر ہنس رہی تھی کہ ان کی کیا حالت ہوگی اگر میں باہر نکل آؤں اور یہ اعلان کردوں ''کہ خواتین وحضرات جو جناب مسیح کے سچے پیروکار ہیں، ایما گولڈ مان آپ کے سامنے حاضر ہے!'' مگر مجھ میں اتنی ہمت نہ ہوئی کہ انہیں ایسا گہرا صدمہ پہنچاتی اور پردے کے پیچھے پڑی رہی۔

ٹرین کے اسٹیشن میں داخل ہونے سے نصف گھنٹہ پہلے میں نے کپڑے پہن لیے۔ میں نے ملاحوں والا ہیٹ سر پر جمایا اور ایک چمکدار جالی چڑھالی جس کا ان دنوں رواج تھا۔ میں نے اپنی عینک اتار لی اور پردہ چہرہ پر کھینچ لیا۔ پلیٹ فارم پر لوگوں کے ہجوم سے کھوے سے کھوا چھل رہا تھا۔ ان میں کئی ایسے لگ رہے تھے جیسے جاسوس ہوں۔ میں نے اپنے ایک ہمسفر سے کہا کہ وہ ازراہِ کرم میرے دوسوٹ کیسوں پر نظر رکھے اتنی دیر میں قلی کی تلاش میں نکل پڑی۔ بالآخر مجھے ایک مل گیا۔ میں پلیٹ فارم کے ایک سرے سے دوسرے کنارے تک اپنے سامان تک چلتی ہوئی گئی۔ وہاں سے قلی کے ساتھ دوبارہ واپس سامان تلوانے کے کمرے تک آئی۔ وہاں سے رسید لی اور اسٹیشن سے روانہ ہوگئی۔

وہاں صرف ایک شخص میکس تھا جسے میری آمد کا علم تھا جسے میں نے چلنے سے پہلے مخفی تار بھیجا تھا۔ اس سے پہلے کہ اس کی نظر مجھ پر پڑتی میں نے اسے دیکھ لیا۔ اس کے قریب سے دھیمی رفتار سے چلتے ہوئے میں نے سرگوشی کی۔ ''تم اگلی گلی کی طرف چلو، میں بھی پہنچتی ہوں۔'' میرا کوئی تعاقب نہیں کر رہا تھا۔ میکس کے ساتھ ادھر ادھر مٹر گشتی کرنے کے بعد اور آدھ درجن ٹراموں کو بدلنے کے بعد ہم اپنے اپارٹمنٹ پہنچ گئے جہاں وہ اور ملّی (پک) مقیم تھے۔ دونوں ہی نے میری حفاظت کے متعلق گہری تشویش ظاہر کی۔ میکس کہے گیا کہ میرا شکاگو آنا نادانی ہے۔ صورتحال، اس کے بقول ۱۸۸۷ء کے واقعات کی تکرار ہے۔ صحافت اور پولیس خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔ ''انہیں تو بس تمہارا خون چاہئے۔'' اس نے دہرایا۔ جبکہ وہ اور ملّی مجھ سے ملک چھوڑ دینے کی التجائیں کرتے رہے۔

شکاگو میں میرے قیام کا فیصلہ حتمی تھا۔ مجھے اندازہ ہوگیا کہ میں ان کے گھر پر نہیں قیام کرسکتی اور نہ ہی کسی اور غیر ملکی کامریڈ کے ساتھ۔ تاہم میرے امریکی دوست بھی تھے جن کی شہرت بطور انارکسٹ نہ تھی۔ میکس نے مسٹر اور مسز ''این'' (N) کو اطلاع دے دی جن کے متعلق مجھے معلوم تھا کہ دونوں مجھے اور میری قربت کو بہت عزیز رکھتے ہیں۔ وہ فوراً آگئے۔ وہ میرے لیے پہلے سے فکرمند تھے لیکن ان کی دانست میں، میں ان کے ہاں محفوظ رہوں گی۔ یہ انتظام صرف دن کے لیے تھا کیونکہ میرا منصوبہ یہ تھا کہ جس قدر جلد ممکن ہوا میں خود کو پولیس کے حوالے کردوں گی۔

مسٹر 'این' ایک دولتمند مبلغ کا بیٹا تھا ایک فیشن ایبل علاقے میں رہتا تھا ''کیا کوئی سوچ سکتا ہے کہ میں ایما گولڈ مان کو پناہ دے سکتا ہوں۔'' یہ اس نے اس وقت کہا جب وہ اپنے گھر پر پہنچ گیا۔ دوشنبے کے دن دیر گئے سہ پہر میں مسٹر 'این' جب دفتر سے لوٹا تو اس نے بتایا کہ شکاگو ٹریبون سے پانچ ہزار ڈالر کمانے کا ایک موقع ہاتھ آگیا ہے اگر تم اسے انٹرویو دے دو۔ ''خوب'' میں نے جواب دیا۔ ''ہمیں مقدمے کی پیروی کے لیے رقم کی ضرورت ہوگی۔'' ہم نے اس بات پر اتفاق کرلیا کہ مسٹر 'این' اخبار کے نمائندے کو اگلی صبح میں اپنے اپارٹمنٹ میں لائے گا۔ اور تب ہم تینوں ایک ساتھ پولیس کے صدر دفتر کی جانب روانہ ہوجائیں گے۔ شام میں میکس اور ملّی آگئے۔ میں نے اپنے دوستوں کو کبھی بھی اتنی اعصابی بے چینی میں نہیں دیکھا تھا۔ میکس نے اپنی بات دہرائی کہ مجھے جان بچانے کے لیے فرار ہوجانا چاہئے ورنہ دوسری صورت میں میرے گرد پھندا تنگ ہو رہا ہے۔ ''اگر تم پولیس کے ہتھے چڑھ گئیں تو تم کبھی زندہ نہ واپس آؤ گی۔'' اس نے مجھے متنبہ کیا۔ ''وہی ہوگا جو البرٹ پارسن پر گزر چکی ہے۔ تم ہمیں اجازت دو کہ ہم تمہیں کینیڈا پہنچا دیں۔''

ملّی مجھے ایک طرف لے گئی ''جمعہ سے میکس نے نہ کچھ کھایا ہے اور نہ ہی سویا ہے۔ وہ پوری رات فرش پر ٹہلتا رہتا ہے اور یہی کہے جاتا ہے 'ایما ختم ہوچکی ہے' وہ اسے مار ڈالیں گے۔'' اس نے مجھ سے گڑگڑا کر کہا کہ میں میکس کو تسلی دینے کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

خاطر اس سے وعدہ کرلوں کہ میں کینیڈا فرار ہونے کے لیے تیار ہوں۔ چاہے میرا یہ کرنے کو جی نہ بھی چاہ رہا ہو۔ میں نے میکس سے حامی بھرلی اور فرار کے لیے انتظامات کرنے کو کہا۔ مارے خوشی کے اس نے مجھے اپنے بازوؤں میں لے لیا۔ ہم لوگوں نے یہ فیصلہ کیا میکس اور ملّی آئندہ صبح میں ایسے کپڑے لے کر آئیں گے جس سے میں بھیس بدل سکوں۔

میں نے رات کا زیادہ حصہ ان خطوط اور کاغذات کے پھاڑنے میں صرف کیا جن سے میرے دوستوں کے ملوث ہونے کا امکان تھا۔ جب تمام انتظامات مکمل ہوگئے تو میں سونے چلی گئی۔ صبح میں مسز 'این' دفتر چلی گئیں اور اس کا شوہر شکاگو ٹریبیون چلا گیا۔ ہم نے فیصلہ کرلیا تھا کہ اگر کوئی پوچھے گا تو میں خود کو خادمہ ظاہر کروں گی۔

کوئی نو بجے کے قریب جب میں نہا رہی تھی میں نے ایسی آوازیں سنیں جیسے کوئی کھڑکی کی سِل کو کھرچ رہا ہو۔ میں نے شروع میں اس کی طرف توجہ نہ دی۔ میں نے بہ اطمینان غسل مکمل کیا اور لباس پہننے لگی۔ اس وقت شیشہ ٹوٹنے کی آواز آئی۔ میں نے جلدی سے چغہ پہنا اور کھانے کے کمرے میں تحقیق کی غرض سے جا پہنچی۔ ایک آدمی ایک ہاتھ میں کھڑکی کی سل پکڑے تھا اور دوسرے ہاتھ میں بندوق لیے تھا۔ ہم تیسری منزل پر مقیم تھے اور راہ فرار کوئی نہ تھی۔ میں پکاری ''خیال رکھو کہیں اپنی گردن نہ توڑ لینا!'' ''خدا تمہیں غارت کرے تم دروازہ کیوں نہیں کھول رہیں کیا بہری ہو؟'' وہ کھڑکی میں پینگ لے کر داخل ہوا اور کمرے میں موجود تھا۔ میں داخلے کے دروازے کی طرف گئی اور اسے کھول دیا۔ بارہ آدمی جن کی رہنمائی ایک دیوہیکل شخص کر رہا تھا جمع ہوگئے۔ رہنما نے مجھے بازو سے دبوچ لیا اور چلایا ''تم کون ہو؟'' ''میں انگریزی نہیں بولتی..... سویڈش ملازمہ ہوں۔'' اس نے اپنی گرفت ڈھیلی کر کے مجھے چھوڑ دیا اور اپنے لوگوں سے جگہ کی تلاشی لینے کو کہا۔ میری جانب مڑا اور چلایا ''پیچھے کھڑی ہو! ہمیں ایما گولڈ مان کی تلاش ہے'' پھر اس نے میری طرف ایک تصویر بڑھائی۔ ''اسے دیکھو؟ ہمیں اس عورت کی تلاش ہے۔ یہ کہاں ہے؟'' میں نے اپنی انگلی سے تصویر کی طرف اشارہ کیا اور کہا ''یہ عورت یہاں نہیں ہے۔ یہ تو بھاری بھرکم عورت ہے۔ تم اسے ان چھوٹے بکسوں میں دیکھ رہے ہو جو وہاں نہ ملے گی..... وہ تو بہت بڑی سی ہے۔'' ''ارے بکواس بند کرو!'' وہ پھر چیخا ''تم نہیں جانتی کہ یہ انارکسٹ کیا نہیں کر سکتے۔''

جب وہ پورے گھر کو چھان چکے اور ہر چیز تہ و بالا کرنے کے بعد دیوقامت کتابوں کی الماری کی طرف بڑھا۔ ''لعنت ہو، یہ تو تبلیغ کا مستقل کمرہ ہے۔'' اس نے تبصرہ کیا۔ ''ان کتابوں پر نظر دوڑاؤ، میرے خیال میں ایما گولڈ مان یہاں نہیں ہو سکتی۔'' وہ بس روانہ ہی ہونے والے تھے کہ جاسوسوں میں سے ایک اچانک پکارا۔ ''یہاں دیکھئے کیپٹن شیوٹلر یہ کیا ہے؟'' یہ ایک فاؤنٹین پن تھا جو کسی دوست نے دیا تھا اور جس پر میرا نام موجود تھا۔ مجھ سے چوک ہوگئی تھی۔ ''ہائے رے یہ تو ایک دریافت ہے!'' کیپٹن چیخا۔ ''ہو نہ ہو وہ یہاں تھی اور ممکن ہے لوٹے۔'' اس نے اپنے دو ماتحتوں کو ٹھہرنے کی ہدایت دی۔

میں سمجھ گئی کہ کھیل ختم ہو چکا ہے۔ مسز 'این' اور ٹریبیون کے نمائندے کا دور دور پتہ نہ تھا اور اب اس سوانگ کو جاری رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ ''میں ہی ایما گولڈ مان ہوں۔'' میں نے اعلان کر دیا۔

چند لمحوں کے لیے تو گویا شیوٹلر اور اس کے ماتحت بت بنے کھڑے رہے اس کے بعد کپتان غرایا۔ ''بہت خوب، مجھ پر لعنت ہو! تم سے زیادہ مکار میں نے کبھی نہیں دیکھا! اسے پکڑو اور جلدی کرو!''

جب میں اس منتظر گاڑی میں سوار ہو رہی تھی جس کے گھوڑے باندھ کر ٹھہرائے گئے تھے تو میں نے کیا دیکھا کہ مسز 'این' ٹریبیون کے نمائندے کے ہمراہ چلا آ رہا تھا۔ اور میں یہ نہیں چاہتی تھی کہ میرا میزبان شناخت کر لیا جائے اس لیے میں نے یہ ظاہر کیا جیسے اسے دیکھا ہی نہیں۔

میں نے اکثر یہ سنا تھا کہ پولیس اعتراف جرم کرانے کے لیے امریکہ کے کئی شہروں میں ''درجہ سوم'' تشدد استعمال کرتی ہے لیکن مجھ پر یہ حربہ کبھی استعمال نہ کیا گیا۔ اگرچہ ۱۸۹۳ء سے میں کئی مرتبہ گرفتار ہوئی لیکن مجھ پر کبھی تشدد نہ کیا گیا۔ میری گرفتاری کا دن جو ستمبر کی ۱۰ تھی میں پولیس کے مرکزی دفتر کے ایک دم گھونٹ دینے والے کمرے میں رکھی گئی جہاں صبح کے ساڑھے دس بجے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے شام سات بجے تک ہونے والے تفتیشی سوال و جواب سے میرا ناک میں دم ہو گیا۔ کم و بیش پچاس جاسوسوں نے پوچھ گچھ کی ہوگی۔ ہر ایک میری ناک کے قریب اپنی مٹھی لہراتا اور مجھے سنگین نتائج کی دھمکی دیتا۔ ایک چیخا ''تم بھی زولگوز کے ساتھ بغلو میں تھیں! میں نے خود تمہیں کنونشن ہال کے بالکل سامنے دیکھا تھا۔ بہتر یہی ہے کہ اعتراف کر لو، کچھ سمجھ میں آیا؟'' دوسرا بولا ''گولڈ مان میری سنو میں نے اس کتیا کے پلے کے ہمراہ میلے میں دیکھا تھا۔ اب جھوٹ نہ بولنا..... میں تمہیں دیکھ چکا ہوں۔ میں تم سے سچ بول رہا ہوں!'' دوبارہ ''تم بہت جعل سازی کر چکی ہو..... تم یہی کیے جاؤ مگر اطمینان رکھو تم چاہے دوسرا جنم لے لو تمہیں 'بجلی کی کرسی' کی سزا مل کر رہے گی۔ تمہارے عاشق نے بھی اعتراف کر لیا ہے۔ اس نے بتایا کہ یہ تمہاری تقریر تھی جس سے مغلوب ہو کر میں نے صدر پر گولی چلا دی۔'' مجھے علم تھا کہ یہ سب جھوٹ بول رہے ہیں۔ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ کلیو لینڈ میں زولگوز کے ساتھ میں بمشکل پانچ منٹ رہی تھی اور شکاگو میں بارہ جولائی کو کوئی ڈیڑھ گھنٹہ۔ شیوٹکر بہت خونخوار ہو رہا تھا۔ دیوقامت ہونے کی وجہ سے میرے لیے وہ مینار بن جاتا۔ وہ غراتا ''اگر تم نہ قبولو گی تو تمہاری روانگی اسی منزل کی جانب ہوگی جس طرف ح۔ مارکٹ کے انارکسٹ گئے ہیں۔''

میں ان کے سامنے وہی کہانی دہراتی رہی جو میں نے پولیس کے صدر دفتر میں آمد پر سنائی تھی۔ میں نے اس میں یہ وضاحت کی تھی کہ میں کہاں اور کن کے ساتھ تھی۔ لیکن انہیں نہ ماننا تھا اور نہ مانے اور مجھے دھونس دیتے یا گالم گلوچ کرتے رہے۔ میرا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا، میرا حلق اور ہونٹ سوکھ کر کانٹا ہو گئے۔ پانی کا ایک بڑا سا برتن میری سامنے میز پر دھرا تھا مگر ہر مرتبہ میں جب اس کی جانب ہاتھ بڑھاتی تو کوئی جاسوس کہنے لگتا۔ ''تم جتنا پانی چاہو پی لو مگر پہلے میرے سوال کا جواب دو۔ جس دن زولگوز نے صدر پر گولی چلائی تھی اس سے ایک دن پہلے تم اس کے ساتھ کہاں تھیں؟'' یہ تشدد گھنٹوں جاری رہا۔ آخر کار مجھے ہیریسن اسٹریٹ کے تھانے میں پہنچا دیا گیا جہاں میں ایک سلاخوں والی کوٹھڑی میں قید کر دی گئی۔ یوں مجھے ہر طرف سے دیکھا جا سکتا تھا۔

فوراً ہی میٹرن نمودار ہوئی اور پوچھا کہ کیا میں کھانا کھاؤں گی۔ ''نہیں، صرف پانی'' میں نے کہا ''اور میرے سر کے لیے کوئی چیز۔'' وہ ایک ٹین کے برتن میں کنکنا پانی لے آئی۔ جسے میں نے حلق میں انڈیل لیا۔ وہ میرے سر کے لیے علاوہ ایک ٹھنڈے پانی کی پٹی کے کچھ نہ دے سکی۔ وہ بہت تسکین بخش ثابت ہوئی اور میں جلد ہی سو چکی تھی۔

میری آنکھ جھلنے کے احساس سے کھلی۔ ایک سادہ کپڑے والا میری جانب روشنی منعکس کر رہا تھا جو میری آنکھوں میں پڑ رہی تھی۔ میں اچھل کر کھڑی ہو گئی اور پوری قوت سے چلا کر اسے دھکیل دیا۔ ''تم میری آنکھیں جلائے دے رہے ہو!'' ''ہم تمہیں اور جلائیں گے جب تک ہم تم سے سب کچھ نہ اگلوا لیں!'' اس نے تڑ سے جواب دیا۔ چھوٹے چھوٹے وقفوں سے یہی سب کچھ میرے ساتھ تین راتوں تک ہوتا رہا۔ تیسری شب میری کوٹھڑی میں کئی جاسوس گھس آئے۔ ''اب ہمیں تمہارے خلاف صحیح ثبوت مل گیا ہے۔'' انہوں نے اعلان کیا ''وہ تم تھیں جس نے زولگوز کو رقم مہیا کی جو تم نے بغلو میں ڈاکٹر کاپلان سے لی تھی۔ ہم نے اسے بھی پکڑ لیا ہے اور اس نے ہر چیز کا اعتراف کر لیا ہے۔ ''بتاؤ اب تمہارے پاس کہنے کے لیے کیا ہے؟'' ''اس کے سوا کچھ نہیں جو میں پہلے بتا چکی ہوں۔'' میں نے دہرایا ''مجھے اس کارروائی کے متعلق کچھ نہیں معلوم۔''

اپنی گرفتاری کے بعد سے مجھے اپنے دوستوں کی طرف سے کوئی پیغام نہ ملا تھا نہ ہی کوئی مجھ سے ملنے آیا تھا۔ مجھے تب اندازہ ہوا کہ مجھے قید تنہائی میں رکھا گیا ہے۔ مجھے چند خطوط ضرور ملے، تاہم وہ بھی بغیر دستخط والے۔ ''تم پر لعنت ہو انارکسٹ کتیا۔'' ان میں سے ایک میں یہ لکھا تھا۔ ''کاش تم مجھے مل جاتیں تو میں تمہاری چھاتی چیر کر دل نکال لیتا اور اسے اپنے کتے کو کھلا دیتا۔'' ''قاتلہ ایما گولڈ مان۔'' کسی اور نے یہ لکھا۔ ''ملک سے غداری کے لیے تمہیں جہنم کی آگ میں جلایا جائے گا۔'' ایک تیسرے نے خوشی خوشی اس کی وعید دی۔ ''ہم تمہاری زبان کاٹیں گے، تمہاری کھال کو تیل میں بھگوئیں گے اور تمہیں زندہ جلا دیں گے۔'' چند گمنام خطوط لکھنے والوں نے مجھ سے جنسی تعلقات پیدا کرنے کے لیے ایسے اوضاع بتائے تھے کہ جو بے راہ روی کے مضمون میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مزید تحقیق کے لیے مواد بن سکتے تھے اور اس علم کے ماہرین انگشت بدنداں رہ جاتے۔ ان خطوط کے مصنفین پھر بھی مجھے پولیس والوں کے مقابلے میں کم اہانت آمیز معلوم ہوئے۔ روزانہ مجھے خطوط کی گڈی دی جاتی تھیں جنہیں کھول اور پھر پڑھنے کے بعد امریکی تہذیب اور اخلاقیات کے سرپرست میرے حوالے کرتے۔ اور ساتھ ہی میرے دوستوں کے پیغامات روک لیے جاتے۔ بات صاف تھی کہ اس طرح وہ ہمت شکنی کرنا چاہتے تھے۔ میں نے اس معاملے کو ختم کرنے کی ٹھانی۔ جب اگلی مرتبہ مجھے ایک خط حوالے کیا جانے لگا تو میں نے چاک کر کے اسے جاسوس کے منہ پر پھینک دیا۔

اپنی گرفتاری کے چھٹے دن مجھے ایک تار ملا، یہ اِڈ کا تھا جس میں اپنی کمپنی کی جانب سے میری پشتیبانی کا وعدہ تھا۔ ''ہماری کمپنی کا نام استعمال کرنے میں تکلف نہ کرنا، ہم ہر حال میں تمہارے ساتھ ہیں۔'' مجھے اس حمایت کے ملنے سے بہت خوشی ہوئی کیونکہ کم از کم اس طرف سے میں سبکدوش ہوگئی اور اب اِڈ کی کمپنی کے کام کے سلسلے میں میری نقل و حرکت پر میری خاموشی کی ضرورت نہ رہی۔

اسی شام شکاگو پولیس کا افسر اعلیٰ میری کوٹھری میں ملنے آیا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ وہ مجھ سے تنہائی میں پرسکون گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ ''نہ میں تم پر دھونس ڈالنا چاہتا ہوں اور نہ ہی دباؤ۔'' اس نے کہا ''شائید میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔'' ''میرے لیے ایک نادر تجربہ رہے گا کہ میں پولیس کے ایک اعلیٰ افسر سے مدد لوں گی۔'' میں نے جواب دیا ''لیکن میں تمہارے سوالوں کا جواب دینے پر آمادہ ہوں۔'' اس نے مجھ سے کہا کہ میں اس سے ۵ مئی سے لے کر اپنی حرکات اور سکنات کی ایک مفصل روداد بیان کر دوں کہ میں زولگوز سے پہلی مرتبہ کب ملی اور شکاگو میں اپنی گرفتاری تک کا پورا ماجرا۔ میں نے اس کی فرمائش کے مطابق تمام معلومات مہیا کر دیں۔ البتہ اس میں ساشا سے ملاقات کے پھیرے اور ان کا مریڈوں کے ناموں کا ذکر نہ کیا جو میرے میزبان تھے۔ اب چونکہ یہ بات چھپانے کی ضرورت نہ رہی تھی اس لیے میں نے ڈاکٹر کاپلان، اسحاک اور ہیولایٹ کا ذکر بھی کر دیا۔ اب میں اس پوزیشن میں تھی کہ میں پورا ماجرا بیان کر سکتی تھی۔ جب میں اختتام کو پہنچنے لگی..... تو جو میں کہہ رہی تھی وہ شارٹ ہینڈ میں لکھا جا رہا تھا..... چیف اونیل نے لقمہ دیا۔ ''اگر تم ایک ہوشیار اداکارہ نہیں ہو تو تم یقیناً اس معاملے میں بالکل معصوم ہو۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ تم بے قصور ہو۔ اور اب میں اپنے وعدے کے مطابق اپنا کام کرنے جا رہا ہوں اور تمہاری مدد کر کے تمہیں رہائی دلاؤں گا۔ میں تو اتنی حیران ہوئی کہ شکریہ بھی ادا نہ کر سکی۔ میں نے کسی پولیس افسر کو اس لہجے میں بولتے ہوئے کبھی نہ سنا تھا۔ لیکن پھر بھی مجھے اس کی کوششوں کی کامیابی پر بھی شک تھا۔ اگر وہ میرے لیے کچھ کرنے کی بھی کوشش کرتا۔

افسر اعلیٰ سے میری ملاقات کے بعد سے مجھ سے روا رکھے جانے والے سلوک میں ہونے والی تبدیلی قابل فہم تھی۔ میری کوٹھری کا دروازہ دن رات ہر وقت بلا قفل کے رہتا۔ مجھ سے میٹرن نے یہ بھی کہا کہ میں ساتھ والے بڑے کمرے میں آرام کر سکتی ہوں۔ وہاں پر ہلنے والی کرسی اور میز استعمال کر سکتی ہوں۔ اپنے لیے کھانا منگا سکتی ہوں اور اخبارات بھی۔ اپنی ڈاک منگوا اور ارسال کر سکتی ہوں۔ اب میری زندگی ایک خوشحال معزز خاتون کی طرح بسر ہونے لگی۔ سارا دن ملاقاتی آتے جن میں زیادہ تر اخباری نمائندے ہوتے جن کا مقصد انٹرویو لینے کے بجائے بات چیت، سگریٹ پینا اور لطیفے سنانا ہوتا۔ دیگر لوگ محض تجسس کے مارے ہوتے۔ چند خواتین صحافی میرے لیے تحائف لائیں جن میں کتابیں اور غسل خانے کی چیزیں ہوتیں۔ ان میں سب سے زیادہ دلکش کیتھرائن لیکی تھی جو ہرسٹ مطبوعات کی نمائندہ تھی۔ اس میں نیلی بلائی کے مقابلے میں زیادہ فراست تھی جو ۱۸۹۳ء کی اسیری کے زمانے میں مجھ سے ٹومبس میں ملنے آیا کرتی تھی۔ اس میں کہیں زیادہ سماجی شعور بھی تھا۔ ایک باعزم اور آزادی نسواں کی تحریک کی زبردست حامی۔ ساتھ ہی ساتھ وہ محنت کشوں کے مسائل سے بھی وابستہ تھی۔ کیتھرائن لیکی وہ پہلی اخباری نمائندہ تھی جسے میں نے 'درجہ سوم' تشدد کی تفصیلات بتائی تھیں۔ وہ انہیں سن کر اتنا برافروختہ ہوئی کہ اس نے وہیں پر عہد کیا کہ وہ خواتین کی مختلف تنظیموں کو اس پر آمادہ کرے گی کہ وہ اس معاملے کو اٹھانے پر تیار ہو جائیں۔

ایک دن آربیتر زالے تنگ کے نمائندے کی آمد کی مجھے اطلاع دی گئی۔ میں بڑی خوشی سے میکس سے ملی اس نے سرگوشی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں بتایا کہ اس کا داخلہ اسی حیثیت میں ممکن تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ اسے آڈ کا ایک خط ملا ہے جس میں یہ اطلاع تھی کہ ہرسٹ نے اپنا نمائندہ جسٹس شواب کے پاس بھیجا تھا جو بیس ہزار ڈالر کی ایک پیشکش لایا تھا کہ ایما نیویارک آ کر اس کے لیے ایسا انٹرویو دے جو میں نے کسی کو نہ دیا ہو۔ مذکورہ رقم کسی ایسے بینک میں جمع کرادی جائے گی جو جسٹس اور آڈ کے لیے قابل قبول ہوگی۔ میکس کے بقول دونوں ہی اس پر متفق ہو گئے۔ اور ہرسٹ مجھے اڑا کر لے جائے گا اور اس کے تمام اخراجات بھی برداشت کرے گا۔ وہ چاہتا ہے کہ اس پر جو یہ الزام ہے کہ اس نے زولگوز کے صدر میکنلے پر گولی چلانے پر اکسایا تھا اس کی صاف صاف تردید کر دی جائے۔ اس نے مزید وضاحت کی۔ ملک بھر کے ریپبلکن اخبارات صفحہ اول پر ایسی کہانیاں شائع کر رہے ہیں جن میں ہرسٹ کا تعلق زولگوز سے جوڑا جا رہا ہے۔ کیونکہ میکنلے کے پورے دور حکومت میں ہرسٹ کے اخبارات صدر پر شدید حملے کرتے چلے آ رہے ہیں۔ ایک اخبار نے تو ایسا کارٹون شائع کیا جس میں ہرسٹ کے پبلشر کو زولگوز کی پشت پر کھڑا دکھایا گیا تھا جس میں وہ ماچس تھما رہا تھا تاکہ وہ بم کے فتیلے کو آگ لگا دے۔ اب ان لوگوں میں ہرسٹ کی آواز سب سے اونچی ہے جو یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ انارکسٹوں کا قلع قمع کیا جائے۔

جسٹس اور آڈ اور میکس بھی سب ہی میری نیویارک کی واپسی کے خلاف تھے لیکن انہوں نے یہ بھی اپنا فرض سمجھا کہ مجھے ہرسٹ کی پیشکش سے آگاہ کر دیں۔ ''بیس ہزار ڈالر'' میں نے وضاحت کی۔ ''کتنے دکھ کی بات ہے کہ آڈ کا خط اتنی دیر سے ملا! میں تو اس تجویز کو قبول کر لیتی۔ ذرا سوچو تو کہ ہم اس رقم سے کیسی جنگ لڑتے اور کتنا پرچار کرتے!'' ''یہ اچھی بات ہے کہ تم میں حس مزاح اب بھی موجود ہے۔'' میکس نے تبصرہ کیا۔ ''مگر میں خوش ہوں کہ خط بہت دیر سے آیا تمہاری حالت تو پہلے ہی اتنی بگڑی ہوئی ہے مگر ہرسٹ کا خط تو اسے بدترین بنا دیتا۔''

ایک اور ملاقاتی کسی وکیل کلیرنس ڈیرو کے دفتر سے آیا۔ وہ مجھے یہ تنبیہ کرنے آ رہا تھا کہ میں زولگوز کا مسلسل دفاع کر کے اپنا مقدمہ بگاڑ رہی ہوں، وہ تو پاگل ہے اور مجھے یہ تسلیم کر لینا چاہئے ''کوئی بھی نامور وکیل تمہاری پیروی کرنے پر تیار نہ ہوگا اگر تم صدر مملکت پر حملہ آور سے تعلق ظاہر کرتی رہو گی۔'' اس نے مجھے سمجھایا۔ ''حقیقت تو یہ ہے کہ تمہاری حیثیت اس لیے خطرے میں ہے کہ تم پر مجرمانہ اعانت کا الزام رکھا جا رہا ہے۔'' میں نے اس سے زور دے کر یہ پوچھا کہ اگر مسٹر ڈیرو میرے معاملے میں اتنے فکرمند ہیں تو وہ خود کیوں نہ آئے۔ لیکن ان کا نمائندہ جواب دینے سے کتراتا رہا۔ وہ میرے مقدمے پر رنگ آمیزی سے نحوست چڑھاتا رہا۔ اگر ہم خوش فہمی سے کام لیں تو میرے بچ جانے کے امکانات بہت کم ہیں اور لگتا ہے اور وہ اتنے کم ہیں جنہیں میں اپنی جذباتیت کی وجہ سے مزید بگاڑ رہی ہوں۔ زولگوز تو فاتر العقل ہے، وہ یہی کہے جا رہا تھا اور یہ بات سب ہی سمجھ سکتے ہیں اور اس کے علاوہ وہ بدطینت بھی ہے کہ اس نے مجھے بھی ملوث کر لیا۔ بزدل جو ایک عورت کے اسکرٹ میں چھپ رہا ہے۔

اس کی گفتگو میرے لیے بیزار کرنے والی تھی۔ میں نے اسے بتا دیا کہ میں اس بات پر آمادہ نہیں ہوں کہ ایسے شخص کے متعلق کچھ کہوں جس کی زندگی بچانے والا کوئی نہیں ہے اور نہ اس کی وجہ بتاؤں گی اور نہ ہی اس کے کردار کے متعلق کچھ کہوں گی اور یہ بھی کہ میں اس کے آجر سے کسی بھی نوعیت کی امداد بھی نہیں قبول کروں گی۔ میں ڈیرو سے کبھی نہیں ملی تھی۔ لیکن عرصے سے جانتی تھی کہ وہ ایک ہوشیار وکیل ہے جو سماجی معاملات میں وسیع النظر ہے اور اچھا لکھنے والا اور مقرر ہے۔ اخبارات کے مطابق دھاوے میں حراست میں لیے جانے والے انارکسٹوں میں وہ دلچسپی لے رہا تھا۔ اسحاک میں بالخصوص۔ یہ بات مجھے عجیب سی لگی کہ وہ مجھے سرزنش کرنے والے مشورے بھیجے اور مجھ سے توقع کرے کہ میں بھی باولوں کے شور و غوغا میں شریک ہو جاؤں جو زولگوز کی جان لینے پر تلے ہیں۔

ملک میں سراسیمگی پھیلی ہوئی تھی۔ اخبارات سے تو مجھے یہ یقین آ گیا کہ زولگوز کے بجائے ریاست ہائے متحدہ کے لوگ پاگل ہو گئے ہیں۔ یہی نہیں کہ سال ۱۸۸۷ء کے بعد لوگ خون کے اتنے پیاسے نہ ہوئے تھے۔ انتقام کی یہ وحشت کہ ''انارکسٹوں کا قلع قمع ضروری ہے۔'' اخبارات گرج رہے تھے ''انہیں سمندر میں غرق کر دیا جائے، ہمارے پرچم تلے ان گِدھوں کے لیے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کوئی جگہ کوئی نہیں ہے۔ ایما گولڈ مان کو قتل و غارت گری کا بازار گرم رکھنے کی بہت مہلت دی جا چکی ہے۔ اسے اپنے مریدوں کے انجام میں بھی حصہ دار بننا ہوگا۔

یہ شکاگو کے تاریک دنوں کے دہرانے والی حالت تھی۔ چودہ سال، نمو کے تکلیف دہ سال اس کے باوجود سودمند اور دل موہ لینے والے۔ مگر اب اختتام ہوا چاہتا ہے! خاتمہ ہو جائے؟ میں ابھی بتیس برس کی ہوں اور دنیا اتنی وسیع ہے اور کتنا بہت سا کام ہے جو نہیں ہوا۔ بفلو والا لڑکا جس کی زندگی کا تو ابھی بہ مشکل آغاز ہوا ہے۔ اسے زندگی میں کیا ملا میں حیران تھی۔ وہ کون سی قوتیں ہیں جنہوں نے اسے وہاں مرنے کو دھکیل دیا۔'' ''میں نے تو یہ سب مزدور لوگوں کے لیے کیا'' بتایا جاتا کہ وہ یہی کہتا ہے۔ لوگ! ساشا نے جو کچھ کیا وہ بھی تو لوگوں کے لیے۔ اور ہمارے شکاگو کے بہادر شہیدوں نے اور دیگر بہت سے لوگ جو دوسرے خطّوں میں اور زمانوں میں کرتے چلے آ رہے ہیں۔ لیکن لوگ خواب غفلت میں پڑے ہیں اور بیگانہ۔ وہ اپنے لیے بیڑیاں خود ڈھالتے ہیں اور اپنے آقاؤں سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ ان کے ہر مسیح کو سولی پر چڑھا دیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

باب ۲۴

بفلو کا اس پر اصرار تھا کہ مجھے ریاست بدر کر دیا جائے لیکن شکاگو کے ارباب اختیار کا یہ کہنا تھا کہ مقدمے کی پوری تفصیلات پہلے مہیا کی جائیں۔ عدالت میں میری کئی ساعتیں ہو چکی تھیں اور ہر ساعت پر بفلو کا ڈسٹرکٹ اٹارنی قرائینی شہادتیں پیش کر کے ریاست ایلے نائے کو اس پر اکساتا کہ وہ مجھے سونپ دینے کا تقاضہ کرے۔ مگر ایلے نائے کا تقاضہ تھا کہ عینی شہادت لائی جائے۔ وہاں کوئی ایسی اڑچن پڑی ہوئی تھی جس سے تاخیر میں اضافہ ہو رہا تھا۔ میں سوچتی تھی کہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس معاملے کے پس منظر میں پولیس کا افسر اعلیٰ اونیل نہ ہو۔

افسر اعلیٰ کے سلوک نے ہیرسن اسٹریٹ پولیس اسٹیشن کے تمام اہلکاروں کا مجھ سے رویہ بدل کر رکھ دیا۔ میٹرن اور دو دوسرے پولس والے جنہیں میری کوٹھری پر نظر رکھنے کی ذمہ داری دے دی گئی تھی وہ مجھ پر مہربان ہو گئے۔ شبینہ ڈیوٹی والا افسر اکثر دونوں بازوؤں میں پارسل لیے نمودار ہوتا جس میں پھل، قلفیاں اور ایسے مشروبات لاتا جو شربت انگور سے زیادہ نشہ آور ہوتے۔ ''ایک دوست نے بھیجے ہیں جس کی دکان چوراہے کے نکڑ پر ہے۔'' وہ کہا کرتا ''آپ کا ایک مداح'' میٹرن بھی مجھے پھول پیش کیا کرتی اور بھیجنے والی وہی نامعلوم ذات۔ ایک دن وہ میرے لیے یہ پیغام لائی کہ وہ آنے والے اتوار کو عشائیہ بھیجے گا۔ ''یہ کون صاحب ہیں اور وہ میرے کیوں مداح ہیں؟'' میں نے پوچھا ''ٹھیک ہے، ہم سب ہی ڈیموکریٹ ہیں اور میکنلے ریپبلیکن ہے۔'' اس کا جواب یہ تھا۔ کیا اس کے یہ معنی ہوئے کہ تم خوش ہوئیں کہ میکنلے کو گولی لگی؟ میں نے حیرانی سے کہا۔ اسے خوشی تو نہ کہنا چاہئے، مگر افسوس بھی نہ ہوا۔ اس نے کہا، ہمیں تو یہی ظاہر کرنا ہے، بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ لیکن اس معاملے میں ہمیں کوئی بے چینی بھی نہ ہوئی۔ ''میں یہ نہیں چاہتی تھی کہ میکنلے قتل کر دیا جائے۔'' میں نے اسے بتایا ''یہ ہمیں بھی معلوم ہے'' وہ مسکرائی ''لیکن اس لڑکے کی پشت پناہی کر رہی ہو۔'' میں سوچنے لگی کہ امریکہ بھر میں اور کتنے لوگ ہوں گے جو مضروب صدر سے ایسی ہی نمائشی ہمدردی ظاہر کر رہے ہوں گے جیسی کہ اس تھانے والے میرے سرپرست کر رہے ہیں۔

یہاں تک کہ چند اخباری نمائندے بھی اپنے معمولات میں کوئی فرق نہ لائے۔ ان میں سے ایک تو حیران رہ گیا جب میں نے اپنی پیشہ ور حیثیت میں اسے یقین دلایا کہ میں میکنلے کی تیمارداری کرنے کو تیار ہوں۔ اگر مجھے بطور نرس طلب کیا جاتا ہے اگرچہ میری ہمدردیاں زولگوز کے ساتھ ہیں۔ ''تم ایک پہیلی ہو، ایما گولڈمان'' وہ بولی ''میں تمہیں سمجھ نہ پائی، تم زولگوز کی ہمدرد ہو پھر بھی اس کی تیمارداری کرنا چاہتی ہو جسے اس نے قتل کرنے کی کوشش کی ہے۔'' اخباری نمائندے کی حیثیت میں یہ تم سے توقع نہیں کی جانا چاہئے کہ انسان کی پیچیدگیوں کو سمجھ لو۔'' میں نے اسے سمجھایا۔ ''اب سنو اور ممکن ہو تو سمجھ لو۔ بفلو والا لڑکا حشرات الارض میں سے ایک ہے اور لاکھوں افراد یہ ادھار کھائے بیٹھے ہیں کہ اگر وہ ہتھے چڑھ جائے تو اس کی تکا بوٹی کر ڈالیں۔ اس نے یہ کارروائی کسی ذاتی عناد یا فائدے کے واسطے نہیں کی۔ یہ سب کچھ اس نے اپنے نصب العین کے لیے کیا ہے جس میں عوام الناس کا بھلا ہے۔ اسی لیے میری ہمدردیاں اس کے ساتھ ہیں۔ اور دوسری جانب، میں نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ''میکنلے جو مضروب ہے اور قریب المرگ ہے میرے لیے اب محض ایک انسان ہے اس لیے میں اس کی تیمارداری کر سکتی ہوں۔

''میرے پلے اب بھی کچھ نہیں پڑا سب کچھ سر پہ سے گزر گیا۔'' اس نے دہرایا۔ اگلے روز اخبارات میں یہ سرخیاں لگائی گئیں۔ ''ایما گولڈمان صدر کی تیمارداری کرنا چاہتی ہے، لیکن اس کی ہمدردیاں حملہ آور کے ساتھ ہیں۔'' بفلو کے حکام اتنی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شہادتیں نہ پیش کر سکے جس سے میری ریاست بدری ہوسکتی۔ شکاگو کے حکام اس آنکھ مچولی کے کھیل سے تنگ آ چکے تھے۔ ارباب اختیار مجھے ریاست بغلو کی تحویل میں بھی نہ دینا چاہتے تھے لیکن یہ بھی نہ چاہتے تھے کہ میں رہا ہو کر آزاد پھروں۔ مصالحت اس نقطے پر ہوئی کہ میری رہائی کے لیے بیس ہزار ڈالرز ضمانت کی شرط رکھی گئی اور اسحاک کنبے کے لوگوں کے لیے پندرہ ہزار ڈالر کی ضمانت۔ مجھے معلوم تھا کہ ہمارے لوگوں کے بس سے تقریباً یہ باہر تھا کہ وہ چند دنوں میں پینتیس ہزار ڈالر جمع کر لیں۔ میں نے اس پر زور دیا کہ باقی لوگوں کی ضمانت پہلے کرائی جائے۔ جس پر مجھے کک کنٹری جیل میں منتقل کر دیا گیا۔

جس دن مجھے منتقل کیا جانا تھا اس سے پہلے اتوار کا دن پڑا۔ میرا ے خانہ والا مداح اپنی بات کا دھنی نکلا۔ اس نے ایک بڑی سی کشتی انواع واقسام کی خوردنی اشیاء سے بھر کر بھیجی جس میں ایک بڑی سی بھنی ٹرکی بھی تھی خوب مسالے دار اس میں شراب اور پھولوں کے گلدستے شامل تھے۔ اس کے ساتھ ایک رقعہ بھی ملا جس کے ذریعے مجھے اطلاع دی گئی تھی کہ وہ میری ضمانت کے لیے پانچ ہزار ڈالر مختص کرنے کے لیے آمادہ ہے۔ ''بھئی یہ ے خانہ کا کیسا مالک ہے!'' میں نے میٹرن سے کہا ''بالکل غلط'' اس نے جواب میں کہا ''وہ ایک سیاسی کارکن ہے اور وہ ریپبلکن سے شیطان سے زیادہ نفرت کرتا ہے۔'' میں نے اسے مدعو کیا اور دیگر کئی افسران کو جو موجود تھے کہ اس تقریب میں شریک ہو جائیں۔ انہوں نے مجھے یقین دلایا کہ اس نوعیت کا کوئی واقعہ ان کے ساتھ کبھی نہیں پیش آیا..... کہ ایک اسیر اپنے صیادوں کی میزبانی کرے۔ ''تمہاری مراد یہ ہے کہ ایک خطرناک انارکسٹ قانون اور نظم ونسق کے رکھوالوں کو اپنا مہمان بنائے۔'' میں نے ان کی اصلاح کی۔ جب سب رخصت ہو گئے تو میں نے کیا دیکھا کہ میرا دن کا رکھوالا اب بھی منڈلا رہا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ آیا اسے رات میں ڈیوٹی دینے کے لیے بدل دیا گیا ہے۔ ''نہیں'' اس نے جواب دیا۔ ''میں تو تمہیں یہ بتانے کے لیے ٹھہر گیا ہوں کہ تم پہلی انارکسٹ نہیں ہو جس پر مجھے پہرہ دینے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ میں اس وقت بھی ڈیوٹی پر تھا جب پارسن اور اس کے کامریڈ یہاں موجود تھے۔''

زندگی کے ناقابل توجیہ اور نرالے ڈھنگ ہوتے ہیں اور واقعات کا سلسلہ الجھاؤ والا ہوتا ہے۔ میں بھی وہیں پر ہوں جوان لوگوں کی فکری اولاد ہے۔ اسی شہر میں اسیر ہے جس نے ان کی جان لی تھی۔ اسی جیل میں، یہاں تک کہ اسی شخص کی سپردگی میں جس نے ان لوگوں پر دم واپسیں تک نظر رکھی۔ کل مجھے بالضرور کک کاؤنٹی جیل پہنچا دیا جائے گا۔ جس کی دیواروں کے اندر پارسن، سپائیز، اینجل اور فشر کو پھانسی پر چڑھایا گیا۔ بلاشبہ تعجب کی بات ہے وہی نادیدہ قوتیں جو سالہا سال سے مجھے ان شہداء کے ساتھ تمام سماجی احساسات سے جوڑے ہیں! اور اب واقعات مجھے قریب سے قریب تر کر رہے ہیں..... شائید ویسے ہی انجام کے واسطے؟

اخبارات نے ایسی افواہیں شائع کیں کہ ہجوم ہیرسن اسٹریٹ کے تھانے پر حملہ کرنے والا ہے اور اس سے پہلے کہ ایما گولڈمان کو کک کاؤنٹی جیل پہنچایا جائے یہ منصوبہ بن رہا ہے کہ دوشنبے کے روز حملہ کر کے اسے زدوکوب کیا جائے۔ بھاری محافظ دستے کی معیت میں مجھے تھانے سے باہر لایا گیا وہاں درجن بھر آدمی بھی دیکھنے میں نہ آئے۔ ان میں سے بھی زیادہ تر تجسس کے مارے تھے۔ معمول کے مطابق اخبارات نے جان بوجھ کر فساد بھڑکانے کی کوشش کی تھی۔

میرے آگے آگے دو قیدی ہتھکڑی میں چل رہے تھے جنہیں افسران بری طرح رگید رہے تھے۔ جب ہم پیٹرول سے چلنے والی گاڑی کے نزدیک پہنچ گئے جسے بہت سے پولیس والے گھیرے تھے اور ان کی بندوقیں تنی ہوئی تھیں تو میں نے خود کو دونوں کے بہت قریب پایا۔ ان کے خدوخال ناقابل شناخت تھے اور ان کے چہرے پٹیوں میں لپٹے ہوئے تھے جس میں سے ان کی آنکھیں دکھائی دیتی تھیں۔ وہ جونہی پیٹرول کی گاڑی میں سوار ہونے لگے تو ایک پولیس والے نے ان میں سے ایک کے سر پر بندوق کا کندہ مارا اور اس کے ساتھ ہی دوسرے کو زور سے دھکا دے کر گاڑی میں دھکیل دیا۔ وہ ایک دوسرے پر گر پڑے اور ان میں سے ایک مارے درد کے چلانے لگا۔ میں ان کے پیچھے تھی۔ میں افسر کی طرف مڑی ''ارے وحشیو'' میں نے کہا ''تمہیں ان بے یارو مددگار لوگوں کو مارنے کی کیسے جرأت ہوئی؟'' اگلی بات جو مجھے معلوم ہوئی وہ یہ تھی کہ میں فرش پر ڈھیر ہو چکی تھی۔ اس نے میرے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جبڑے پر مکہ رسید کر دیا تھا جس سے میرا ایک دانت ٹوٹ کر گر گیا اور میرے چہرے پر خون پھیل گیا۔ اس کے بعد اس نے مجھے گھسیٹ کر سیدھا کیا اور نشست پر دھکیل دیا اور چلایا۔ ''تمہارے منہ سے اگر ایک اور لفظ نکلا تو اے لعنت کی ماری انارکسٹ تو میں تمہارے جسم کی ہڈیاں چور چور کر دوں گا۔''

جب میں کاؤنٹی جیل پہنچی تو اس وقت تک میرا بلاؤز اور اسکرٹ خون میں تر بتر ہو چکا تھا اور منہ میں سخت درد تھا۔ کسی نے بھی وہاں اس بات میں معمولی سی دلچسپی لی اور نہ پوچھا کہ میں اس خستہ حالت میں کیسے آئی ہوں۔ انہوں نے چوٹ دھونے کے لیے پانی تک نہ دیا۔ مجھے دو گھنٹے تک ایک ایسے کمرے میں رکھا گیا جس کے وسط میں ایک طویل میز رکھی تھی۔ بالآخر ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ میری تلاشی لی جائے گی۔ ''ٹھیک ہے کام شروع کرو'' میں نے کہا ''کپڑے اتارو اور میز پر لیٹ جاؤ'' اس نے حکم دیا۔ میں نہ جانے کتنی مرتبہ تلاشی دے چکی تھی مگر ایسی ذلت سے کبھی واسطہ نہ پڑا تھا۔ ''تمہیں یا تو مجھے پہلے قتل کرنا ہوگا یا اپنے محافظوں سے کہنا پڑے گا کہ وہ مجھے بزور میز پر لٹائیں۔'' میں نے اعلان کر دیا۔ ''میرے وہاں پہنچنے کا کوئی اور طریقہ نہیں ہے۔'' وہ عجلت میں باہر چلی گئی اور میں تنہا رہ گئی۔ بڑی دیر کے بعد ایک دوسری عورت اندر آئی اور مجھے سیڑھیوں کے ذریعے اوپر لے گئی۔ جہاں پر مجھے اس منزل کی میٹرن کے حوالے کر دیا گیا۔ وہ پہلی فرد تھی جس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے۔ اس کے بعد اس نے مجھے ایک کوٹھری دی، گرم پانی کی بوتل دی اور مجھے لیٹ کر آرام کر لینے کا مشورہ دیا۔

اگلی سہ پہر میں کیتھرائن لیکی مجھ سے ملنے آئی۔ مجھے ایک ایسے کمرے میں لایا گیا جس پر دوہری جالی کا پردہ لگا ہوا تھا۔ یہ نیم تاریک کمرہ تھا۔ لیکن کیتھرائن نے جیسے ہی مجھے دیکھا تو چلائی ''تم پر کیا قیامت ٹوٹی ہے؟ تمہارا منہ کیوں ٹیڑھا ہو گیا ہے!'' وہاں کوئی آئینہ نہ تھا چھوٹی سی پیمائش والا بھی۔ جس کی جیل میں لانے کی اجازت ہوتی۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ میں کیسی لگ رہی ہوں۔ حالانکہ میری آنکھیں اور ہونٹ چھونے سے عجیب لگتے۔ میں نے کیتھرائن سے اپنے پولیس سے تصادم کے متعلق پہلے ذکر کیا۔ وہ قسم کھا کر گئی کہ وہ انتقام لے کر رہے گی اور وعدہ کر گئی کہ وہ حاکم اعلیٰ اوبیل سے مل کر لوٹے گی۔ شام کے وقت وہ لوٹی اور بتانے لگی کہ چیف نے وعدہ کیا ہے اس واقعے کے ذمہ دار افسر کو سزا دی جائے گی اگر میں اس گاڑی کے محافظین میں اس کو شناخت کر لوں۔ میں نے انکار کر دیا میں نے ان میں سے شائد ہی کسی کا چہرہ دیکھا ہو۔ اس لیے میں انہیں نہیں پہچان سکتی۔ اس کے علاوہ میں نے کیتھرائن کو یہ بھی بتایا کہ افسر مذکورہ کی برطرفی سے میرا دانت نہیں جڑ سکتا اور نہ ہی اس سے پولیس کی سفاکی میں کمی آسکتی ہے۔ ''یہ نظام ہے جس سے میں جنگ آزما ہوں میری عزیز کیتھرائن نہ کہ کسی مخصوص قانون شکن سے۔'' میں نے یہ کہا لیکن وہ قائل نہ ہوئی۔ وہ چاہتی تھی کہ کچھ ایسا کیا جائے جس سے اس ظلم و وحشت کے خلاف عوامی برہمی میں اضافہ ہو۔ ''برطرفی کافی نہیں ہے۔'' اس نے اتفاق کیا۔ ''اس پر تشدد کرنے کے الزام پر مقدمہ چلنا چاہئے۔''

بے چاری کیتھرائن اس سے بے خبر تھی جبکہ مجھے معلوم تھا کہ وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ اس کی حیثیت ایسی گئی گزری تھی کہ وہ اپنے اخبار کے ذریعے بھی اپنے خیالات نہیں بیان کر سکتی تھی۔ اس کی لکھی ہوئی ''درجہ سوم'' کے متعلق روداد بادی گئی تھی۔ اس نے فی الفور مستعفی ہونے کو کہا کہ وہ ایسے بزدل جریدے سے تعلق نہ رکھنا چاہتی تھی۔ یہ اس نے مدیر سے کہا تھا۔ لیکن اس کے باوجود اپنے دکھ کے متعلق اس نے مجھ سے ایک لفظ بھی نہ کہا۔ مجھے یہ ماجرا شکاگو کے ایک روزنامے کے نامہ نگار نے بتایا۔

ایک شام میں جب میں ایک کتاب کے مطالعے میں غرق تھی، میں حیران رہ گئی جب مجھے کئی جاسوسوں اور اخباری نمائندوں نے گھیر لیا۔ ''صدر ابھی ابھی فوت ہو گیا ہے۔'' انہوں نے اعلان کیا۔ ''تمہیں اب کیسا لگ رہا ہے؟'' ''کیا تمہیں افسوس ہوا؟'' ''کیا ایسا ممکن ہے'' میں نے پوچھا۔ ''کہ پورے ریاست ہائے متحدہ میں آج صرف صدر ہی کی موت ہوئی ہے؟'' ''یقیناً'' اسی وقت اور بہت سے لوگ بھی مرے ہوں گے۔ وہ بھی شائد مفلس اور قلاش اور پسماندگان میں بہت سے بے سہارا لوگ چھوڑ کر۔ تم لوگ مجھ سے یہ کیوں توقع رکھتے ہو کہ باقی سب کو چھوڑ کر میکنلے کی موت پر سوگوار ہو جاؤں؟

پنسلیں گویا اڑی جا رہی تھیں ''میری ہمدردیاں ہمیشہ سے زندہ لوگوں کے ساتھ رہی ہیں۔'' میں بولے جا رہی تھی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''مردوں کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہی وجہ ہے کہ تم لوگ مردوں کے لیے اتنی ہمدردی رکھتے ہو۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ تم سے یہ کبھی نہ کہا جائے گا کہ اپنی سینہ کو بی کو عملی جامہ پہناؤ۔'' ''تم ایک اچھی نقال ہو' ایک نوعمر نمائندہ چہکا۔ ''لیکن میرے خیال میں تم سنکی ہو۔''

جب وہ رخصت ہو گئے تو میں خوش تھی۔ میرے خیالات تو بفلو والے لڑکے کے ساتھ تھے۔ جس کے مقدر پر اب مہر لگ چکی تھی۔ اس کے ذہن اور جسم پر تشدد کے اور کتنے عذاب ٹوٹیں گے تب جا کر اسے آخری مرتبہ سانس لینے کی اجازت ہوگی! وہ اپنے کمال نفس کو کس طرح خوش آمدید کہے گا؟ کوئی چیز جو نہایت طاقتور اور پرعزم تھی اس کی آنکھوں پر سایہ فگن تھی جو اس کے حساس چہرے سے ہویدا تھا۔ میں تو اس کی آنکھوں کے سحر میں کھو گئی تھی جب میں نے پہلی مرتبہ اسے کلیولینڈ کی تقریر میں دیکھا تھا۔ کیا اپنے اس خیال کی کوئی تصویر اس کے ذہن میں پہلے سے تھی یا کسی خصوصی واقعے نے اسے اس کارروائی پر مجبور کیا؟ ''یہ کون سا جذبہ تھا؟'' ''یہ میں نے عوام کے لیے کیا'' اس نے کہا تھا۔ میں اپنی کوٹھڑی میں ٹہل ٹہل کر اغلب محرکات کا تجزیہ کرنے لگی جنہوں نے اس نوجوان کو اپنے مقصد کے لیے فیصلہ کرنے پر مجبور کیا۔

یکا یک میرے ذہن میں یہ خیال کوندا اور توجہ اسحاک کے رسالے فری سوسائٹی میں چھپنے والی تنبیہ کی طرف چلی گئی!..... یعنی نیمین پر اس لیے ''جاسوس'' ہونے کا الزام عائد کیا گیا کیونکہ ''وہ شک میں ڈالنے والے سوالات پوچھتا رہتا تھا اور انارکسٹ حلقوں میں داخل ہونے کی کوشش کرتا تھا۔'' میں نے اسی زمانے میں اسحاک کو لکھا تھا اور اس شرمناک الزامات کے لیے ثبوت طلب کیے تھے۔ فری سوسائٹی نے میرے احتجاج کی اشاعت کے نتیجے میں بطور تلافی کے یہ تردید شائع کی تھی کہ ''ہم سے ایک غلطی ہوگئی ہے۔'' جس سے میری تو تشفی ہوگئی اور پھر میں نے اس پر کوئی توجہ نہ دی۔ اب سارا معاملہ مزید کھل کر صاف ہو گیا جو صاف اور دردناک تھا۔ زولگوز نے ہو نہ ہو یہ الزامات پڑھے ہوں گے اور ان کا اس پر گہرا اثر بھی ہوا ہوگا کہ اسے وہی لوگ کس سنگدلی سے پرکھ رہے ہیں جن سے وہ رہنمائی کے لیے ملتا ہے۔ مجھے صحیح قسم کی کتابوں کی تلاش میں اس کی سرگرمی یاد آ گئی۔ بات صاف تھی کہ اس نے انارکزم میں ان تمام خرابیوں کا حل تلاش کر لیا جنہیں وہ اپنے چاروں جانب دیکھتا تھا۔ اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ انہی وجوہ نے اسے مجھ سے ملنے پر اکسایا اور بعد میں وہ اسحاک سے ملا۔ بجائے اس کے کہ اسے کوئی مدد ملتی اس بچارے نوجوان کو حملوں کا نشانہ بننا پڑا۔ کہیں ایسا تو نہیں ہوا کہ اس تجربے نے اس کی روح پر خوفناک چرکا لگا دیا جس نے اسے اس اقدام پر مجبور کر دیا۔ اس کے علاوہ دیگر اور بھی وجوہ ہو سکتی ہیں لیکن اس کی سب سے بڑی تمنا یہی ہوگی کہ وہ اپنا اخلاص ثابت کر دے کہ وہ کچلے لوگوں کے وابستگان میں سے ہے اور وہ کوئی جاسوس نہیں ہے۔

لیکن اس نے صدر ہی کا انتخاب کیوں کیا بجائے اس کے اس نے کسی ایسے بلاواسطہ نمائندے کو نشانہ کیوں نہ بنایا جو معاشی جبر اور مصائب کے نظام کا ذمہ دار ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں تھا کہ اس نے میکنلے کی ذات میں وال اسٹریٹ اور امریکہ کی نئی سامراجی انتظامیہ کا ایک مستعد پیادہ دیکھا؟ اس کا سب سے پہلا اقدام فلپائینز کا ادغام تھا جو ان لوگوں سے فریب دہی تھی جن سے امریکہ نے ہسپانوی جنگ کے زمانے میں آزاد کر دینے کا وعدہ کیا تھا۔ میکنلے نے خود کو مزدوروں کے لیے ایک جارح اور رجعت پسند شخصیت میں ڈھال لیا۔ اس نے بارہا یہ کیا کہ مالکان کی حمایت میں ہڑتالی علاقوں میں فوجیں بھیجیں۔ ان تمام حالات نے میرے خیال میں لیون کے جلد اثر قبول کرنے والے خوبصورت چہرے پر فیصلہ کن اثرات چھوڑے ہوں گے جو آج میرے سامنے زرد اور آسیب زدہ گھوم رہا تھا۔

مجھے دوبارہ عدالت میں ایک اور سماعت کے لیے لے جایا گیا اور ایک مرتبہ پھر بفلو والے میراز ولگوز کی کارروائی سے تعلق ثابت نہ کر سکے۔ بفلو کے نمائندے اور شکاگو کا جج جو سماعت کر رہا تھا دو گھنٹے تک زبانی جنگ و جدل کرتے رہے جس کے اختتام پر بفلو کو اس کے شکار سے محروم ہونا پڑا اور میں رہا ہو گئی۔

میری گرفتاری پر پورے ملک کا پریس پورے تسلسل سے مجھے مجرم ٹھہرا رہا تھا اور مجھے زولگوز کو کارروائی پر اکسانے کا ذمہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دار کہہ رہا تھا۔لیکن میری رہائی کے بعد اخبارات نے محض چند سطریں ایسے کونے کھدرے میں چھاپیں جن سے یہ مفہوم نکلتا ''مہینہ بھر کی حراست میں یہ ظاہر ہوا کہ ایما گولڈ مان صدر میکنلے پر حملے میں قاتل کے ساتھ کسی ساز باز میں شریک نہ تھی۔

رہائی پر میرے استقبال کو میکس ، ہپو لایٹ اور دوسرے دوست آئے جن کے ہمراہ میں اہل اسحاک کے ہاں گئی۔ جو کامریڈ شکاگو کے چھاپے میں گرفتار کیے گئے تھے ان کے خلاف بھی مقدمات خارج کر دیئے گئے۔سب ہی اس لیے جوش وخروش میں تھے کہ میں اس معاملے میں بال بال بچ گئی جو ان کے خیال میں ہلاکت خیز ہوسکتا تھا۔''ہم ان تمام خداؤں کے شکر گزار ہیں جو تمہاری حفاظت کرتے ہیں، ایما'' اسحاک بولا۔''کہ تم یہاں گرفتار کی گئیں نہ کہ نیویارک میں۔'' ''اس معاملے میں ہو نہ ہو پولیس چیف اونیل کا ہاتھ تھا۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔''چیف اونیل'' میرے دوست نے بڑی حیرت سے کہا۔''وہ اس میں کہاں سے کود پڑا؟ میں نے انہیں اس سے اپنی گفتگو کے متعلق بتایا اور اس کے مدد کرنے کے وعدے کا ذکر کیا۔ جو ناتھن کرین ایک صحافی جو ہمارے دوستوں میں سے تھا۔فلک شگاف قہقہے لگانے لگا۔''تم تو اس سے بھی زیادہ سادہ لوح نکلیں جتنا میں تمہیں سمجھتا تھا، ایما گولڈ مان۔'' اس نے کہا۔''اونیل کو تو تمہاری دھیلے بھر کی بھی فکر نہ تھی! یہ اس کی اپنی بساط کا معاملہ تھا۔ٹریبیون کے نمائندے کی حیثیت میں مجھے پولیس کے محکمے کے اندر ہونے والی چپقلش کا علم ہے۔'' تب کرین نے چیف اونیل کی ان ریشہ دوانیوں کے متعلق بتایا جو اس نے کئی کپتانوں کو اصلاحی جیل بھیجنے کی غرض سے ان پر حلفیہ دروغ گوئی اور رشوت ستانی کے الزام لگائے۔ چھینکا ٹوٹا بلی کے بھاگ، ان بلیک گارڈز کے لیے یہ ایسا موقع ہاتھ آیا تھا نہ کہ انارکی کی خیر خواہی' اس نے وضاحت کی۔ انہوں نے وہی کیا جیسا کہ پولیس ۱۸۸۷ء میں کر چکی تھی۔انہیں اس کا نادر موقع مل گیا جس کے ذریعے وہ خود کو ملک کا بچانے والا ظاہر کر سکتے ہیں اور خود کو پارسا بھی۔لیکن یہ امر اونیل کے مفاد میں نہ تھا کہ یہ پرندے سور ما بن جائیں اور محکمے میں واپس آجائیں۔اس لیے اس نے تمہارے لیے کام کیا۔وہ بڑا کائیاں آئرش مین ہے۔لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہمیں تو اس پر مسرور ہونا چاہئے کہ ان کے جھگڑوں کی وجہ سے ہماری ایما ہمیں مل گئی۔

میں نے اپنے دوستوں سے پوچھا کہ میرا نام زولگوز سے نتھی کرنے کی لوگوں کو کیسے سوجھی۔''میں اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار کرتی ہوں کہ لڑکے نے اپنے اعترافات میں مجھے ملوث کر دیا۔'' میں نے کہا۔''میں تو یہ بھی نہیں سوچ سکتی کہ اس میں اتنی صلاحیت ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز تخلیق کرے جس کے نتیجے میں اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ میری موت ممکن تھی۔ مجھے یقین کامل ہے کہ ایسا بے تکلف چہرے والا اتنا بزدل ہوسکتا ہے۔یہ کسی اور ذہن میں پروان چڑھا ہوگا۔

''یوں ہی ہوا'' ہپو لایٹ نے زور دے کر کہا۔یہ مکاری والی کہانی ڈیلی نیوز کے نمائندے کی کارستانی ہے وہ یہاں منڈلاتا رہتا اور خود کو ہمارے نظریات کا ہمدرد ظاہر کرتا۔ستمبر کی چھ تاریخ کو سہ پہر میں دیر گئے وہ اس گھر پر آیا۔وہ صرف زولگوز یا نیمین کے متعلق پوری تفصیلات حاصل کرنا چاہتا تھا۔''کیا ہمارا اس سے کوئی تعلق تھا؟'' ''کیا وہ انارکسٹ ہے؟'' اور وغیرہ وغیرہ۔''ٹھیک ہے تم لوگوں کو معلوم ہے کہ میں اخباری نمائندوں کے متعلق کیسے خیالات رکھتا ہوں..... میں تو اسے کوئی اطلاع نہ دیتا۔لیکن بدقسمتی سے اسحاک نے ایسا کر دیا۔''

''اس میں چھپانے کی کیا بات تھی'' اسحاک نے مداخلت کی۔''یہاں جتنے لوگ ہیں سب کو معلوم ہے کہ ہم اس سے ایما کی معرفت ملے ہیں اور یہ بھی کہ وہ ہم سے ملنے آیا کرتا تھا۔اس کے علاوہ مجھے یہ کہاں پتہ تھا کہ اخباری نمائندہ ایک جھوٹی کہانی گڑھنے جا رہا ہے؟''

میں نے شکاگو کے کامریڈوں سے استدعا کی کہ وہ بفلو جیل میں پڑے ہوئے لڑکے کے لیے غور کریں کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ہم اس کی زندگی تو نہیں بچا سکتے لیکن ہم کم از کم یہ تو کر سکتے ہیں کہ اس کے کام سے دنیا کو آگاہ کریں اور ہم اس کی بھی کوشش کریں کہ اس سے بات ہو جائے۔اس سے یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ ہم نے اسے حالات کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑ دیا۔میکس کو اس بات پر شک تھا کہ زولگوز تک رسائی ممکن ہوگی۔اسے بفلو کے ایک کامریڈ کا رقعہ ملا تھا جس میں اس نے آگاہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کیا تھا کہ کسی بھی شخص کو لیون سے نہیں ملنے دیا جا رہا۔ میں نے تجویز دی کہ ہمیں ایک وکیل مقرر کرنا چاہئے۔ قانونی مدد کے بغیر زولگوز کا گلا دبا دیا جائے گا اور اسے کہیں پھینک دیا جائے گا۔ جیسا کہ ساشا کے ساتھ ہوا۔ اسحاک نے یہ مشورہ دیا کہ ریاست نیویارک سے ایک وکیل کی خدمات حاصل کی جائیں۔ اور میں نے مشرقی ساحل کی طرف فوری روانگی کا فیصلہ کر لیا۔ میرے دوستوں کا کہنا تھا کہ میرا یہ کرنا غلط ہے۔ میں جیسے ہی اس شہر میں پہنچوں گی مجھے گرفتار کر لیا جائے گا اور بغلو بھیج دیا جائے گا۔ یوں میرے مقدر پر مہر لگ جائے گی۔ لیکن میرے لیے یہ بھی ممکن نہ تھا کہ میں زولگوز کو فنا کے گھاٹ اترنے دوں اور اس کے بچانے کے لیے کوئی کوشش نہ کروں۔ ذاتی تحفظ کے کسی احساس کو اس مسئلے میں اثر انداز نہ ہونا چاہئے، میں نے دوستوں سے صاف صاف بتا دیا۔ اس میں یہ اضافہ بھی کیا کہ میں شکاگو ہی میں رہوں گی تا کہ ایک عوامی جلسہ منظم کیا جائے جس میں زولگوز اور اس کی کارروائی کے متعلق ہمارے احساسات کو بیان کیا جا سکے۔

جلسے والی شام میں آپ برانڈ ہال سے ملی ہوئی عمارت تک بھی نہیں جا سکتے تھے جہاں یہ جلسہ ہونا تھا۔ پولیس کے طاقتور دستے لوگوں کو طاقت کے بل پر منتشر کر رہے تھے۔ ہم نے ایک اور ہال کرائے پر لینے کی کوشش کی لیکن پولیس نے اس کے منتظمین کو بھی دہشت زدہ کر دیا۔ جلسہ منعقد کرنے کی ہماری مساعی ناکام ہوتی جا رہی تھیں تو میں نے طے کیا کہ میں اپنا موقف فری سوسائٹی میں بیان کروں گی۔ ''لیون زولگوز اور اس قسم کے دوسرے لوگ'' میں نے اپنے مضمون میں لکھا جس کا عنوان رکھا گیا ''بغلو کا سانحہ'' انہیں نحیف جبلت کی بے حس مخلوق کہنے کے بجائے درحقیقت یہ گہرے احساسات کے حامل لوگ ہوتے ہیں جو شدید سماجی دباؤ کو برداشت کرنے سے قاصر ہیں۔ یوں وہ پرتشدد ذرائع اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ اس میں وہ اپنی جان تک قربان کر دیتے ہیں۔ یہ محض اس لیے ہوتا ہے کہ ایسے افراد کے لیے چت پڑے پڑے اپنے لوگوں کی غربت اور مصائب کو دیکھتے رہنا ممکن نہیں ہوتا۔ ان کارروائیوں کا الزام ان لوگوں کے دروازوں پر دھرا جانا چاہئے جو اس ناانصافی اور انسانیت سوزی کے ذمہ دار ہیں اور جن کا اس دنیا پر تسلط ہے۔'' ان سماجی وجوہ کے بیان کرنے اور جن کی وجہ سے ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں جیسا کہ زولگوز نے کیا۔ میں نے بات کو یوں سمیٹا ''جب میں یہ لکھ رہی ہوں تو میرے خیالات اس نوجوان کے گرد منڈلا رہے ہیں جس کا لڑکیوں جیسا چہرہ عنقریب موت کے منہ میں ڈالا جانے والا ہے۔ وہ اپنی کوٹھری میں ٹہل رہا ہے اور اس کی حرکت پر کڑی نگاہیں جمی ہوئی ہیں۔ ع

اسے کون دیکھتا ہے جب وہ روتا ہے
اور کون ہے جو اسے عبادت کرتے دیکھتا ہے
اسے کون دیکھے کہ وہ خود ہی محرومیت کا شکار ہو
جو اپنے صید ہی کا صیاد ہے

میرا دل تو اس کی ہمدردی میں خون کے آنسو رو رہا ہے۔ جیسا کہ ان تمام لوگوں کے لیے غمگین ہو جاتا ہے جو افلاس اور جبر کے مارے ہوئے ہوں۔ جو ماضی کے شہید ہیں اور مستقبل کے ہاتھوں ہلاک ہونے والے ہیں۔ جو ایک بہتر اور شائستہ زندگی کے نقیب ہیں۔ میں نے یہ مضمون لکھ کر اسحاک کے سپرد کر دیا جس نے اس کی فوری چھپائی کے انتظام کا وعدہ کیا۔

پولیس اور صحافت کا شعبہ ملک کے طول و عرض میں انارکسٹوں کو کھدیڑ رہا تھا۔ جلسوں کو درہم برہم کیا جاتا اور معصوم لوگوں کو حراست میں لے لیا جاتا۔ کئی علاقوں میں ایسے لوگ جن پر انارکسٹ ہونے کا شک ہوتا انہیں تشدد کا نشانہ بنایا جاتا۔ پٹس برگ میں ہمارے اچھے دوست ہیری گورڈن کو کھینچ کر گھر سے سڑک پر لایا گیا اور وہ مرتے مرتے بچا۔ اس کے گلے میں رسی کا پھندہ پڑ چکا تھا جب عین وقت پر چند راہگیروں نے اس کی بیوی اور دو بچوں کی منت سماجت پر ترس کھا کر اسے بچا لیا۔ نیویارک میں فری آربیٹر اسٹیٹے کے دفتر پر ایک ہجوم نے دھاوا بول دیا۔ کرسی میزیں توڑ پھوڑ دی گئیں اور کتابت کا ٹائپ برباد کر دیا گیا۔ کسی معاملے میں بھی پولیس نے حب الوطن بلوائیوں کی کارروائیوں میں مداخلت نہ کی۔ جون موسٹ کو فری ہایٹ میں ایک مقالہ شائع

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرنے کی پاداش میں گرفتار کرلیا گیا جو سیاسی دہشتگردی کے خلاف کارل ہیزن کا لکھا ہوا تھا جس کا عنوان ۴۸ مشہور انقلابی تھے جن کو مرے ہوئے کئی برس گزر چکے تھے۔ موسٹ آج کل ضمانت پر مقدمہ چلنے کا منتظر تھا۔ شکاگو میں چند جرمن کامریڈوں نے مقدمے کے اخراجات پورے کرنے کی غرض سے چندہ جمع کرنے کے لیے ایک تقریب منعقد کی اور مجھے تقریر کرنے کی دعوت دی۔ ہمارا ۱۸۹۲ء کا منافقشہ میرے لیے اب قصہ ماضی تھا۔ موسٹ پھر سے پولیس کے چنگل میں تھا اور یہ خطرہ بھی موجود تھا کہ اسے بلیک ویل جزیرے بھیج دیا جائے اس لیے میں نے خوشی خوشی ہر بات پر آمادگی ظاہر کردی جو میں اس کے لیے کرسکتی تھی۔

جلسے سے اسحاک کے گھر واپسی پر میں نے اپنے مقالے کے پروف تیار پائے۔ اس پر نظر ڈالتے ہی میں تو حیران رہ گئی کہ اس میں ایک پیراگراف شامل کردیا گیا تھا جس سے میرے مضمون کا مفہوم ہی بدل گیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ یہ سب ایڈیٹر کا کیا دھرا تھا جو اسحاک ہے۔ وہی اس تبدیلی کا ذمہ دار تھا۔ میں دوبدو ہوگئی اور اس کی وضاحت طلب کی۔ اس نے فوراً یہ تسلیم کرلیا کہ یہ چھوٹا سا پیراگراف اسی نے لکھا ہے ''تاکہ مضمون کی کاٹ نرم پڑ جائے۔'' اس نے وضاحت کی۔ ''اس سے فری سوسائٹی بھی بچ جائے گا'' ''اور نتیجے میں تمہاری جان بھی۔'' میں نے گرم ہوکر ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ ''برسہابرس سے تم لوگوں کی لعنت ملامت کررہے ہو کہ لوگ بزدل ہیں جو کسی خطرناک صورتحال کا سامنا کرنے سے کتراتے ہیں۔ اب چونکہ تمہارا کسی ایسی صورتحال سے سامنا ہورہا ہے تو اپنی کینچلی بدل رہے ہو۔ کم از کم تمہیں کوئی تبدیلی کرنے سے پہلے مجھ سے تو اجازت لینا چاہئے تھی۔''

بڑی بحث و تمحیص کے بعد اسحاک کے خیالات میں تبدیلی آئی۔ اس نے یہ بھی محسوس کیا کہ میرے نظریات کی حلقے کے تمام لوگ حمایت کررہے تھے..... اس کا بیٹا ایب، ہیولایٹ اور دیگر کئی..... جس پر اس نے کہا اس معاملے میں اس پر کوئی ذمہ داری نہ ہوگی۔ بالآخر، مضمون اپنے اصل مسودے کے مطابق چھپا۔ فری سوسائٹی کا بھی کچھ نہ بگڑا۔ مگر اسحاک کی ذات میں میرا اعتماد متزلزل ہوگیا۔

نیویارک لوٹتے ہوئے میں روچسٹر میں اتر پڑی۔ جھٹ پٹے کا وقت تھا اور میں پیدل ہی ہیلینا کے گھر چلی گئی تاکہ کوئی پہچان نہ لے۔ ایک پولیس والا اس کے گھر پر تعینات تھا لیکن وہ مجھ سے ناواقف تھا۔ مجھے دیکھ کر ہر ایک کی سانس اوپر کی اوپر اور تلے کی تلے رہ گئی۔ ''تم بھلا یہاں کیسے پہنچیں؟'' ہیلینا چلائی ''کیا تمہیں دروازے پر افسر نہیں نظر آیا؟'' ''بے شک میں نے اسے دیکھا لیکن لگتا ہے کہ اس نے مجھے نہیں دیکھا۔'' میں ہنسی۔ ''کیا تم لوگ پولیس والوں کی بہت فکر کرتے ہو، اس سے اچھا ہے کہ میرے غسل کا انتظام کرو۔'' میں ہلکے سے چیخی۔ میری بے فکری نے پورے کنبے کی گھبراہٹ رفع کردی۔ سب خوش تھے اور ہیلینا اپنی روایتی محبت میں مجھ سے لپٹ گئی۔

میری ساری اسیری کے دوران میرا پورا کنبہ مجھ پر فدا سا رہا۔ وہ مجھے تار اور خطوط بھیجتے رہے۔ عدالت میں میری صفائی کے لیے انہوں نے رقم کی پیشکش کی اور کسی بھی ایسی مدد کا وعدہ کیا جو مجھے درکار ہو۔ انہوں نے اس دارو گیر کے متعلق مجھے ایک لفظ نہ لکھا جن سے وہ میری وجہ سے گزرے۔ اخباری نمائندوں نے انہیں دق کرکے حواس باختہ کردیا اور ارباب اختیار نے انہیں مستقل کڑی نگرانی میں رکھا۔ میرے والد کو پڑوسیوں کی طرف سے برادری بدری کا سامنا کرنا پڑا جس سے ان کی چھوٹی سی فرنیچر کی دکان کئی گاہکوں سے محروم ہوگئی۔ اس کے ساتھ اسے کنیسا سے بھی مقاطعہ کا سامنا کرنا پڑا۔ میری بہن لینا جس کی صحت ٹھیک نہ تھی اسے بھی چین نہ لینے دیا گیا۔ اسے پولیس نے اس طرح دہشت زدہ کیا کہ اسٹیلا کو حکم جاری کیا گیا کہ وہ مرکزی دفتر میں پیش ہو، جہاں اس بچی کو سارا دن بٹھائے رکھا گیا اور اس سے اس کی خالہ ایما گولڈمان کے متعلق سوالات پوچھے جاتے رہے۔ اسٹیلا نے بڑی جرأت سے کام لے کر جواب دینے سے انکار کردیا اور مزاحمت کرکے اپنی خالہ کی ذات میں اپنا فخر و اعتماد ظاہر کیا۔ اس کی ہمت، حسن اور جوانی نے مل کر عمومی ستائش پائی۔ ہیلینا کے بقول۔

پبلک اسکول کے طلباء و طالبات اور اساتذہ کہیں زیادہ سنگدل ثابت ہوئے۔ ''تمہاری خالہ ایما گولڈمان قاتلہ ہے'' وہ ہمارے بچوں پر طنز کرتے۔ اسکول ان کے لیے ایک گھناؤنا اور ڈراؤنے خواب میں بدل گیا تھا۔ میرے بھتیجے سیکس (Saxe) اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہیری نے بڑی تکلیفیں جھیلیں۔ ہیری کو اپنے ہیرو کی پرتشدد موت پر اتنا دکھ ہوا اور صدمہ اتنا گہرا تھا جتنا ملک بھر کے بالغوں کو نہ ہوا تھا۔ اس نے اس بات میں بہت ذلت محسوس کی کہ اس کی ماں کی بہن کو اس کا مورد الزام ٹھہرایا جائے اس سے بھی بری یہ ہوئی کہ س کے اسکول کے ساتھی اسے بالاعلان انارکسٹ اور مجرم کہیں۔ اس دارو گیر نے اس کے مصائب میں اضافہ کر دیا اور اسے مجھ سے بالکل بیگانہ کر دیا۔ دوسری جانب سیکس کے رنج کا سبب اس کی مجھ سے گہری وفاداری تھی۔ اس کی ماں اور خالہ ہیلینا ایما کو چاہتی تھیں اور انہوں نے اسے بتایا تھا کہ میں بے قصور تھی۔ وہ اسکول کے ساتھیوں کے مقابلے میں بہتر جانتی تھیں۔ ان کی اکھڑ پن والی جارحیت سے اسے ہمیشہ سے کراہت تھی۔ اب تو ان سے اور بھی کترانے لگا۔ میرے پہرے دار پولس والے کو غچہ دے کر خلاف توقع نمودار ہو جانے نے سیکس کے تخیل میں تلاطم پیدا کر دیا اور میرے لیے اس کے دل میں مزید داد و تحسین پیدا کر دی۔ اس کا تمتماتا چہرہ اور چمکتی نگاہیں اس کے جذبات کی منہ بولتی تصویر تھیں۔ شام میں دیر گئے تک اس کا منڈلاتے رہنا اس کے کانپتے ہونٹوں سے زیادہ کہہ گیا۔

میری زخمی روح کے لیے اپنے کنبے کے درمیان محبت اور چین کا ملنا ایک جنت سے کم نہ تھا۔ یہاں تک کہ میری بہن لیٹا جو میرے طرز حیات کی کبھی حامی نہ رہی اب بہت گرمجوشی ظاہر کر رہی تھی۔ بھائی ہرمین اور اس کی بیوی نے مجھے اپنی نظروں سے ہٹنے نہ دیا۔ وہ خطرہ جو مجھ پر منڈلاتا رہتا تھا اور جواب بھی موجود تھا اس نے میرے خاندان اور میرے درمیان میں موجود رشتے کو مزید مستحکم کر دیا تھا جس کا ہمیں پہلے کوئی تجربہ نہ ہوا تھا۔ میں روچسٹر میں اپنے قیام کو طول دینا چاہتی تھی تاکہ شکاگو کی کڑی آزمائش کی گرانی سے نجات مل جائے اور طبیعت بحال ہو جائے۔ لیکن زولگوز کا خیال مجھے مارے ڈال رہا تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ نیویارک پہنچ کر میں اس کے لیے کچھ نہ کچھ کر سکتی ہوں۔

گرینڈ سنٹرل ریلوے اسٹیشن پر ایگور اور اس کے دو یار مجھے لینے آئے تھے جو روچسٹر میں ہمارے ساتھ ایک دلفریب مہینہ بسر کر چکے تھے۔ ایگور ہراساں لگ رہا تھا۔ اس نے پوری کوشش کر لی تھی کہ میرے لیے کوئی جگہ مل جائے لیکن ناکام رہا۔ کوئی بھی ایما گولڈمان کو سجا سجایا کمرہ کرائے پر دینے کو تیار نہ تھا۔ ہمارے وہ دوست جن کے پاس کوئی فاضل کمرہ تھا وہ اس جوکھم میں نہیں پڑنا چاہتے تھے کہ میں ان کے ساتھ قیام کروں اور انہیں بھی گھر خالی کرنے کو کہا جائے۔ ان لڑکوں میں سے ایک نے یہ پیشکش کی کہ وہ چند راتوں کے لیے اپنا کمرہ دے سکتا ہے۔ ''پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔'' میں نے ایگور کو تسلی دی ''فی الحال میرے قیام کا بندوبست ہے اور اس اثناء میں میں کوئی اپارٹمنٹ تلاش کر لوں گی۔''

کافی دیر تک فلیٹ کے لیے مارے مارے پھرنے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ میرا بھائی مبالغے سے کام نہیں لے رہا تھا۔ مجھے کوئی بھی رکھنے کو تیار نہ تھا۔ میں ایک جسم فروش عورت سے ملنے چلی گئی جس کی میں تیمارداری کر چکی تھی۔ ''کیوں نہیں، گڑیا فوراً یہیں ٹھہر جاؤ!'' اس نے مجھے خوش آمدید کہا۔ ''میں تو مارے خوشی کے مری جا رہی ہوں، میں تو اپنی ایک سہیلی کے ہاں دیوار گیر بستر میں سو رہوں گی تھوڑے ہی دن کی تو بات ہے۔''

مجھے شکاگو میں آڈ کے کئی ہمت افزا تار ملے تھے جن کے پیچھے پیچھے کئی خطوط بھی آئے تھے جن میں مجھے اطمینان دلایا گیا تھا کہ مجھے جس چیز کی بھی ضرورت ہو میں اس پر بھروسہ کر سکتی ہوں۔ جس میں رقم، مدد، مشورہ اور ان سب سے بڑھ کر اس کی دوستی پر۔ یہ بڑی اچھی بات تھی کہ آڈ اتنا ثابت قدم رہا۔ جب میں اپنی واپسی پر نیویارک پہنچی تو اس نے میرے استعمال کے لیے اپنے اپارٹمنٹ کی پیشکش کی جبکہ وہ اور اس کا کنبہ کسی دوست کے ساتھ قیام کرے گا۔ ''تمہیں میرا گھر بہت بدلا ہوا نہ لگے گا۔'' اس نے جملہ کسا۔ ''تمہاری تمام اشیاء کمرے میں جوں کی توں رکھی ہیں جو میرا حجرہ ہے جہاں میں اکثر اپنی مشترکہ زندگی کے متعلق خواب دیکھا کرتا ہوں۔'' میں نے اس کا شکریہ ادا کیا لیکن میں اس کی فیاضانہ تجویز کو قبول کرنے سے قاصر تھی۔ اس نے نہایت ہوشیاری سے مجھے اس پر آمادہ کرنے کی کوشش کی، سوا اس بات کے کہ اس کی کمپنی پر میرے کمیشن کی کئی سو ڈالر کی رقم واجب تھی۔

''مجھے رقم کی سخت ضرورت ہے'' میں نے آڈ سے رازدارانہ انداز میں کہا ''تاکہ میں کسی کو بغلو بھیجوں تاکہ وہ زولگوز سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ملے۔ غالباً اس کے لیے کچھ کیا جاسکتا ہے۔ ہمیں یہ بھی چاہئے کہ اس کی حمایت میں فوراً بڑا سا جلسہ منظم کریں۔'' وہ بڑی حیرانی سے مجھے گھورنے لگا۔ ''میری جان'' اس نے کہا اور اپنے سر کو ہلائے جاتا ''لگتا ہے تم شہر میں پھیلی ہوئی سراسیمگی سے باخبر نہیں ہو۔ نیویارک میں نہ تو کوئی ہال کرائے پر ملے گا اور نہ ہی تمہارے علاوہ کوئی زولگوز کی حمایت میں بولنے پر تیار ہوگا۔'' ''لیکن یہ بھی کسی سے توقع نہ کی جانا چاہئے کہ کوئی زولگوز کے اقدام کی مدح وثنا کرے!'' میں نے یہ جرح کی ''مجھے یقین ہے کہ ریڈیکل صفوں میں چند لوگ ضرور ایسے ہوں گے جو سفر آخرت پر روانہ ہونے والے انسان سے ہمدردی ظاہر کرنے کی سکت رکھتے ہوں۔'' ''سکت شائید ہو۔'' اس نے شک آمیز لہجے میں جواب دیا۔ ''لیکن اتنے جری بھی نہ ہوں گے کہ ایسے نازک وقت میں بولنے کھڑے ہوجائیں۔'' ''ہوسکتا ہے تم درست ہو۔'' میں تسلیم کرتی ہوں۔ لیکن میں یہ چاہتی ہوں کہ یہ بات شک سے بالاتر ہوجائے۔''

ایک اعتماد کے آدمی کو بفلو روانہ کیا گیا لیکن وہ جلد ہی لوٹ آیا کیونکہ وہ زولگوز سے ملاقات نہ کرسکا۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ کسی کو اس سے ملنے کی اجازت نہیں ہے۔ ایک ہمدرد پہرے دار نے ہمارے پیغامبر پر یہ افشا کیا کہ لیون کو بارہا زدوکوب کیا گیا جس سے وہ بیہوش ہوجاتا ہے۔ اس کی جسمانی حالت ایسی ہے جس کی وجہ سے کسی کو اس سے ملنے کی اجازت نہیں ملتی اور اسی وجہ سے اسے عدالت میں نہیں پیش کیا جارہا۔ میرے دوست نے مزید بتایا کہ تمام تشدد کارروائیوں کے باوجود زولگوز نے کسی قسم کا اعتراف نہیں کیا اور کسی کو بھی اپنی کارروائی میں ملوث نہیں کیا۔ ایک رقعہ لیون تک اسی دوست پہرے دار کے ہاتھ پہنچادیا گیا۔

مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ بفلو میں زولگوز کے لیے ایک وکیل کرنے کی کوشش کی گئی مگر کوئی بھی اس کی طرف سے وکیل صفائی بننے پر تیار نہ ہوا۔ اس بناء پر میرا عزم اور مستحکم ہوا کہ اس غریب بیچارے کے حق میں آواز اٹھاؤں جسے سب ہی بھول بیٹھے ہیں یا قبول کرنے سے انکار کررہے ہیں۔ تاہم بہت جلد ہی میں قائل ہوگئی کہ آڈ نے صحیح کہا تھا۔ ریڈیکل حلقوں میں سے کوئی بھی انگریزی گو اس پر آمادہ نہ کیا جاسکا کہ لیون زولگوز کی کارروائی کے متعلق جلسے میں گفتگو کرے۔ میری گرفتاری کے خلاف بہت سے لوگ احتجاج کرنے کو تیار تھے اور ''درجہ سوم'' اور میرے ساتھ روا رکھنے والے سلوک کے خلاف بھی۔ لیکن وہ بفلو کے معاملے میں کچھ بھی کرنے کو آمادہ نہ تھے۔ زولگوز کوئی انارکسٹ نہ تھا۔ اس کی کارروائی نے تحریک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا تھا۔ ہمارے امریکی کامریڈ اس پر اڑے ہوئے تھے۔ بہت سے یہودی انارکسٹوں نے بھی ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا۔ یانوفسکی جو 'فری آربیٹر سٹے' کا مدیر تھا تو اس سے بھی ایک قدم آگے چلا گیا۔ اس نے زولگوز کے خلاف ایک مہم شروع کردی اور مجھے بھی اعلانیہ ملامت کا نشانہ بنایا کہ میں ایک غیر ذمہ دار فرد ہوں اور اس کا بھی اعلان کردیا کہ وہ آئندہ کبھی بھی اس چبوترے پر سے تقریر نہیں کرے گا جہاں سے میں خطاب کروں گی۔ چند گروہ جن کے اوسان ابھی تک نہ خطا ہوئے تھے وہ لاطینی گروپ، اطالوی، ہسپانوی اور فرانسیسی انارکسٹ تھے۔ ان کی مطبوعات میں زولگوز پر میرے مضمون کے تراجم شائع ہوئے جو فری سوسائٹی میں چھپ چکا تھا۔ انہوں نے لیون پر ہمدردی سے پُر مضامین لکھے اور اس کی کارروائی کے پس منظر بیان کرتے ہوئے یہ کہا کہ یہ ملک میں روز افزوں سامراجیت اور رجعت پسندی کا نتیجہ تھا۔ لاطینی کامریڈ تو میری کسی بھی تجویز پر ہاتھ بٹانے کو بے چین تھے۔ اور یہ بات نہایت تسلی بخش تھی کہ کم از کم چند انارکسٹوں نے اپنی جرأت اور قوت فیصلہ کو اس بزدلی اور طیش کے پاگل خانے میں محفوظ رکھا۔ بدقسمتی سے غیر ملکی تارکین وطن امریکی عوام تک اپنی آواز نہ پہنچاسکے۔

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مصداق میں نے اپنی امیدیں اپنے عزم واستقلال کے علاوہ ان اپیلوں پر منحصر رکھیں کہ میں عوامی مزاج کے چند امریکیوں کو لیون زولگوز کے حق میں عمومی انسانی ہمدردی کے اظہار پر آمادہ کرلوں گی چاہے وہ لوگ اس کی کارروائی کی مذمت ہی کیوں نہ کریں۔ ہر دن مزید مایوسیاں اور دل میں درد بڑھاتا۔ میں آخر کار اس حقیقت کو تسلیم کرلینے پر مجبور ہوگئی کہ میں ان دنوں ذلت آمیز خوف کی وبا سے نبرد آزما ہوں اور جسے زیر نہیں کیا جاسکتا۔

بفلو کا سانحہ اپنے اختتام کو پہنچ رہا تھا۔ لیون زولگوز تشدد اور زدوکوب کا شکار ہونے کی وجہ سے اب بھی بیمار تھا۔ اس کا چہرہ مسخ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوگیا تھا اور سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اس کو دو پولیس والے پکڑ کر عدالت میں لائے۔ انصاف اور رحم کے نام پر بفلو کی عدالت نے دو وکلاء کو بطور وکیل صفائی مقرر کر دیا۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ انہوں نے سرِ عام یہ اعلان کر دیا کہ انہیں ایسے شخص کی صفائی میں پیش ہونے پر افسوس ہے جو ایک بدکار جرائم پیشہ ہے جس نے ہمارے ''محبوب صدر'' کو قتل کر دیا! اس کے باوجود وہ اپنے فرائض معمول کے مطابق نبھائیں گے! وہ مقدور بھر یہ بھی کوشش کریں گے کہ عدالت میں مدعا علیہ کے حقوق پر آنچ نہ آئے۔

آخری ایکٹ آوبرن جیل میں کھیلا گیا۔ پو پھٹنے سے پہلے ۲۹ اکتوبر ۱۹۰۱ء کو سزائے موت پانے والے قیدی کو بجلی کی کرسی پر بٹھا کر تسموں سے جکڑ دیا گیا۔ جلاد بجلی کے سوئچ پر ہاتھ رکھے اشارہ پانے کا منتظر تھا۔ ایک وارڈن روایتی مسیحی رحم کے تحت آخری مرتبہ یہ کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح گناہگار کی روح کو چین پہنچانے کی خاطر اسے آمادہ کیا جانے لگا کہ وہ اعتراف جرم کر لے۔ بڑی نرمی سے وہ کہتا ہے۔ ''لیون، میرے بیٹے تم اس بری عورت کی کیوں پشت پناہی کر رہے ہو جو ایما گولڈمان ہے؟ وہ تمہاری دوست بھی نہیں ہے۔ اس نے تو تمہیں ایک آوارہ گرد ٹھہرایا ہے اور کام کے لیے سست الوجود۔ اس نے یہ بھی کہا ہے کہ تم اس سے ہمیشہ قرض مانگا کرتے تھے۔ ایما گولڈمان نے تم سے دغابازی کی ہے، لیون تم اسے کیوں بچا رہے ہو؟''

بے سانسوں کا سناٹا، وقت کا بے کراں لمحہ جس سے موت کا کمرہ بس جاتا ہے اور جو موجود ناظرین کے دلوں میں ڈوب جاتا ہے۔ آخر میں ایک گھٹی سی سسکی جو قریب قریب ناقابل فہم آواز ہے جو سیاہ نقاب کے اندر سے آتی ہے۔

اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ایما گولڈمان نے میرے متعلق کیا کہا۔ میری کارروائی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ میں نے اکیلے کیا۔ اور یہ میں نے امریکی عوام کے لیے کیا۔

ایک اور سکوت جو پہلے والے سے بھی زیادہ دلفگار۔ ایک سوں سوں کی آواز..... گوشت جلنے کی بو..... زندگی کی آخری جھرجھری۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

باب ۲۵

یہ ایک ٹھوس اور تلخ حقیقت تھی کہ زندگی سے ازسرنو آمنا سامنا کیا جائے۔ گزشتہ ہفتوں کی مشکلات کے دباؤ میں، میں اس بات کو فراموش کر چکی تھی کہ جہد بقا کے لیے مجھے دوبارہ ہاتھ پاؤں مارنے ہوں گے۔ اب تو معاملہ دو چند تھا مجھے ایک گونہ فراموشی بھی درکار تھی۔ ہماری تحریک میرے لیے دلکشی کھو چکی تھی۔ اس کے بہت سے پیروکاروں کے متعلق میرے دل میں تنفر پیدا ہو چکا تھا۔ وہ انارکزم کو ایک سرخ کپڑے کی طرح بیل کے آگے لہرا رہے تھے۔ لیکن جیسے ہی وہ ان کی طرف دوڑنا شروع کرتا وہ پناہ گاہ کی طرف بھاگنے لگتے۔ میں اب ان کے ساتھ کام نہیں کر سکتی۔ اس سے بھی بڑھ کر تکلیف دہ ان اقدار پر بڑھتی ہوئی خلیج تھی جن پر میں تہہ دل سے اعتقاد رکھتی چلی آ رہی تھی۔ نہیں، میں اب تحریک میں نہیں رہ سکتی۔ مجھے سب سے پہلے اپنے حالات کا بہی کھاتہ ٹھیک کرنا ہوگا۔ اپنے پیشے میں بہت سا کام ہے۔ میرے نزدیک یہ واحد پناہ گاہ تھی۔ اس سے خلا بھر جائے گا اور مجھے بھولنے میں آسانی ہوگی۔

میں اپنی شناخت کھو چکی تھی۔ میں نے ایک فرضی نام اختیار کر رکھا تھا کیونکہ کوئی بھی مالک مکان مجھے رکھنے پر تیار نہ تھا۔ اور میرے سابق کامریڈ اور احباب بھی اتنے ہی بہادر ثابت ہوئے۔ صورتحال نے ۱۸۹۲ء والے حالات کو جنم دے دیا۔ ان راتوں کو جو میں نے ٹومپکن اسکوائر پر یا گھوڑے والی ٹراموں پر ہارلم سے بیٹری کے درمیان پھیرے لگاتے ہوئے گزاری تھیں یا بعد میں چوتھی اسٹریٹ پر رہنے والی لڑکیوں کے ساتھ بسر کیں۔ میں نے زندگی کی یہ صعوبتیں برداشت کر لیں مگر اپنا نام بدلنے پر آمادہ نہ ہوئی تھی۔ اسے میں نے کمزوری اور بے میل جانا۔ میرا ان دنوں یہ خیال تھا کہ مقبول تعصبات کے آگے سپاس گزار ہو جاؤں۔ ان میں سے چند ایک جنہوں نے زولگوز کی مخالفت کی تھی میری اس لیے تعریف کر رہے تھے کہ میں نے جھک جانے کے بجائے بے خانماں لوگوں کے گروہ میں شامل ہونے کو ترجیح دی۔ لیکن ان تمام باتوں کی میری نگاہ میں کوئی اہمیت نہ تھی۔ میری جدوجہد اور گزشتہ بارہ برس کی مایوسیوں نے مجھے یہ سبق سکھایا تھا کہ زیادہ تر لوگوں میں تسلسل بہت اوچھا ہوتا ہے۔ اس کی حیثیت بس یہ ہے کہ آپ کس نام کو اختیار کرتے ہیں۔ یہ بھی اس وقت تک جب تک آپ اپنی دیانتداری پر قائم رہیں۔ بے شک اب میں دوسرا نام اختیار کر لوں گی جو بہت عام سا ہو اور جہاں تک میں سمجھتی ہوں سننے میں ذرا سا بھی گراں نہ ہو۔ میں مس ای۔ جی۔ اسمتھ ہو گئی۔

مالکان مکان کی طرف سے اب مزید اعتراضات نہ ہوئے۔ میں نے فرسٹ اسٹریٹ پر ایک فلیٹ کرائے پر لے لیا۔ ایگور اور اس کا یار ڈان میرے پاس اٹھ آئے۔ ہم نے قسطوں پر فرنیچر حاصل کر لیا، اس کے بعد میں اپنے طبیب سے ملنے گئی تا کہ انہیں آگاہ کر دوں کہ آئندہ سے وہ مجھے بطور ای۔ جی۔ اسمتھ متعارف کرائیں۔

دن بھر جوتیاں چٹخاتے رہنے کے بعد مجھے ایک اور ثبوت مل گیا کہ میں ایک اچھوت ہوں۔ میں کئی ڈاکٹروں سے ملی۔ یہی افراد جو مجھے برسہا برس سے جانتے تھے اور جو بطور نرس میرے کام سے پوری طرح مطمئن رہتے تھے۔ وہ اس پر برہم تھے کہ میں نے ان سے ملنے کی جرأت کیسے کی۔ کیا میں یہ چاہتی ہوں کہ ان کا نام اخبارات میں آئے یا انہیں پولیس کے معاملات میں الجھانا چاہتی ہوں؟ سرکاری اہلکار میرے پیچھے سائے کی طرح لگے ہوئے ہیں۔ میں یہ کیسے توقع کر رہی ہوں کہ وہ مجھے کسی کے پاس بھیج دیں؟ ڈاکٹر وہائٹ نے زیادہ انسان نوازی کی۔ اس نے ان کہانیوں پر کبھی اعتبار نہ کیا جن میں مجھے زولگوز کے معاملات میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ملوث کیا جاتا تھا۔اس کا اس نے مجھے یقین بھی دلایا۔اسے یقین تھا کہ قتل کرنا میرے بس کا کام نہیں ہے۔اس کے باوجود وہ مجھے اپنے دفتر میں ملازمت نہیں دے سکتا۔''اسمتھ واقعی ایک عام سا نام ہے۔''اس نے کہا''لیکن اس راز کے فاش ہونے میں کتنا وقت لگے گا؟ میں یہ خطرہ مول نہیں لے سکتا۔اس کے معنی تو میری بھی بربادی ہے۔''تاہم کسی اور طریقے سے وہ میری مدد کرنے کے لیے متردد تھا جو شائید بذریعہ رقم تھا۔میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اپنی راہ لی۔

میں نے ڈاکٹر جولیس ہومّین اور ڈاکٹر سولوٹاروف سے بھی ملاقات کی۔وہ دونوں کم از کم میرے لیے نہیں بدلے تھے اور وہ مجھے مریض دینے پر تیار بھی تھے۔بدقسمتی سے میرا اچھا دوست سولوٹاروف دل کے ایک عارضے میں مبتلا ہو کر گھر سے باہر جا کر مریضوں کو دیکھنے سے قاصر ہو گیا۔اس کے دفتر کے مریضوں کو شاذونادر نرسوں کی ضرورت پڑتی۔لیکن اس نے مشرقی ساحل کے دوسرے ڈاکٹروں سے اس معاملے میں بات کرنے کا وعدہ کیا۔عزیز، مخلص کامریڈ، نیویارک میں پہلی آمد کے بعد میں چھ منزلہ عمارت کی سیڑھیاں چڑھ کر جب سے اس سے ملی ہوں اس دن سے آج تک اس نے مجھے کبھی مایوس نہیں کیا۔

یہ بات عیاں تھی کہ میرے لیے حالات روشن نہ تھے۔مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ حالات موافق بنانے کے لیے مجھے سر دھڑ کی بازی لگانا ہوگی۔لیکن میں عزم کیے ہوئے تھی کہ میں سب کچھ از سرِ نو کر کے رہوں گی۔میں ان طاقتوں کے سامنے سجدہ ریز نہ ہوں گی جو مجھے کچلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔''میں ہر حال میں آگے بڑھوں گی ساشا کے لیے اور اپنے بھائی کے لیے جنہیں میری ضرورت ہے۔''میں نے خود سے مخاطب ہو کر کہا۔

ساشا! مجھے دو ماہ سے اس کا کوئی پیغام نہیں ملا تھا۔اور میں بھی اسے کچھ نہ لکھ پائی تھی۔حالت اسیری میں بے ساختگی سے لکھنا میرے لیے آسان نہ تھا اور پچھلا مہینہ تو بہت ہی بے کیف اور مضمحل کرنے والا تھا۔مجھے یقین تھا کہ اوروں کے مقابلے میں میرا عزیز ساشا بغلو میں گولی چلنے کے سماجی مفہوم کو کہیں زیادہ سمجھا ہوگا۔اور وہ اس لڑکے کی دیانت کو بھی سراہے گا۔ڈیئر ساشا! جب سے خلاف توقع اس کی قید کی معیاد میں تخفیف ہوئی تھی اس کی روح فرحاں وشاداں تھی۔''صرف پانچ سال اور''اس نے اپنے پچھلے خط میں لکھا تھا۔''عزیز دوست ذرا سوچو تو، صرف پانچ برس اور!''اسے آزاد دیکھنے کے لمحے کے مقابلے میں اگر میرے تمام مصائب بھی دوبارہ سر اٹھالیں تو وہ پاسنگ بھر بھی نہ ہوں گے؟ اسی امید پر میں گرتی پڑتی چلتی رہی۔کبھی کبھی مجھے کوئی مریض مل جاتا باقی وقت میں، میں لباس سینے لگتی۔

میں بہت کم گھر سے نکلتی۔ہم موسیقی اور تھیٹر کے اخراجات کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے اور میں عوامی جگہوں میں جانے سے گھبراتی تھی۔آخری مرتبہ جب مجھے شکاگو سے آئے زیادہ دن نہیں ہوئے تھے بڑی مشکل سے بلوہ ٹلا تھا۔میں اپنے دیرینہ دوست ارنسٹ کراسباؔئی کی تقریر سننے میں ہٹن لبرل ہال چلی گئی۔میں ۱۸۹۴ء سے اس ہال میں ہونے والے ہفتہ وار جلسوں میں جایا کرتی تھی اور اکثر مباحثے میں بھی شریک ہو جاتی اور سب ہی مجھے جانتے تھے۔اس مرتبہ میں جونہی ہال میں داخل ہوئی میں نے محسوس کیا جیسے فضا معاندانہ ہو گئی ہو۔کراسباؔئی اور چند دیگر لوگوں کو چھوڑ کر ایسا لگا جیسے باقی سامعین کو میری موجودگی کھل رہی تھی۔جب تقریر ختم ہو گئی اور لوگ قطار بنا کر ہال چھوڑ رہے تھے تو ایک شخص نے زور سے کہا۔''ایما گولڈمان تم ایک قاتلہ ہو اور یہ بات پانچ کروڑ لوگوں کو معلوم ہے!''ایک لمحے میں، میں نے خود کو ایک ہنگامے پر مائل مجمع کو چیختے سنا''تم ایک قاتلہ ہو!'' کچھ آوازیں میری حمایت میں بھی اٹھیں مگر وہ عمومی شور وغوغا میں دب کر رہ گئیں۔لگتا تھا جیسے تصادم ہونے والا ہے۔میں ایک کرسی پر کھڑی ہو گئی اور چلائی''تم کہتے ہو کہ پانچ کروڑ لوگوں کو معلوم ہے کہ ایما گولڈمان ایک قاتلہ ہے۔ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی آبادی غالباً اس سے زیادہ ہے۔مگر ان میں بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہوگی جو غیر ذمہ دارالزام تراشی سے پہلے حقائق جاننا پسند کریں گے۔یہ ایک المیہ ہوتا ہے اگر کنبے میں کوئی احمق پیدا ہو جائے لیکن کسی قوم میں پانچ کروڑ جنونیوں کا ہونا بلاشبہ ایک آفت سے کم نہیں۔ہوشمند امریکیوں کی طرح آپ اس تعداد کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیں۔

کسی نے اس پر قہقہہ لگایا اور کئی اس کا ساتھ دینے لگے اور جلد ہی سامعین پھر سے چہکنے لگے۔لیکن میں کراہت اور طیش

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں باہر نکل آئی۔ دل میں یہ ٹھان کر کہ عوامی جلسوں سے دور رہوں گی یہاں تک کہ لوگوں سے۔ میں محض ان دوستوں سے ملتی جو ملنے کے لیے ہمارے گھر پر آتے اور کبھی کبھی میں جسٹس سے ملنے چلی جاتی۔

جسٹس میری نیویارک واپسی کے خلاف تھا۔ اب بھی وہ میری حفاظت کے متعلق فکرمند رہتا۔ یہ خطرہ منڈلا رہا تھا کہ کہیں مجھے اغوا کر کے بفلو نہ پہنچا دیا جائے۔ وہ سوچتا اور بڑے زور وشور سے کہتا کہ ذاتی محافظ رکھا جائے۔ اپنے لیے اسے فکرمند دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوتی اور میں اس سے مذاق کرنے لگتی۔ اس کے پرانے دوست آڈ اور کلاز اکثر اس کے گھر آ جاتے اور اس کی طبیعت بشاش کر دیتے۔ ہم سب کے علم میں تھا کہ موت اس کی طرف دبے پاؤں آ رہی ہے اور بہت جلد وہ اپنے شکار کو دبوچ لے گی۔

ایک دن علی الصبح آڈ میرے ہاں آ گیا اور کہنے لگا کہ خاتمہ بالخیر ہو چکا ہے۔ مجھ سے کہا گیا کہ جسٹس کے جنازے پر مجھے بھی اور لوگوں کے علاوہ بولنا ہے۔ لیکن مجھے مجبوراً انکار کرنا پڑا۔ مجھے معلوم تھا کہ میں اپنے جذبات الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی کہ میری زندگی میں اس کے کیا معنی تھے۔ وہ آزادی کا نقیب، مزدور مقاصد کا مربی، زندگی میں مسرت کا پیشوا۔ جسٹس میں دوستی نبھانے کی نایاب صلاحیت تھی۔ وہ واقعی ایک نابغہ روزگار شخصیت تھا اور حسن سلوک میں فیاضی اور خوبصورتی کو ہاتھ سے نہ جانے دیتا۔ وہ اپنی عظیم زندگی اور کارناموں کے متعلق ہمیشہ انکسار سے کام لیتا۔ میرے لیے اس کی شان میں سر بازار قصیدہ خوانی اعتماد کو ٹھیس پہنچانے سے کم نہ تھا۔ ہر شعبے سے تعلق رکھنے والوں کا جم غفیر اس کی میت کے ساتھ کریا کرم کے لیے جا رہا تھا اس سے اس بات کی تصدیق ہوتی تھی کہ اس کے لیے لوگوں کے دل میں کتنی چاہت تھی اور جو لوگ اس سے واقف تھے ان کے دلوں میں اس نے کتنا احترام پیدا کر دیا تھا۔

جسٹس کی موت نے میری بے کلی میں اور اضافہ کر دیا۔ دوستوں کا چھوٹا سا حلقہ جو اس کے ہاں ملا کرتا تھا تتر بتر ہو گیا۔ میں بھی اپنی چار دیواری میں سمٹتی چلی گئی۔ جسم اور روح کا رشتہ برقرار رکھنے کے لیے اشیائے ضرورت کی تلاش کٹھن ہوتی گئی۔ سولا ٹاروف دوبارہ صاحب فراش ہونے کی وجہ سے مجھے ملازمت نہ دلا سکا۔ ڈاکٹر ہافمین بیرون شہر تھا۔ مجھے دوبارہ کام کی قیمت کی بنیاد پر فیکٹری سے کام لینا پڑا۔ کام میں میری مہارت بڑھ چکی تھی۔ میں صبح میں پہننے والے ریشم کے بھڑکیلے چوغے سینے لگی تھی۔ بہت سی چنٹ دار جھالریں، فیتے اور کلابتوں کا کام بڑی دیدہ ریزی کا ہوتا جو میرے تحمل اعصاب کو متاثر کرنے لگتے یہاں تک کہ میں چیخ کر رونے لگتی۔ میری ویران زندگی میں بس ایک نخلستان تھا وہ میرا عزیز بھائی اور اس کا دوست ڈان تھا۔

ایگور مجھ سے ملنے کے لیے اسے ان دنوں لے کر آیا تھا جب میں کلنٹن اسٹریٹ کے چھوٹے سے کمرے میں رہتی تھی۔ وہ مجھے پہلی نظر ہی میں اچھا لگا اور مجھے یہ بھی پتہ تھا کہ وہ بھی مجھ سے وارفتگی رکھتا ہے۔ میں بتیس برس کی تھی جبکہ وہ صرف انیس سال کا، سادہ اور مکروفریب سے خالی۔ عمر کے اتنے زیادہ فرق کی وجہ سے میں لیے دیئے رہتی جس پر وہ ہنسا کرتا۔ وہ نوعمر لڑکیوں کی طرف توجہ نہ دیتا۔ کہنے لگا وہ عموماً بے وقوف ہوتی ہیں اور مجھے کچھ نہیں دے سکتیں۔ میں ان کے مقابلے میں جوان ہوں اور اس کے خیال میں زیادہ فہمیدہ۔ وہ اوروں کے مقابلے میں مجھے بہت چاہتا تھا۔

اس کا عاجزانہ لہجہ میرے کانوں کو شیریں نغمہ لگتا اس کے باوجود میں مغایرت ظاہر کرنے کے لیے خود سے جوجھتی۔ مئی کے مہینے میں میں محض اس لیے دورے پر روانہ ہونا چاہتی تھی تا کہ اس لڑکے میں میری بڑھتی انسیت سے چھٹکارا مل جائے۔ جولائی میں ہم سب جب پھر سے روچسٹر میں ملے تو جس طوفان کو میں عرصے سے روکے ہوئے تھی اس نے مجھ پر غلبہ پا لیا اور ہم دونوں اس خلیج میں ڈبکیاں کھانے لگے۔ بفلو کے سانحے نے پھر سے سر اٹھایا اور اپنے ساتھ اس آسیب کو لے آیا۔ جس نے میری ذات کے سوتوں کو خشک کر ڈالا۔ دشمنی اور نفرت کی اس دنیا میں محبت مجھے ایک ڈھکوسلہ لگتی۔ چونکہ ہم لوگ اپنے فلیٹ میں اٹھ آئے تھے یوں ہمیں یکجائی کا بہت موقع ملا اور محبت نے اپنی نہ دبنے والی صدا بلند کی۔ جس کا میں نے جواب بھی دیا۔ اس کی وجہ سے میں نے دیگر تقاضوں کو فراموش کر دیا...... جو میرے آدرش، عقیدے اور کام کے متعلق تھے۔ کسی تقریر یا جلسے کا خیال آتے ہی میری

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

طبیعت بگڑنے لگتی۔ یہاں تک کہ محافل موسیقی اور تھیٹر بھی خوف کی وجہ سے میرے لیے دلکشی کھو چکے تھے جو بڑھ کر ایک آسیب بن چکے تھے اور میں لوگوں سے ملنے اور پہچان لیے جانے سے گھبراتی۔ افسردگی مجھ پر سوار تھی۔ یہ احساس گھیرے رہتا جیسے میری زندگی بے معنی ہو کر رہ گئی ہے اور مقصد سے عاری۔

زندگی کی گاڑی یونہی گھسٹتی رہی جس میں روزانہ کی الجھنیں اور پریشانیاں بھی تھیں۔ اس میں سب سے بڑا مسئلہ ساشا کی تکالیف تھیں جس کی اطلاعیں مجھے ملتی رہتیں۔ پٹس برگ کے دوستوں نے مجھے لکھا تھا کہ اس پر جیل کے اہلکار پھر سے مصائب کے پہاڑ توڑ رہے ہیں۔ اور اس کی صحت برباد ہو چکی ہے۔ آخر کار ۳۱ دسمبر کو اس کا ایک خط موصول ہوا۔ نئے سال کا اس سے اچھا تحفہ مجھے نہ مل سکتا تھا۔ ایگور کو علم تھا کہ میں ان لمحات میں تنہا رہنا پسند کرتی ہوں اور وہ کچھ سوچتے ہوئے کمرے میں سے دبے پاؤں نکل گیا۔

میں نے اس انمول لفافے سے اپنے ہونٹ چسپاں کر دیئے اور کانپتی انگلیوں سے اسے کھولنا شروع کیا۔ یہ ایک طویل خط مخفی عبارت میں تھا۔ مورخہ ۲۰ دسمبر اور کئی پرچیوں پر نہایت باریک خط میں لکھا ہوا تھا جس پر ساشا نے قدرت حاصل کر لی تھی۔ ہر لفظ صاف اور واضح تھا۔

''میں جانتا ہوں کہ تمہارا یہاں کا پھیرا اور میرے عجیب و غریب رویے نے تمہیں کتنا متاثر کیا۔'' اس نے لکھا ''تمہارا چہرہ کئی برس کے بعد دیکھ کر میرے تو ہوش اڑ گئے۔ میں تو سوچنے سے بھی قاصر تھا اور بول بھی نہ سکتا۔ مجھے تو یوں لگا جیسے میری رہائی کے سارے خواب زندگی کے تمام ہنگامے سمٹ کر تمہارے اس چمکدار سنگریزے میں ڈھل گئے جو تمہاری گھڑی کی زنجیر سے لٹک رہا تھا۔ میں تو اپنی نگاہ اس سے نہ ہٹا سکا اور یہ میرے اختیار میں نہ رہا کہ اپنے ہاتھ سے اسے نہ چھوؤں۔ میری ذات اسی میں سما گئی تھی۔ اس تمام عرصے میں میں یہی سوچتا رہا کہ میری خاموشی نے تمہیں کتنا بے چین کیا ہوگا۔ مگر میرے منہ سے ایک لفظ نہ نکل سکا۔

میری ساشا سے ملاقات کے بعد کے خوفناک مہینوں کی مایوسیوں نے میرے دل پر جو چرکے لگائے تھے وہ کچھ مندمل ہو رہے تھے کہ اس کی چند سطروں نے وہ زخم پھر سے ہرے کر دیئے۔ لیکن اس کے خط سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ کتنی دلچسپی سے واقعہ کے بعد نمودار ہونے والے مسائل کا جائزہ لیتا رہا۔ ''اگر اخبارات کو عوامی جذبات کا آئینہ دار مان لیا جائے۔'' اس نے بات جاری رکھتے ہوئے لکھا۔ ''قوم تو آدم خوری کے بعد یکا یک اونگھنے لگی ہوگی۔ لیکن مجھ پر ایسے لمحات بھی آئے جب تمہاری زندگی کے لیے میں فنا کے گھاٹ اترنے لگتا۔ یہی بات میں اپنے دیگر گرفتار شدہ کامریڈوں کی حفاظت کے لیے بھی کہتا ہوں..... تمہارا عزت نفس کے لیے پُر افتخار رویہ اور تمہارا قابل ستائش ضبط نفس خوشگوار نتیجے کے لیے ممد و معاون بنا۔ میں خاص طور سے تمہاری اس بات سے بہت ہی متاثر ہوا کہ تم صمیم دل سے چاہتی تھیں کہ اس مضروب شخص کی تیمارداری کروا کر اسے تمہاری خدمات درکار ہوں۔ لیکن وہ بیچارہ لڑکا جسے سب نے بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ اسے تمہاری ہمدردی اور امداد کی صدر سے زیادہ ضرورت تھی اور وہ اس کا مستحق بھی تھا۔ تمہارے خطوط سے ہٹ کر یہ بات قابل توجہ ہے کہ تمہارے تبصرے سے مجھ پر یہ منکشف ہوا کہ وہ عظیم تبدیلی جو وقت کی چکی نے ہم میں پیدا کی ہے۔ ہاں، ہمارے اندر، ہم دونوں میں کیونکہ تمہارے حسین خیالات کی بازگشت میرے دل میں سنائی دیتی ہے۔ یہی بات کوئی دس برس پہلے ہمیں کتنی ناممکن لگتی! ہمیں یہ سب کچھ روح انقلاب سے بغاوت لگتی۔ ہماری روایات کے سامنے یہ نہایت شرمناک بات سمجھی جاتی کہ ہم نے انسانیت سے کام لیا وہ بھی سرمایہ دارانہ نظام کے ایک اہلکار کے لیے۔ اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے کہ ہم دونوں..... تم جو انارکسٹ نظریے اور سرگرمیوں کے مرکز میں مقیم ہو اور دوسرا میں جو ایسے ماحول میں جی رہا ہوں جہاں صرف جبر و تنہائی ہے..... ہم یکساں انقلابی نکتے پر بالکل مختلف راہوں سے گزر کر پہنچے؟''

عزیز اور مخلص دوست..... تیری عظمت اور جرأت کو سلام کہ تو نے کس بے تکلفی سے تبدیلی کو تسلیم کر لیا! میں جیسے جیسے پڑھتی جاتی اور اس بات پر دنگ رہ گئی کہ علم کا کتنا بڑا خزانہ اس نے جیل میں رہ کر حاصل کیا ہے۔ سائنس، فلسفہ، اقتصادیات یہاں تک

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کہ مابعد الطبیعیات.....سمیت لگتا ہے نہ جانے کتنی کتابیں اس نے پڑھ ڈالیں۔ان کا ناقدانہ مطالعہ کیا اور انہیں ہضم کر ڈالا۔اس کے خط نے ماضی کی سینکڑوں یادوں کو جگا دیا جو ہماری مشترک زندگی، ہماری محبت اور ہمارے کام سے متعلق تھیں۔میں تو ان میں کھو سی گئی۔میں خط پر ہاتھ پھیرے جا رہی تھی۔میری آنکھیں حالت خواب میں اس کی سطروں پر بھٹکنے لگیں۔اس کے بعد لفظ ''لیون'' دیکھ کر میری آنکھیں پھیل گئیں۔مگر میں پڑھتی رہی۔

میں نے نوجوان کی خوبصورت شخصیت کا مطالعہ کیا ہے اور اس کی اس معذوری کا کہ وہ بے رحم حالات سے مصالحت کرنے سے قاصر ہے اور اس کی بغاوت پر مائل روح۔یہ سب کچھ اس کی 'کارروائی' کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہیں۔واقعی شہادت میں بیک وقت ایک المیہ پنہاں ہے جس کے ساتھ سماج کی فرد جرم بھی موجود ہے پھر بھی یہ طاقت خوش اطوار مرد وزن کو انسانی خون بہانے پر مجبور کر دیتی ہے گو ان کی روحیں ان سے کشیدہ رہتی ہیں۔اس میں امر لازم یہ ہے کہ اس کردار کے انتہائی اقدام کو نہایت بدترین صورت میں آخری حربے کے طور پر استعمال کرنا چاہئے۔اپنے عمل کی اہمیت کو سمجھنے کے لیے انہیں ذاتی ضرورت کے بجائے سماجی تقاضوں کو مدنظر رکھنا چاہئے اور انہیں عوام کے بلا واسطہ اور فوری دشمن کو نشانہ بنانا چاہئے۔ان کے ایسے کارناموں کی اہمیت کو معروف ذہن ہی سمجھ پاتے ہیں اور اسی میں اس کارنامے کی پرچاروالی اور تعلیمی اہمیت پوشیدہ ہوتی ہے۔اگر یہ خالصتاً کوئی دہشت گردی کی کارروائی نہ ہو۔

خط چھوٹ کر میرے ہاتھ سے گر گیا۔ساشا کا اس سے کیا مطلب ہے؟ کیا وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ میکنلے ''عوام کا ایک بدیہی دشمن'' نہ تھا؟ اور ایک ''کارروائی'' کا مقصد ''پرچار اور تعلیمی اہمیت'' سے خالی تھا۔میں بھونچکی رہ گئی، کیا میں نے صحیح پڑھا ہے؟'' اس کے آگے بھی ایک پیراباقی تھا۔''میں نہیں سمجھتا کہ لیون کا کارنامہ کوئی دہشت گردی تھی اور مجھے اس پر بھی شک ہے کہ اس میں کوئی تعلیمی خوبی مخفی تھی کیونکہ اس کارروائی کے پیچھے کوئی سماجی ضرورت نمایاں نہ تھی۔کہیں تم یہ نہ سمجھ لو، اس لیے میں مکرر کہتا ہوں کہ ذاتی جذبہ بغاوت کے تحت یہ ناگزیر تھا اور موجودہ صورتحال کے خلاف ایک فرد جرم بھی اس میں پنہاں تھی۔لیکن سماجی ضرورت کا پس منظر غائب تھا اور اس لیے اتنا عظیم کارنامہ قدر و قیمت کے لحاظ سے بڑی حد تک بے معنی ہو گیا۔خط فرش پر آ رہا اور میں بدحواس ہو گئی۔ایک نامانوس اور خشک آواز بلند ہوئی۔ایگور، ایگور۔

میرا بھائی بھاگتا ہوا اندر آ گیا۔''عزیز من کیا ہوا؟ تم تو کانپ رہی ہو معاملہ کیا ہے؟'' وہ گھبراہٹ میں چلایا۔''یہ خط!'' میں نے پھٹی آواز میں سرگوشی کی۔''اسے پڑھو اور مجھے بتاؤ کیا میں پاگل ہو گئی ہوں۔'' ''ایک خوبصورت خط'' میں نے اسے کہتے ہوئے سنا ''ایک انسانی دستاویز اگرچہ ساشا کوزولگوز کی کارروائی میں کوئی سماجی ضرورت نہیں دکھائی دے رہی ہے۔''

''لیکن ساشا یہ کیسے کہہ سکتا ہے'' میں بڑی بیزاری سے چیخی۔''دنیا کے سب لوگوں میں وہ بھی شامل ہو گیا..... جسے لوگوں نے غلط سمجھا اور انہیں کارکنوں نے اس سے برأت چاہی جن کی وہ مدد کرنا چاہتا تھا.....وہ کیسے غلط فہمی کا شکار ہو سکتا ہے؟''

ایگور مجھے تسلی دینے لگا اور وضاحت کرنے لگا کہ ساشا کا مفہوم یہ ہے ''درکار سماجی پس منظر'' اس نے ایک اور شذرہ اٹھا لیا اور مجھے پڑھ کر سنانے لگا۔''امریکہ میں سیاسی محکومی کا نظام نہایت نازک ہے۔حالانکہ میکنلے ہماری جدید غلامی کا اعلیٰ ترین نمائندہ تھا۔اس لیے اسے ان حالات کی روشنی میں عوام کا بلا واسطہ اور فوری دشمن نہیں قرار دیا جا سکتا۔جہاں آمریت ہو وہاں آمر نظر آتا ہے اور فائدہ بھی ٹھوس ہوتا ہے۔جمہوری اداروں میں حقیقی اور مطلق حکمران نہایت گہرائی میں چھپا ہوتا ہے۔چونکہ وہ بہت عیار ہوتا ہے اس لیے وہ اپنی حکومت اور آزادی کے مقبول مغالطے کے پردے میں بیٹھتا ہے۔یہی جمہوری استبداد کا منبع ہے اور اسی وجہ سے اس پر گولی چلا کر رسائی نہیں حاصل کی جا سکتی۔جدید سرمایہ داری میں سیاسی استبداد کے بجائے اقتصادی استحصال عوام کا اصل دشمن ہے۔سیاست تو اس کی بس خادمہ ہے۔اس لیے جنگ تو اقتصادی میدان میں لڑی جانا چاہئے بجائے سیاسی اکھاڑے کے۔اسی لیے میں اپنے کام کو لیون کی کارروائی کے مقابلے میں زیادہ اہم اور تعلیمی سمجھتا ہوں۔میرا نشانہ ایک ٹھوس حقیقی جابر فرد پر تھا جسے عوام سمجھ بھی سکتے تھے۔''

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یکا یک ایک خیال میرے ذہن میں آیا۔ ساشا اسی استدلال کو لیون کے خلاف استعمال کر رہا ہے جسے موسٹ نے ساشا کے خلاف پیش کیا تھا، ایسا کیوں ہے۔ موسٹ نے انفرادی کارروائی کے ذریعے خونریزی کی کارروائی کو اس لیے اعلانیہ نامعقول کہا تھا کیونکہ اس ملک کے کارکن پرولتاری بصیرت سے عاری ہیں اور اس نے اس طرف بھی اشارہ کیا تھا کہ امریکی کارکن ایسی کارروائیوں کے مقاصد کو نہیں سمجھتے۔ ان دنوں مجھ سے کہیں بڑھ کر ساشا نے موسٹ کو اپنی تحریک کے لیے ایک غدار کہا تھا بلکہ یہ بھی کہا تھا کہ وہ خود فریبی میں مبتلا ہے۔ میں نے اس بات پر موسٹ کے خلاف جنگ بھی لڑی تھی.....وہی موسٹ جو میرا استاد رہ چکا تھا اور جو میرے لیے باعث فیضان بھی تھا اور آج وہی ساشا جو ابھی تک خونریز کارروائی کا حامی ہے لیون کے کارنامے میں ''سماجی ضرورت'' کی کمی کا ذکر کر رہا ہے۔

یہ کیسا ڈھونگ ہے۔ کس ظالمانہ بے حسی کا ڈھونگ! مجھے یوں لگا جیسے میں ساشا کو گنوا بیٹھی۔ سسکیاں نہ روک سکی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

شام میں اڈ مجھے لینے آیا۔ ہم نے کئی دن پہلے فیصلہ کر لیا تھا کہ نیا سال مل کر منائیں گے مگر مجھ پر اتنی مردنی چھائی ہوئی تھی کہ میرے لیے جانا ممکن نہ تھا۔ ایگور نے بارہا سمجھایا کہ خیال بٹنے سے طبیعت بہل جائے گی۔ مگر میں تو اندر سے ہل گئی تھی۔ جب نیا سال شروع ہوا تو میں بستر میں بیمار پڑی ہوئی تھی۔

ڈاکٹر ہافمین ایک مرتبہ پھر مسز اسپنسر کا علاج کر رہا تھا اور مجھے بطور نرس طلب کیا گیا۔ کام نے مجھے زندگی کی سرگرمیوں میں شامل ہونے پر مجبور کر دیا۔ میں اپنے روزانہ کے معمولات میں بالارادہ منہمک ہو گئی۔ اور عادت کے مطابق ذہن میں ساشا کا خیال گھر کرنے لگا۔ یہ اس کی مخصوص خود فریبی تھی جس میں وہ مبتلا تھا میں خود کو سمجھانے لگتی۔ اور اس پر مائل ہونے لگتی کہ اس کی کارروائی لیون کے اقدام کے مقابلے میں زیادہ مفید ہے۔ کیا برسہا برس کی قید تنہائی اور صعوبتوں نے اسے یہ سوچنے پر مائل کر دیا ہے کہ عوام الناس نے اس کی کارروائی کو زولگوز کے اقدام کے مقابلے میں زیادہ بہتر طریقے سے سمجھا ہے؟ شائید یہ خیال اس کی اسیری کے ہیبتناک برسوں میں اس کے لیے عصائے پیری بنا رہا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہی بات تھی جس نے اسے زندہ رکھا۔ اس کے باوجود یہ بات ناقابل یقین لگتی ہے کہ ایسا شخص جو واضح ذہن اور قوت فیصلہ کے اوصاف سے مالا مال ہو وہ لیون کے سیاسی کارروائی کی قدر و قیمت سمجھنے سے معذور ہو۔

میں نے ساشا کو کئی مرتبہ لکھا اور اس جانب اشارہ کیا کہ انارکزم کی قوتیں محض اقتصادی ناانصافیوں کے خلاف نہیں ہیں بلکہ ان میں سیاسی قوتیں بھی شامل ہیں۔ اس کے جوابات نے محض ہمارے نقطہ ہائے نظر کے وسیع اختلافات میں رنگ آمیزی کی۔ انہوں نے میری بے بسی میں اضافہ کیا اور مجھے یہ احساس دلایا کہ اس مباحثے کا جاری رہنا کتنا بے سود ہے۔ یاس کے مارے میں نے خط و کتابت ترک کر دی۔

میکنلے کی موت کے بعد انارکزم اور اس کے پیروکاروں کے خلاف زہریلی مہم چلتی رہی۔ اخبارات، منبر اور دیگر عوامی بھونپو بدحواسی میں اپنے مشترک دشمن کو نیچا دکھانے کے لیے اپنا غیظ و غضب نکال رہے تھے۔ تھیوڈور روزولٹ سب سے بڑھ کر خونخوار ہو رہا تھا جو حال ہی میں بال و پر مل جانے سے ریاست متحدہ کا صدر بنا تھا۔ بطور نائب صدر وراثت میں وہ صدارتی تخت پر براجمان ہوا تھا۔ قسمت کی ستم ظریفی کہ زولگوز کے طفیل سان جوان کے اس نام نہاد سورما کے لیے اقتدار کی راہ تیار ہوئی۔ اس غیر رضا کارانہ خدمت کے عوض روزویلٹ وحشی ہو گیا۔ اس نے کانگریس کو جو پیغام بھیجا اس کا بڑا مقصد انارکزم پر حملہ کرنا تھا۔ فی الواقع امریکہ کی سماجی اور سیاسی زندگی کے لیے موت کا پروانہ تھا۔

انارکسٹ دشمن قوانین، یکے بعد دیگرے آنے لگے اور ان کے کانگریسی مربی انارکسٹوں کو نیست و نابود کرنے کے لیے نت نئے طریقے تیار کرنے لگے۔ سینیٹر ہاولی کو اپنی پیشہ ورانہ فراست انارکسٹ کے عفریت کو تہہ تیغ کرنے کے لیے ناکافی لگی۔ اس نے اعلانیہ یہ بات کہی کہ وہ ہر انارکسٹ کے قاتل کو گولی مار کر ہلاک کرنے پر فی کس ایک ہزار ڈالر انعام دے گا۔ ایک گولی چلانے کی جو قیمت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

زولگور نے ادا کی تھی اسے دیکھتے ہوئے یہ نہایت معمولی پیشکش تھی۔

حالات کی تلخی کے تحت میں نے یہ قیاس کیا کہ امریکی ریڈیکلز نے جو پسپائی اختیار کی تھی جبکہ انہیں جرأت اور ہمت دکھانا چاہئے تھا اور یہی لوگ ان حالات کے ذمہ دار تھے۔ اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ رجعت پسند بالاعلان آمرانہ کارروائیوں کے لیے دہائی دے رہے تھے۔ وہ ملک میں پائی جانے والی فضا کو اپنی مٹھی میں سمجھتے تھے اس وقت کوئی بھی تنظیم ان کی مخالفت نہیں کر رہی تھی۔ کرمنل انارکی قانون جسے نیویارک قانون ساز اسمبلی میں بہ عجلت منظور کرایا گیا اور اس سے ملتا جلتا نیوجرسی میں بھی۔ دونوں نے میرے اس اعتقاد کو مستحکم کر دیا کہ ریاست ہائے متحدہ میں ہماری تحریک اپنے عدم تسلسل کی بھاری قیمت ادا کر رہی ہے۔

ہماری صفوں میں بیداری کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ امریکی آزادیوں پر منڈلانے والے خطرات کے خلاف آوازیں بلند ہونے لگیں۔ لیکن مجھے یہ محسوس ہو رہا تھا کہ نفسیاتی لمحے کو نظر انداز کر دیا گیا ہے اور رجعت پسندی کی اٹھتی ہوئی لہر کے خلاف کچھ بھی نہیں کیا گیا۔ انہی دنوں میں، میں اپنی خوفزدہ حالت پر بھی قابو نہ پا سکی تھی۔ میری برہمی دیوانے پن کے شور و غوغا سے بڑھ رہی تھی جس میں ہماری گردنوں کا تقاضہ کیا جا رہا تھا۔ اس کے باوجود میں بے حس اور سُن ہو رہی تھی۔ اس کے علاوہ کچھ نہ کر سکتی۔ علاوہ خود کو اذیت دینے کے یا نہ ختم ہونے والے کیوں اور کیسے کے۔

انہی زچ کر دینے والے حالات میں ہمیں فلیٹ چھوڑ دینے کا حکم ہوا۔ مالک مکان کو نہ جانے کیسے میری شناخت کا علم ہو گیا۔ ہمیں بدقت یہودیوں کی بستی کے وسط میں ایک گھر ملا جو مارکیٹ اسٹریٹ پر تھا۔ یہ ایک پرہجوم عمارت کی پانچویں منزل پر تھا۔ ایسٹ سائڈ کے مالکان کا یہ معمول تھا کہ وہ ہر قسم کے ریڈیکل کو کرائے پر گھر دے دیتے۔ اس کے علاوہ نئی جگہ ارزاں ہوتے ہوئے بھی روشن کمروں والی تھی۔ یہ بہت تھکا دینے والا کام تھا جب دن میں کئی مرتبہ اتنی سیڑھیاں چڑھنا پڑتیں۔ لیکن اس سے کہیں بہتر تھا کہ ہمارے سروں پر بھاری جوتوں والے کرائے داروں کی دھم دھم ہوتی رہے۔ راسخ العقیدہ یہودی یہووا کے کلام کے ظاہری معنی لیتے ہیں خصوصاً بچے پیدا کرنے کے معاملے میں۔ اس علاقے میں کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں پانچ سے کم بچے ہوں، کچھ کے تو آٹھ اور دس بھی تھے۔ بچوں کی محبت میں سرشار ہونے کے باوجود میں وہاں اس فلیٹ میں نہ رہ سکی جہاں چھوٹے چھوٹے پیروں کی دن بھر چپڑ چپڑ ہوتی رہتی۔

میرا اچھا سا دوست سولوٹاروف ایسٹ سائڈ کے کئی ڈاکٹروں کو اس بات پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گیا کہ وہ مجھے کام دیں۔ ان کے مریض جو یہودی اور اطالوی تھے زیادہ تر انتہائی غریب کنبوں والے تھے۔ ان کا رہائشی علاقہ عموماً دو یا تین کمروں پر مشتمل ہوتا اور مکین چھ یا زیادہ لوگ ہوتے۔ ان کی ہفتہ وار اوسط آمدنی پندرہ ڈالر ہوتی اور تربیت یافتہ نرس کی اجرت چار ڈالر یومیہ تھی۔ ان کے لیے نرس رکھنا ایک عیاشی تھی جس کے وہ شدید علالت ہی میں متحمل ہو سکتے تھے۔ ان حالات میں نرسنگ نہ یہ کہ دشوار تھی بلکہ نہایت تکلیف دہ۔ میں اپنے پیشے کی اجرت کو اسی سطح پر رکھنے کی پابند تھی۔ میں اپنی خدمات کم اجرت پر نہیں دے سکتی تھی اور اس لیے ایسے ذرائع تلاش کرتی جن سے ان لوگوں کی مدد ہو جاتی اور صرف بیماروں کی تیمارداری کرنے پر ہی اکتفا نہ کرتی۔

میں زیادہ تر رات میں فرائض انجام دیتی کیونکہ وہاں چند ہی نرسیں ایسی تھیں جو رات میں کام کرنے کو تیار ہوتیں جبکہ میں اسی کو ترجیح دیتی۔ اعزا کی قربت اور ان کی متواتر مداخلت، بات چیت اور رونا دھونا اور سب سے بڑھ کر گندگی کے سبب تازہ ہوا کی کمی میرے دن کے اوقات میں کام کو میرے لیے ایک آزمائش بنا دیتی۔ ''اے بدکار عورت!'' ایک ضعیفہ نے ایک مرتبہ میری اس بات پر ملامت کی کہ میں نے بیمار کے کمرے کی کھڑکی کھول دی تھی۔ ''کیا تم میرے بچے کو مار ڈالنا چاہتی ہو؟'' رات کے اوقات میں مجھے اس کی آزادی ہوتی کہ میں جیسے چاہتی مریضوں کی ضرورتوں پر توجہ دیتی۔ ایک کتاب اور میرے ہاتھ کی پھیٹی ہوئی کافی جو ایک بڑی سی کیتلی میں رہتی، رات تیزی سے گزر جاتی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حالانکہ میں کوئی کیس لینے سے انکار نہ کرتی چاہے عارضے کی نوعیت کچھ بھی ہو میں بچوں کی تیارداری کو ترجیح دیتی۔ جب وہ بیمار ہوتے تو دل ہلا دینے کی حد تک بیکس ہوتے ہیں۔ وہ بڑی ممنونیت سے میرے صبر اور مہربانی کا جواب دیتے۔

فرضی نام کے تحت کام کرنے سے مجھے پرلطف تجربات سے واسطہ پڑا۔ ایک مرتبہ ایک نوجوان سوشلسٹ نے اپنی ماں کی تیارداری کرنے کے لیے مجھے بلایا۔ بقول اس کے اسے ڈبل نمونیہ تھا۔ وہ ایک جسیم عورت تھی اس لیے اسے ہلانا جلانا بہت دشوار ہوتا۔ جب میں اس کے ساتھ روانہ ہونے لگی تو میں نے محسوس کیا کہ وہ قدرے ہچکچا رہا تھا اور جیسے وہ کچھ کہنا چاہتا ہو مگر اسے مناسب الفاظ نہ مل رہے ہوں۔ ''کیا معاملہ ہے؟'' میں نے پوچھ لیا۔ اس کی ماں میکنلے کے ہنگامے میں مجھ سے بہت ناراض تھی۔ اس نے مجھے اعتماد میں لے کر بتایا کہ اس نے یہ بارہا کہا کہ ''اگر یہ عورت میرے ہتھے چڑھ جائے تو میں اسے مٹی کے تیل میں بھگو کر زندہ جلا دوں۔'' وہ چاہتا تھا کہ اس معاملے میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے مجھے یہ معلوم رہے۔ ''یہ تمہاری ماں کی سخاوت تھی۔'' میں نے کہا ''لیکن اپنی موجودہ حالت میں وہ اپنے عزائم کو عملی جامہ نہ پہنا سکے گی۔'' میرا نوجوان سوشلسٹ اس بات سے بہت متاثر ہوا۔

تین ہفتوں کی جدوجہد کے بعد وہ اس نقاب پوش دشمن کو بھگانے میں کامیاب ہوگئی۔ وہ اتنی ٹھیک ہو چکی تھی کہ رات کی نرس کے بغیر گزارہ کر سکتی تھی اور میں روانگی کی تیاری کر رہی تھی۔ میری حیرانی کی اس وقت انتہا نہ رہی جب نوجوان سوشلسٹ نے یہ اعلان کیا کہ میری ماں دن والی نرس کو سبکدوش کر کے اس کی جگہ مجھے رکھنا چاہتی ہے۔ ''مس اسمتھ تو بہت عمدہ نرس ہے۔'' اس نے یہ بات اپنے بیٹے کو بتائی۔ ''کیا تمہیں معلوم ہے کہ فی الواقع وہ کون ہے؟'' اس نے پوچھا ''یہ وہی ایما گولڈمان ہے!'' ''یا الٰہی'' اس کی ماں چلائی۔ ''مجھے اطمینان ہے کہ تم نے اسے وہ نہ بتایا ہوگا جو میں اس کے متعلق کہتی رہتی تھی'' لڑکے نے تسلیم کر لیا کہ وہ بتا چکا ہے۔ ''اس کے باوجود اس نے میری اتنی اچھی تیارداری کی؟ اوہ، یہ تو بہت اچھی نرس ہے!''

موسم گرما کی آمد آمد سے میرے مریضوں کی تعداد گھٹنے لگی۔ مجھے اس کا کوئی افسوس بھی نہ تھا۔ میں بہت تھک چکی تھی اور آرام کرنا چاہتی تھی۔ میں مطالعہ کرنے کے لیے مزید وقت چاہتی تھی اور ڈان، ایگور اور اڈ کے ساتھ فراغت کے اوقات۔ آخر الذکر کے ساتھ شیریں اور ہم آہنگی کے یارانے نے ہمارے جذباتی متلاطم ماضی کی جگہ لے لی تھی۔ ہماری علیحدگی نے اڈ پر گہرا اثر چھوڑا تھا۔ اسے مزید روادار اور شیریں مزاج بنا رہا تھا اور مزید فہمیدہ۔ اپنی ننھی سی بیٹی اور مطالعے میں اسے بہت راحت ملتی۔ ہماری فکری وابستگی اس سے پہلے کبھی بھی اتنی نشاط انگیز اور پرلطف نہ تھی۔

مجھے ہر وہ شے میسر تھی جس کی کوئی حسرت کر سکتا ہے اس کے باوجود میرے اندر ایک حشر برپا تھا۔ دل میں ایک ہوک اٹھتی جو دن بدن بڑھتی جا رہی تھی۔ میں اپنی پرانی جدوجہد کو اختیار کرنے کی متمنی تھی تاکہ میری زندگی' ذاتی زندگی کی دلچسپیوں کے دائرے سے نکل سکے۔ مگر یہ شروع کیسے کی جائے..... کہاں سے شروع ہو؟ مجھے تو یہ لگتا تھا جیسے میں نے اپنے عقب میں تمام پلوں کو جلا ڈالا ہے اور میں اس خلا کو کبھی پر نہیں کر سکتی جو بفلو کے خوفناک دنوں سے بڑھتا جا رہا تھا۔

ایک دن صبح میں ایک نوجوان برطانوی انارکسٹ ولیم میکوین ملنے آیا۔ میں اس سے ۱۸۹۵ء میں اپنے پہلے برطانوی دورے میں مل چکی تھی۔ اس نے لیڈز میں میرے لیے جلسے کا انتظام کیا تھا اور میرا میزبان بھی تھا۔ امریکہ میں اس کی آمد کے بعد میں اس سے کئی مرتبہ مل چکی تھی۔ وہ آج اس لیے آیا تھا کہ مجھے دعوت دے کر میں پیٹرسن میں ریشم بُننے والے ہڑتالیوں کی طرف سے تقریر کروں۔ میکوین اور آسٹروی انارکسٹ روڈولف گراسمین ایک بڑے جلسے سے خطاب کرنے والے تھے اور ہڑتالیوں نے مجھے بھی بلایا تھا۔

زولگوز کے سانحے کے بعد یہ پہلا موقع تھا جب کارکنوں نے مجھ سے رابطہ کیا تھا یا میرے اپنے کامریڈوں نے۔ میں نے اس موقع کو بالکل ایسے ہی دبوچ لیا جیسے کوئی پیاسا کٹورے پر گرتا ہے۔

جلسے والی رات سے پہلے میں نے ایک ڈراؤنا خواب دیکھا۔ میں اتنی زور سے چیخ مار کر اٹھی کہ ایگور میرے بستر کے قریب آ گیا۔ ٹھنڈے پسینے اور کانپتے ہوئے میں نے وہ سب کچھ اپنے بھائی کو بتا دیا۔ اس جاں لیوا خواب کا جتنا حصہ مجھے یاد رہا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں نے خواب میں دیکھا کہ میں پیٹرسن میں ہوں۔ وسیع ہال کھچا کھچ بھرا ہوا ہے اور میں چبوترے پر کھڑی ہوں۔ میں اس کے کنارے پر کھڑی ہو کر بولنے لگی۔ یوں لگا جیسے انسانوں کا سمندر میرے قدموں کے نیچے ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ پانی کی لہروں میں پیدا ہونے والا مدوجزر میری آواز کے زیر و بم کے زیر اثر تھا۔ پھر وہ سب کچھ پیچھے کی جانب تیزی سے لوٹ گیا اور اس میں مجمع بھی بہہ گیا۔ میں چبوترے پر ہی رہی بالکل یکہ و تنہا۔ میری آواز اطراف میں پھیلے ہوئے سناٹے میں گم ہو گئی۔ میں اکیلی تھی مگر بے چون و چرا نہ تھی۔ کوئی شے تھی جو سرسرا رہی تھی، میری نگاہوں کے سامنے پھیلتی جا رہی ہے۔ میں کشیدہ خاطر کھڑی ہوں اور سانس روکے انتظار کر رہی ہوں۔ وہ صورت پھیل کر چبوترے کے گرد سے آ لگی اور تن کر کھڑی ہو گئی اور اپنا سر پیچھے کی طرف جھکا لیا اس کی بڑی بڑی آنکھیں میری نگاہوں کو چندھیا رہی تھیں۔ میری آواز گلے میں اٹک کر رہ گئی اور بڑی مشکل سے میں چیخ سکی۔ ''زولگوز! لیون زولگوز!''

مجھ پر خوف اس قدر غالب تھا کہ شائید میں پیٹرسن کے جلسے میں تقریر نہ کر سکوں۔ میں اس خیال سے کوشش کے باوجود نجات نہ حاصل کر سکی کہ جب میں تقریر کے لیے چبوترے پر قدم رکھوں گی تو ہجوم میں سے زولگوز کا چہرہ نمودار ہو جائے گا۔ میں نے میکوین کو تار بھیجا کہ میں نہیں آ سکتی۔

اگلے دن اخبارات میں میکوین اور گراسمین کی گرفتاری کی خبریں چھپیں۔ اس سے تو میں مزید خوفزدہ ہو گئی کہ ایک خواب نے مجھے ہڑتالیوں کی دعوت قبول کرنے سے روک دیا۔ میں نے ایک واہمے کو خود پر اتنا سوار ہونے کا موقع دے دیا جس کے باعث میں گھر پر محفوظ بیٹھی ہوں جبکہ میرے نوعمر کامریڈ خطرے میں پڑ چکے ہیں۔ ''کیا زولگوز کا المیہ میری زندگی کے خاتمے کے دن تک سایہ فگن رہے گا؟'' میں خود سے یہ سوال پوچھے جاتی۔ جواب خلاف توقع میری امید سے پہلے ہی مل گیا۔

﴿خونی فسادات، کارکن اور کسان قتل کر دیئے گئے۔ طلباء پر کوساک نے کوڑے برسائے.....'' ﴾ اخبارات ان واقعات سے بھرے ہوئے تھے جو روس میں ہو رہے تھے۔ ایک مرتبہ پھر زار کی آمریت کے خلاف ہونے والی جدوجہد دنیا بھر کی توجہ کا مرکز بن رہی تھی۔ ایک طرف تو خوفناک سفاکی تھی تو دوسری جانب شجاعت اور سورمائی، ان سب نے مل کر مجھے اس کم ہمتی سے گلوخلاصی دلا دی جس نے مجھے بغلو کے زمانے سے شل کر رکھا تھا۔ خود کو مورد الزام سمجھنے کے باوجود میری نیت بالکل صاف تھی اور میں محسوس کرنے لگی کہ میں نے تحریک کو نہایت نازک مرحلے پر خیرباد کہہ دیا تھا۔ اپنے کام سے منہ موڑ لیا تھا حالانکہ اسے میری سخت ضرورت تھی۔ یہاں تک کہ میں نے اپنی زندگی کے آدرش اور عقائد پر بھی شک کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور یہ سب کچھ مٹھی بھر لوگوں کی وجہ سے ہوا جو گھٹیا اور بزدل ثابت ہوئے تھے۔

میں نے اپنے ان کمزور دل لوگوں کو معاف کرنا شروع کر دیا جس کی وجہ میری اس بیکس لڑکے کے لیے تشویش تھی۔ میری برہمی کا سبب یہ مریل لڑکا تھا۔ میں خود سے الجھ جاتی کہ اس کی وجہ زولگوز سے ہمدردی ہے۔ اس میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے کہ اس کا سبب میرا اپنے موقف پر پرزور اصرار تھا.....اتنا زوردار، بے شک کہ اس نے مجھے ساشا کا بھی مخالف بنا ڈالا کیونکہ وہ زولگوز کے اقدام میں وہ سب کچھ نہ دیکھ پایا جو میری نظر میں بالکل واضح ہے۔ میری تلخی بڑھ کر میرے عزیز ترین دوست ساشا کے خلاف ہو گئی اور اس نے یہ امر بھی فراموش کرا دیا کہ وہ جیل میں ہے اور اسے اب بھی میری ضرورت ہے۔

تاہم اب ایک اور خیال میرے ذہن پر ہتھوڑے برسا رہا تھا۔ خیال یہ تھا کہ یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ اور محرکات ہوں، ایسے محرکات جن میں اتنی بے لوثی نہ ہو جتنا میں اور دیگر لوگ سمجھتے ہوں۔ میری زندگی میں ابھرنے والے پہلے عظیم مسئلے سے نبٹنے میں میری ناکامی نے مجھے یہ ذہن نشین کرا دیا کہ ذات کا اعتماد جس کی مدد سے میں نے ہمیشہ دعویٰ کیا تھا کہ میں ہر مخالفت کا تن تنہا مقابلہ کر سکتی ہوں اس وقت کافور ہو گیا جس لمحے اسے پہلی مرتبہ ثابت کرنے کی نوبت آئی۔ میں برادری بدری اور حذر کو برداشت کرنے سے قاصر رہی۔ میں شکست کا بہادری سے سامنا نہ کر سکی۔ لیکن بجائے اس کے کہ مجھ میں اسے تسلیم کر لینے کی توفیق ہوتی میں غصے میں اپنے پر پھڑ پھڑاتی رہی۔ میں ستم رسیدہ بن گئی اور اپنے اندر سمٹ گئی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وہ اوصاف جنہیں میں اپنے ماضی کے سورماؤں میں بہت سراہتی رہی اور زولکوز میں بھی یعنی تنہا کھڑے ہو کر مرنے کی طاقت وہ مجھ میں نہ تھی۔ شائید آپ کو مرنے کے مقابلے میں جینے کے لیے زیادہ جرأت درکار ہوتی ہے۔ موت تو لمحے بھر کا کام ہے مگر زندگی کے مطالبات لاتعداد..... ہزاروں چھوٹی اور معمولی چیزیں جو آپ کی قوت چوستی رہتی ہیں اور آپ کو ممکنہ آزمائش کے لیے کھوکھلا کر کے چھوڑ دیتی ہیں۔

میں اپنے پر اذیت مشاہدہ نفس سے یوں نکلی جیسے ایک طویل علالت کے بعد ہوتا ہے۔ مجھ میں اب بھی اپنا سابقہ جوش و خروش نہ تھا۔ لیکن ایک عزم ضرور موجود تھا کہ مجھے ایک مرتبہ اور اپنے ارادے کو کھود کر نکالنا چاہئے جس سے زندگی کی دشواریوں سے نبرد آزما ہونا ممکن ہو ان کی جو بھی نوعیت ہو۔ اپنی روحانی موت کے مہینوں بعد میں نے ساشا کو خط لکھ کر پہلی جھرجھری لی۔

روس سے آنے والی خبروں نے ایسٹ سائڈ کے ریڈیکل میں ایک گہما گہمی پیدا کر دی۔ ٹریڈ یونین والے، سوشلسٹ اور انارکسٹوں نے اپنے سیاسی اختلافات ایک طرف رکھ دیئے تا کہ روسی سرکار کے ظلم و ستم کے شکار لوگوں کی مناسب مدد کی جا سکے۔ میں نے بھی اس کام کو نوزائیدہ قوت سے شروع کیا۔ میں نے نرسنگ کے کام کو روک دیا تا کہ روسی مسئلے کی طرف پوری توجہ دے سکوں۔ اسی زمانے میں امریکہ میں بھی اتنے واقعات ہونے لگے جو ہماری توانائیوں کو نچوڑے لے رہے تھے۔

کوئلے کے کانکن ہڑتال پر تھے۔ مقامی ضلعوں میں حالات دگرگوں تھے اور امداد کی فوری ضرورت تھی۔ مزدور تحریک کے سیاستداں اخباری بیانات کی حد تک بول رہے تھے اور ہڑتالیوں کے لیے بہت کم کام کر رہے تھے۔ جو استقامت انہوں نے ہڑتال کے آغاز میں دکھائی تھی وہ اس وقت بیٹھنے لگی جب لاٹھی بردار لوگ منظر پر آ گئے۔ اچانک صدر روز ویلٹ نے کانکنوں کے معاملات میں دلچسپی لینا شروع کر دیا۔ اس نے اعلان کیا کہ وہ کانکنوں کی مدد کرنے کے لیے تیار ہے اگر ان کے نمائندے معقولیت ظاہر کریں اور اسے ایک موقع دیں کہ وہ کان کے مالکان سے بات کر لے۔ یہ انجمنوں میں شامل سیاستدانوں کے لیے من سلویٰ ثابت ہوا۔ انہوں نے ذمہ داری کا سارا بوجھ فی الفور صدارتی گڈے کے کندھوں پر ڈال دیا۔ اب فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔ اس کی سرکاری فراست اس ہنگامہ خیز مسئلے کا کوئی صحیح حل تلاش کر لے گی۔ جبکہ ان دنوں میں کانکن اور ان کے اہل خاندان فاقہ کشی کر رہے تھے اور پولیس ان لوگوں کو گھرک رہی تھی جو کوئلے کے علاقے میں ہڑتالیوں کی ہمت افزائی کرنے آئے۔

ریڈیکل عناصر نے صدر کے دلچسپی لینے کے وعدے کے بھرے میں آنے سے انکار کر دیا نہ ہی انہیں آجرین کی نیت میں یکا یک تبدیلی پر اعتبار آیا تھا۔ وہ بڑی یکسوئی سے رقم جمع کرنے میں لگے رہے اور ان کی ہمت افزائی کرتے رہے۔ گرمی اتنی بڑھ چکی تھی کہ جلسہ عام کرنا دشوار تھا جس کے معنی یہ تھے کہ ہماری سرگرمیوں میں سناٹا در آیا تھا۔ اس کے باوجود ہم انجمنوں کے قائل کرنے میں لگے رہے، پلکنوں کا اہتمام کرتے رہے اور دوسرے ذرائع سے رقوم جمع کرتے رہے۔ میری عوامی سرگرمیوں نے مجھ میں ایک نئی توانائی دوڑا دی اور زندگی میں از سر نو دلچسپی پیدا کر دی۔

مجھ سے کہا گیا کہ رقم جمع کرنے کی غرض سے میں تقاریر کا دورہ کروں جو کانکنوں اور روس کے ستائے ہوئے لوگوں کے لیے ہو۔ تاہم ہم نے ہڑتال سے متاثر اضلاع میں ارباب اختیار کو اہمیت نہ دی تھی۔ ہمارے لوگ وہاں کوئی ہال نہ حاصل کر سکے۔ کسی ہال کا مالک بفرض محال اتنا بہادر نکل آتا کہ اپنا ہال کرائے پر اٹھا دے تو پولیس مجمع کو منتشر کر دیتی۔ کئی قصبات میں جن میں ولکسبارا اور میکی سپورٹ شامل ہیں۔ مجھے اسٹیشن ہی پر قانون کے سرپرستوں سے واسطہ پڑ گیا اور انہوں نے مجھے وہیں سے لوٹا دیا۔ آخر کار یہ فیصلہ ہوا کہ میں اپنی کوششوں کو ہڑتالی خطے کے بڑے شہروں تک مرکوز کر دوں۔ ان جگہوں میں مجھے کسی قسم کی دشواری سے واسطہ نہ پڑا یہاں تک کہ میں شکاگو پہنچ گئی۔

وہاں میرا پہلا خطاب روسی مسئلے پر ہوا جو ویسٹ ہال کی پر ہجوم جگہ پر ہوا۔ معمول کے مطابق پولیس موجود تھی مگر انہوں نے مداخلت نہ کی۔ ''ہم آزادی گفتار میں یقین رکھتے ہیں۔'' کسی سرکاری اہلکار نے ہماری کمیٹی سے کہا۔ ''جب تک ایما گولڈ مان روس کے متعلق بولتی ہے۔'' خوش قسمتی سے کانکنوں کے لیے میرے کام کی نوعیت صرف یونینوں کے اندر تھی۔ اس لیے پولیس وہاں کچھ نہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرسکتی تھی۔

میری آخری تقریر شکاگو فلاسوفکل سوسائٹی میں ہونا تھی، یہ ایسی تنظیم تھی جس کے پلیٹ فارم سے ہر موضوع پر اظہار خیال کیا جاسکتا تھا۔ ان کے ہفتہ وار جلسے ہمیشہ ہینڈل ہال میں منعقد ہوا کرتے تھے جسے اس تنظیم کے طویل عرصے کے لیے پٹے پر لے رکھا تھا۔ ہال کے مالکان نے اس سے پہلے مقررین یا ان کے موضوعات پر کبھی اعتراضات نہ کیے تھے۔ لیکن اتوار کے دن جہاں مجھے تقریر کرنا تھی وہاں لوگوں کو ہال میں داخل ہونے سے روک دیا گیا۔ صفائی کرنے والا کارکن جو زرد ہو رہا تھا اور کانپ رہا تھا نے یہ بتایا کہ جاسوسوں نے اسے ''ملنے'' کو کہا ہے۔ انہوں نے اسے کریمنل انارکی لاء کے متعلق بتایا جس کے تحت وہ حراست میں لیا جاسکتا ہے اور سزائے قید ہوسکتی ہے، جرمانہ کیا جاسکتا ہے اگر اس نے ایما گولڈمان کو تقریر کرنے دی۔ حقیقت یہ تھی کہ ایلے نوائے میں کوئی ایسا قانون منظور نہیں ہوا تھا۔ لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اس کے باوجود میں نے ممنوعہ لیکچر دیا۔ ایک ہال والے نے جو اپنے قانونی حقوق سے آگاہ تھا اور آسانی سے خوفزدہ ہونے والا بھی نہ تھا اس بات کی حامی بھر لی کہ میں انارکزم کے فلسفیانہ اور خطرناک پہلو پر بولوں۔

میرا دورہ پر آزمائش اور محنت طلب تھا۔ جسے اس امر نے مزید سخت بنا دیا کہ مجھے چوکیدار کتوں کے نرغے میں بولنا پڑتا جو کسی بھی لمحے مجھے دبوچ لیتے اس کے ساتھ ہی چند منٹ کے نوٹس پر ہال بدلنا پڑتے۔ لیکن ان دشواریوں کا میں خیر مقدم کرتی۔ یہ میری جنگجو روح کی لو کو اونچا کرتیں اور میں قائل ہوگئی کہ صاحبان اقتدار کو یہ کبھی سبق نہ ہوسکے گا کہ داروگیر انقلابی جذبوں کے لیے کس قدر توانا بخش ہوتی ہے۔

میں ابھی بمشکل گھر واپس ہوئی تھی کہ کیٹ آسٹن کی موت کی خبر آگئی۔ کیٹ جو امریکی عورتوں میں سب سے زیادہ جرأت اور ہمت والی آواز تھی! نچلی سطح سے ابھری مگر اس نے دانش کی ان بلندیوں کو چھولیا جہاں بہت سے تعلیم یافتہ لوگ نہیں پہنچ سکتے۔ اسے زندگی سے عشق تھا اور اس کی روح ستم رسیدہ لوگوں کے لیے شعلہ جوالہ بنی ہوئی تھی جن میں ستم رسیدہ اور غریب سب ہی تھے۔ وہ بفلو کے سانحے کے زمانے میں کتنی درخشاں رہتی تھی! صرف مہینہ بھر پہلے اس نے زولگوز کے لیے ایک زبردست قصیدہ لکھا تھا جب موت کا سایہ اس کی طرف بڑھ رہا تھا اور اب جبکہ وہ رخصت ہوچکی تھی اور اس کے ساتھ ہماری صفوں کی ایک واقعی عظیم شخصیت بھی۔ اس کی موت ایک کامریڈ ہی کا نقصان نہ تھا بلکہ ایک قیمتی دوست کا بھی۔ ایما کو چھوڑ کر وہ واحد ایسی عورت تھی جو میرے اتنے قریب ہوگئی جو میری ذات کی پیچیدگیوں سے اتنی واقف تھی جتنی کہ میں خود نہ سمجھتی تھی۔ اس کے جذباتی میل جول نے کئی تکلیف دہ مواقع پر میری دستگیری کی۔ چونکہ وہ نہ تھی اس لیے میرا دل بھرا ہوا تھا۔

ایسی رواں دواں زندگی میں جیسی کہ میری ہے خوشی اور رنج کے واقعات اس تواتر سے درپیش آتے ہیں کہ اتنی مہلت نہیں ملتی کہ دو میں سے کسی ایک کو تادیر دل پر لیا جائے۔ کیٹ کے اٹھ جانے سے پہنچنے والا میرا صدمہ ابھی تازہ تھا کہ ایک غم کا پہاڑ اور ٹوٹ پڑا۔ والٹیر ین ڈی کلایر گولی لگنے سے شدید زخمی ہوگئی یہ حملہ اس کے ایک سابق شاگرد نے کیا تھا۔ فلاڈیلفیا سے آنے والے تار میں مجھے اطلاع دی گئی کہ وہ اسپتال میں داخل ہے اور اس کی حالت نازک ہے اور مجھے مشورہ دیا گیا تھا کہ میں اس کے علاج کے لیے بذریعہ چندہ رقم مہیا کروں۔

میں ۱۸۹۴ء میں اپنی بدنصیبی کے طفیل کسی غلط فہمی کے باعث اس سے بہت کم ملی تھی۔ میں نے یہ بھی سنا تھا کہ اپنی خرابی صحت کی وجہ سے وہ یورپ چلی گئی ہے تاکہ صحت بحال ہوجائے۔ میں نے جب آخری مرتبہ فلاڈیلفیا کا پھیرا لگایا تھا تو مجھے بتایا گیا کہ وہ گزارہ کرنے کے اخراجات پورے کرنے کے لیے سخت جدوجہد کر رہی تھی اس کے لیے وہ یہودی تارکین وطن کو انگریزی پڑھاتی اور موسیقی کے سبق دے رہی تھی۔ اس کے ساتھ تحریک کی سرگرمیوں میں بھی حصہ لے رہی تھی۔ میں اس کی توانائی اور محنت پر عش عش کرتی تھی۔ لیکن میں اس بات پر ناخوش تھی اور اس کی اس روش سے بیزار تھی جو میری دانست میں میرے متعلق نامعقول اور خفیف تھی۔ میں نے کبھی اس کی خبر لی اور نہ ہی اس نے گزشتہ برسوں میں مجھ سے خط و کتابت کی۔ میکنلے ہسٹیریا کے زمانے میں اس کے نڈر موقف نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میرے دل میں اس کے لیے احترام میں اضافہ کیا۔اوراس کا خط بنام سنیٹر ہاوآی جوفری سوسائٹی میں شائع ہوا۔ جو اس کے اس اعلان کے خلاف چھپا تھا کہ میں اس شخص کو ایک ہزار ڈالر انعام دوں گا جو کسی انارکسٹ کو گولی مارے گا۔اس کا مجھ پر دیرپا اثر ہوا۔اس نے سینٹ کے اس حب الوطن کو اپنا پتہ لکھ بھیجا تھا اور اس سے کہا تھا کہ وہ اسے یہ مسرت دینے کے لیے آمادہ ہے کہ وہ ایک انارکسٹ پر بلا کسی فائدے کے گولی چلالے۔اس کی بس ایک شرط ہے کہ مجھ پر گولی چلانے سے پہلے مجھے اس کی اجازت ہو کہ میں اسے انارکزم کے اصولوں کی وضاحت کر دوں۔

''ہمیں والٹیرائن کے لیے فوراً رقم جمع کرنا شروع کر دینا چاہئے۔''میں نے اِڈ سے کہا۔ مجھے اندازہ تھا کہ اگر ہم اس کے لیے عوام سے مدد کی درخواست کریں گے تو وہ برا مانے گی۔اس لیے اِڈ نے اتفاق کیا کہ یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے دوستوں سے اس معاملے میں نجی طور پر رابطہ کریں۔سولوٹاروف سے ہم نے پہلے رابطہ کیا۔اس کا جواب حسین تھا حالانکہ اس کی صحت خراب تھی اور اس کے دفتر کی آمدنی بھی کم ہو چکی تھی۔اس نے تجویز پیش کی کہ گورڈن سے ہمیں ملنا چاہئے جو والٹیرائن کا سابق محبوب ہے۔وہ ایک کامیاب طبیب بن چکا ہے اور مالی طور پر بھی اتنا مستحکم ہے کہ والٹیرائن کی مدد کر سکتا ہے جس نے اس کے لیے اتنا کیا تھا۔سولوٹاروف نے گورڈن سے بات کرنے کی پیشکش بھی کی۔

نتیجہ یا ہماری قائل کرنے کی کوششیں بارآور ہونے لگیں۔اگر چہ ہمیں چند ناخوشگوار تجربات سے بھی واسطہ پڑا۔ایسٹ سائڈ علاقے میں رہائش پذیر والٹیرائن کے دوست نے برملا کہا کہ وہ ''پوشیدہ خیرات'' پر یقین نہیں رکھتا۔اس کے علاوہ کچھ اور بھی ایسے لوگ تھے جن کی ہمدردیوں کو مادی کامیابیوں نے کند کر دیا تھا۔مگر فیاض لوگوں نے ان سب کی تلافی کر دی اور جلد ہی پانچ سوڈالر جمع ہو گئے۔اِڈ رقم لے کر فلاڈیلفیا گیا۔اپنی واپسی پر اس نے بتایا کہ پیوست گولیوں میں سے دو نکالی جا چکی ہیں۔ تیسری کو اس لیے نہیں چھیڑا گیا کیونکہ وہ دل کے بہت قریب ہے۔والٹیرائن کو سب سے زیادہ فکر اس نوجوان کی تھی جس نے اس کی جان لینے کی کوشش کی تھی اور پہلے ہی اعلان کر چکی ہے کہ وہ اس کے خلاف کوئی نالش کرنا نہیں چاہتی۔

میکس اور ملّی کرسمس منانے کے لیے نیویارک آ گئے۔یوں ایک خلاف توقع مسرت اور سلوک کا موقع نکل آیا۔اِڈ ایک عرصے سے مجھ سے کہہ رہا تھا کہ اس کی یہ دیرینہ خواہش ہے اور پرانا خواب ہے کہ مجھے ''شائستہ پوشاک'' پہنے ہوئے دیکھے۔اور اس وعدے کے ایفا کرنے کا وقت آن پہنچا ہے۔اس نے اصرار کیا کہ مجھے اس کے ہمراہ بہترین دکانوں پر جا کر زور تخیل کو آزاد کرنا پڑے گا۔

میں جیسے ہی پر تعیش اور فیشن والی دکانوں میں داخل ہوئی مجھے بلا تاخیر اندازہ ہو گیا کہ زور تخیل ایک مہنگا سودا ہے اور میں اِڈ کا دیوالہ نہیں نکالنا چاہتی تھی۔''ہمیں تو یہاں سے جلد ہی فرار ہو جانا چاہئے۔'' میں نے سرگوشی کی۔''یہ جگہ ہمارے لیے نہیں ہے'' ''بھاگو!''''ایما گولڈ مان بھاگو؟''اِڈ نے چڑھایا ''تمہیں بس اتنا ہی ٹھہرنا ہو گا کہ اپنی پیمائش دے دو اور باقی سب مجھ پر چھوڑ دو۔''

کرسمس کی شام میں میرے اپارٹمنٹ پر کئی ڈبے آئے۔ایک نہایت عمدہ کوٹ جس کا کالر استرخان کا تھا۔آستین پولیش اور طرح ملتے جلتے رنگ کا۔ایک ڈریس بھی تھا۔ریشمی زیر جامہ، لمبے موزے اور دستانے۔میں تو خود کو پری سمجھنے لگی۔اِڈ کے چہرے پر روشنی پھوٹنے لگی جب وہ مجھ سے ملنے آیا اور مجھے چار آئینہ پایا۔''میں ہمیشہ تمہیں سولہ سنگھار میں دیکھنا چاہتا تھا۔''اس نے جھوم کر کہا ''ہر شخص کا حق ہے کہ اس کی زندگی میں ایک ایسا دن بھی آئے۔''

ہافبراوہاس (عمارت) پر میکس اور ملّی ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ملّی بھی موقع کی مناسبت سے ملبوس تھی اور میکس بھی سج دھج کے آیا۔اس نے پوچھا کہ آیا میں نے راک فیلر سے شادی کر لی ہے یا سونے کی کان نکل آئی ہے۔میں تو پھولے نہ سماتی تھی خصوصاً اس جیسے پرولتاری کے سامنے۔وہ ہنسا۔ان نخروں پر کم از کم تین جرمن (تغابا شے) کی بوتلیں نچھاور کی جانا چاہئیں۔وہ چیخا اور فوراً ان کا آرڈر دے دیا۔وہاں ہم سے زیادہ کوئی بھی مسرور نہ تھا۔

ملّی، میکس سے پہلے ہی شکاگو چلی گئی۔وہ یہاں چند دن ٹھہرا رہا اور ان دنوں کو ہم نے طویل فاصلوں تک ٹہلنے میں، گیلریاں دیکھنے اور محافل موسیقی میں گزارے۔اس کی روانگی کی شام میں اسے اسٹیشن تک پہنچانے گئی۔جب ہم لوگ پلیٹ فارم پر کھڑے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

باتیں کر رہے تھے تو ہم سے دو اشخاص نے رابطہ کیا جو خفیہ پولیس کے نمائندے نکلے۔ انہوں نے ہمیں حراست میں لے لیا اور تھانے لے آئے۔ جہاں پر ہم سے سوال جواب ہوئے اور اس کے بعد رہا کر دیا گیا۔ ''ہمیں کس الزام پر حراست میں لیا گیا تھا۔'' میں نے تقاضہ کیا ''بس محض عمومی اصولوں پر'' ڈیسک پر بیٹھے ہوئے افسر نے چہک کر جواب دیا۔ ''تمہارے اصول تو سڑے ہوئے ہیں!'' میں نے بگڑ کر جواب دیا۔ ''اب جاؤ بھی'' وہ ڈکرایا ''تم سرخ ایما ہو کیا یہ غلط ہے؟ یہی کافی ہے۔''

سولوٹاروف نے اپنے خط کے ذریعے اطلاع دی کہ گورڈن نے والٹیر اینن کی مدد کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ آخر الذکر نے پائی پائی جوڑ کر اس کی کالج کی پوری تعلیم کی کفالت کی تھی اب وہ اس کے لیے ایک کلمہ خیر بھی نہیں نکال سکتا۔ اس کے متعلق میری چھٹی حس صحیح بتاتی تھی۔ ہم لوگ اس پر متفق ہو گئے کہ اسے اس شخص کی سنگدلانہ لاتعلقی کے متعلق کچھ نہ بتایا جائے جو ایک زمانے میں اس کے لیے کتنی اہمیت رکھتا تھا۔

والٹیر اینن نے حملہ آور نوجوان پر مقدمہ دائر کرنے سے انکار کر دیا بلکہ اخبارات سے بھی درخواست کی کہ اس کا دفاع کیا جائے۔ ''وہ بیمار، غریب اور بے یار و مددگار ہے۔'' اس نے لکھا ''وہ ہمدردی کا مستحق ہے نہ کہ قید کا۔'' اس نے اپنے خط میں جو اس نے ارباب اختیار کو لکھا اس میں یہ اشارہ کیا کہ وہ ایک عرصے سے بیروزگار تھا اور ان مسائل کی وجہ سے اس کے دل میں اس واہمے نے جنم لے لیا۔ لیکن قانون کو تو اپنے حصے کا گوشت کا ٹکڑا لینا تھا۔ جوان مجرم پایا گیا اور اسے چھ سال نو مہینے کی سزا ہو گئی۔

سزا کے اس فیصلے نے والٹیر اینن پر بہت برا اثر چھوڑا اور اس کی حالت بگڑ گئی جس کی وجہ سے ہم ہفتوں پر تشویش تذبذب میں پڑے رہے۔ بالآخر اسے خطرے سے باہر بتایا گیا اور وہ اسپتال سے رخصت ہونے کے قابل ہو گئی۔

فلاڈیلفیا کے اخبارات نے اس المناک واقعے کا ایک گدگدانے والا پہلو ڈھونڈ نکالا۔ امریکہ بھر کے تمام اخبارات کی طرح برسہابرس سے وہ انارکزم اور انارکسٹوں کے خلاف دشنام طرازی کر رہے تھے۔ ''شیاطین مجسم..... قتل و بربادی کے گرو..... بزدل'' یہ تھیں وہ عریاں گالیاں جنہیں ہم سے منسوب کیا گیا۔ لیکن جب والٹیر اینن نے حملہ آور کے خلاف قانونی کارروائی کی مخالفت کی تو یہی مدیر صاحبان نے لکھا کہ ''انارکزم درحقیقت نصران کا ضابطہ ہے اور معافی کا صحیفہ۔''

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

باب ۲۶

انارکسٹ دشمن قانون کو چور دروازوں سے کانگریس میں منظور کرایا گیا اور اس کے بعد کوئی فرد جو منظم حکومت میں یقین نہ رکھتا ہو اس کا ریاست ہائے متحدہ میں اس کے بعد داخلہ بند کر دیا گیا۔ اس قانون کے تحت ایسے اشخاص جن میں تالستائی، کروپوٹکن، اسپنسر یا اڈورڈ کارپنٹر جیسے لوگوں کو امریکی مہمان نواز ساحلوں پر قدم رکھنے کی ممانعت کی جا سکتی تھی۔ کنکنے لبرلز نے اس قانون کے مضر اثرات کا اندازہ بہت دیر سے لگایا جو افکار نو پر پڑنے والے تھے۔ اگر وہ مل جل کر رجعت پسند عناصر کی سرگرمیوں کی مخالفت کرتے تو ممکن تھا کہ یہ قانون منظور نہ ہونے پاتا۔ اس حملے سے امریکی آزادیوں پر جو فوری حملہ ہوا اس سے انارکسٹوں کے متعلق شعار میں فیصلہ کن تبدیلی آ گئی۔ خود مجھے اب مردود نہ سمجھا جاتا بلکہ اس کے برعکس وہی لوگ جو میرے سخت مخالف تھے میری جستجو میں لگ گئے۔ لیکچروں کے کئی مراکز جیسے مین ہٹن لبرل کلب، بروکلین فلاسوفیکل سوسائٹی اور دیگر امریکی تنظیموں نے مجھے تقریر کرنے کے لیے مدعو کیا۔ میں نے بخوشی اس موقع کو قبول کر لیا کیونکہ میں کئی برسوں سے مقامی اہل دانش سے ملنا چاہتی تھی تاکہ میں ان کے اذہان کو روشن کر دوں اور بتاؤں کہ انارکزم کے واقعی کیا معنی ہیں۔ ان اجتماعات میں میں نے نئے دوست بنائے اور پرانوں سے ملی ان میں ارنیسٹ کراسے، لیونارڈ۔ ڈی ایبٹ اور تھیوڈور شروڈر تھے۔

سن رایز کلب میں میں ایسے کئی افراد سے ملی جو آنے والے زمانے کے متعلق خیالات رکھتے تھے۔ ان میں سب سے زیادہ دلچسپ الزبتھ، الیکسز فرم، جون اور ایسے کوریل تھے۔ فرمس وہ پہلے امریکی تھے جن کے تعلیم کے متعلق نظریات بالکل مجھ جیسے تھے۔ جبکہ میں محض اس بات کی حامی تھی کہ بچے کے متعلق ہمیں ایک نئی حکمت عملی اختیار کرنا چاہئے۔ فرمس نے اپنے نظریات کو عملی جامہ پہنا دیا تھا۔ ان کا ''پلے ہاؤس'' اسکول کو کہا جاتا تھا۔ اس میں آنے والے بچے نہ کسی ضابطے کے پابند تھے اور نہ ہی کسی نصابی کتب کے۔ انہیں اس کی پوری آزادی تھی کہ وہ چاہیں تو مشاہدے یا تجربے جس سے چاہیں پڑھیں۔ میں الزبتھ کو چھوڑ کر کسی اور شخصیت سے واقف نہیں ہوں جو بچے کی نفسیات کو اتنا سمجھتی ہو اور یہ خاتون ان نوعمروں میں چھپی ہوئی صلاحیتوں کو سب سے زیادہ بروئے کار لا رہی تھی۔ وہ اور ایلکس خود کو موٹ سمجھتے تھے لیکن فی الواقع وہ اپنے خیالات اور طرز حیات میں بالکل انارکسٹ تھے۔ ان کے گھر جا کر آدمی کا جی خوش ہو جاتا جو اسکول بھی تھا۔ ان میں اور بچوں کے درمیان پایا جانے والا خوبصورت رشتہ دیکھ کر دل باغ باغ ہو جاتا۔

کوریل میں بھی ویسی ہی تمام خوبیاں تھیں۔ جان گہری فکر کا حامل تھا اس نے مجھے امریکن کے مقابلے میں بحیثیت یورپین کے زیادہ متاثر کیا۔ اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ اس نے بہت دنیا دیکھی تھی۔ وہ اپنی جوانی ہی میں کینٹن چین میں امریکہ کا قونصل رہ چکا تھا۔ اس کے بعد وہ جاپان میں رہ چکا تھا اور بہت سفر کر چکا تھا اور دنیا کے بہت سے ممالک، نسلوں اور لاتعداد لوگوں سے مل چکا تھا۔ جس سے اس کے زندگی کے متعلق نقطہ نظر میں بڑی وسعت آ گئی تھی اور انسانی فطرت کے متعلق گہری تفہیم پیدا ہو گئی تھی۔ جون میں بطور قلم کار کے اچھی صلاحیت تھی وہ نک کارٹر کی اصل کہانیوں کا مصنف تھا۔ اور اس نے قلمی نام برتھا ایم کلے کے تحت شہرت اور رقم کمائی تھی۔ وہ 'فزیکل کلچر' نامی رسالے کے لیے بھی لکھا کرتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اسے صحت سے متعلق مسائل میں دلچسپی تھی اور یہ بھی وجہ تھی اور وہ اس لیے اسے ترجیح دیتا تھا کیونکہ یہ مضمون اس کے دل میں گھر کیے ہوئے تھا۔ میں جن لوگوں سے ملی ہوں ان میں وہ سب سے زیادہ فیاض فرد تھا۔ اس کی تحریروں نے اس کے لیے دولت کے انبار لگا دیئے جس میں سے اس نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اپنے پاس کچھ نہ رکھا اور ضرورت مندوں کو دے ڈالا۔ اس میں سب سے بڑی موہ لینے والی خوبی یہ تھی کہ اس میں حس مزاح نہایت گہری تھی۔ اپنے مہذب اطوار کے باوجود نشتر دار۔ کوریلز اور فرمس چاروں امریکی میرے عزیز ترین دوست بن گئے۔

میرا ہیو۔ او۔ پنٹی کوسٹ سے بہت خلا ملا بڑھا۔ اس میں ۱۸۹۳ء کے مقابلے میں بہت سی تبدیلیاں آچکی تھیں جب مجھ پر مقدمہ چل رہا تھا۔ اس کے کردار کی پختگی سے میں متاثر نہ ہوئی تھی لیکن نیویارک کے مقررین میں وہ سب سے زیادہ ممتاز تھا۔ وہ اتوار کی صبحوں میں سماجی موضوعات پر تقاریر کرتا تھا۔ اس کی فصاحت بہت سے لوگوں کو کھینچ لیتی۔ پنٹی کوسٹ میرے فلیٹ میں اکثر ملنے آتا۔ جہاں وہ خود کو ''فطری محسوس'' کرتا جس کا وہ اکثر اظہار کرتا۔ اس کی زوجہ جو درمیانے طبقے کی عورت تھی اپنے شوہر کے غریب دوستوں کو سخت ناپسند کرتی اور اس کی نظریں شوہر کی تقاریر کے بااثر لوگوں پر رہتیں۔

ایک دن میں نے اپنے فلیٹ میں ایک چھوٹی سی پارٹی ترتیب دی اور میرے دوستوں میں ایک پنٹی کوسٹ بھی تھا پارٹی شروع ہونے سے پہلے میری' بیگم پینٹی کوسٹ سے ملاقات ہوگئی اس لیے میں نے اس سے کہا کہ آپ کا جی چاہے تو آپ بھی آئیں۔ ''آپ کا بہت شکریہ'' وہ بولی۔ ''مجھے بہت مسرت ہوگی، مجھے گندی گلیاں بہت اچھی لگتی ہیں۔'' ''کیا یہ میری خوش نصیبی نہیں ہے؟'' میں نے تبصرہ کیا۔ ''ورنہ آپ دلچسپ لوگوں سے کبھی نہ مل سکیں گی۔'' وہ پارٹی میں نہ شریک ہوئی۔

میری عوامی زندگی رنگین ہونے لگی۔ نرسنگ اب اتنی تکلیف دہ نہ تھی۔ کیونکہ میری کئی ''ذمہ داریاں'' میرے اپارٹمنٹ سے رخصت ہو چکی تھیں جس سے میرے مصارف کم ہوگئے۔ اب میں دو کیسوں کے درمیان میں آرام کے طویل وقفے ڈالنے کی متحمل ہوسکتی تھی۔ اب مجھے مطالعے کے لیے بھی بہت وقت ملنے لگا جسے میں کچھ عرصے سے نظر انداز کیے جا رہی تھی۔ میں تنہا رہنے کے تجربے سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ کسی اور کے متعلق سوچے بغیر میں جا اور آسکتی تھی اور جب لیکچر سے لوٹتی تو ہمیشہ گھر پر کوئی ہجوم نہ ہوتا۔ میں خود کو بھی اچھی طرح جانتی تھی کہ میرے ساتھ کسی کا رہنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ بفلو سانحے کے بعد کئی ماہ تک میری یہ حالت رہی جس میں میری یہ جدوجہد ہوتی کہ کسی طرح میں کام اور زندگی کے دھارے میں شامل ہو جاؤں۔ ایسٹ سائڈ علاقے کے کمزور دل ریڈیکلوں نے مجھے ان لونڈوں سے بے خبر اور غیر روادار بنا دیا جو مستقبل کے لیے باتیں تو کرتے مگر حال کے لیے کچھ نہ کرتے۔ میں ریٹائرمنٹ کی نعمت سے لطف اندوز ہو رہی تھی اور منتخب دوستوں کی رفاقت کے مزے لے رہی تھی۔ ان سب میں عزیز ترین اِڈ تھا.....اب رقیبانہ تاک جھانک ختم ہو چکی تھی، ہر سانس اور ہر خیال و تقاضہ کر کے اپنا تالیکن بے ساختہ مسرت کا مفت لین دین۔

وہ جب آتا تو اکثر تھکا ہارا اور بجھا ہوا ہوتا۔ مجھے معلوم تھا کہ یہ اس کے گھر کے اندر بڑھتی چپقلش کا نتیجہ ہے۔ یہ نہیں تھا کہ اس نے کبھی یہ بیان کیا تھا بلکہ کبھی کبھار کوئی اتفاقی تبصرہ مجھ پر یہ فاش کر دیتا کہ وہ خوش نہیں ہے۔ ایک مرتبہ بات ہی بات میں اس نے کہا ''زمانہ اسیری میں میں خود کو قید تنہائی میں ڈال لیتا بجائے اس کے کہ کسی کے ساتھ رہوں قید کی کوٹھری میں کسی مکین کی مسلسل بڑبڑ مجھے دیوانہ بنا دیتی۔ اب مجھے نہ رکنے والی گفتگو سننا پڑتی ہے اور کہیں ایسی تنہائی نہیں نظر آتی جہاں جا کر میں پناہ لے سکوں۔'' ایک اور موقع پر اس نے ان لڑکیوں اور عورتوں کے متعلق اپنی ستم ظریفی کا بخار یوں نکالا کہ وہ ترقی پسند خیالات کا اس وقت تک اظہار کرتی ہیں جب تک ان کے ہتھے کوئی مطلب کا مرد نہیں چڑھ جاتا پھر اس کے بعد وہ ان نظریات کے بری طرح پیچھے پڑ جاتیں ہیں کہ کہیں وہ گھر کے کفیل سے نہ ہاتھ دھو بیٹھیں۔ اس کا جی بہلانے کی خاطر میں گفتگو کو کسی اور جانب موڑ دیتی یا اس کی بیٹی کے متعلق پوچھ لیتی۔ اس کا چہرہ فی الفور دمکنے لگتا اور دباؤ بھاپ بن جاتا۔ ایک دن میرے لیے وہ اپنی چھوٹی سی بیٹی کی تصویر لایا۔ میں نے کبھی بھی کسی میں اتنی مشابہت نہ پائی تھی۔ میں لڑکی کے خوبصورت چہرے سے اتنی متاثر ہوئی کہ بے خیالی میں میرے منہ سے نکلا ''تم اسے مجھے دکھانے کے لیے کبھی کیوں نہیں لائے؟'' ''کیوں نہیں؟'' اس نے بڑے جوش میں جواب دیا ''اس کی ماں! کاش تم ماں کو جانتیں!'' ''پلیز! پلیز!'' میں الجھ پڑی ''اب مزید کچھ نہ کہو' میں اس کے متعلق کچھ اور نہیں جاننا چاہتی!'' اس نے جوش میں آکر فرش پر ٹہلنا شروع کر دیا۔ اور لگا جیسے الفاظ کے سیلاب کا بند ٹوٹ گیا ہو۔ ''تم پر لازم ہے کہ تم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مجھے کہہ لینے دو!'' وہ چلایا تم مجھے وہ سب کچھ کہہ لینے دو جو میں نے تم سے چھپائے رکھا ''میں نے اسے روکنا چاہا لیکن اس نے کوئی توجہ نہ دی۔ تمہارے خلاف میرے دل میں جو طیش اور تلخی تھی اس نے مجھے اس عورت کی جانب دھکیل دیا۔'' اس نے حقارت سے کہا۔ ہاں اور اس کے بعد میں نے مے خواری کی اور تم سے علیحدگی کے بعد ہفتوں میں مے خواری کرتا رہا۔ اس کے بعد میں اس عورت سے ملا۔ میں اس سے پہلے بھی اسے ریڈیکل حلقوں میں دیکھ چکا تھا۔ لیکن میری نگاہ میں اس کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ لیکن اس دن اس نے مجھے مسرور کر دیا۔ میں تمہیں گنوا کر اور کثرت مے خواری سے پاگل ہو رہا تھا اس لیے میں اسے گھر لوا لے گیا میں نے کام کرنا چھوڑ دیا اور خود کو اس جنگلی پھوہڑ کے سپرد کر دیا۔ امید یہ تھی کہ تمہارے خلاف میرا غصہ فرو ہو جائے گا کہ تم چھوڑ کر چلی گئیں۔'' ''میرے دل میں ایک شدید درد اٹھا اور میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور چلائی ''اوہ' اڈ' کیسی آزردگی؟'' ہاں' ہاں! آزردگی!'' اس نے دھرایا نفرت بھی! میں نے تو اس وقت یہ بھی محسوس کیا تھا کہ تم کس آسانی سے ہماری محبت اور زندگی سے دستکش ہو گئیں۔ مگر اب بول کر مداخلت نہ کرو' میں اپنے باطن سے سب کچھ نکال کر دم لوں گا۔

ہم بیٹھ گئے میں نے اس کا ہاتھ اپنی ہتھیلی پر رکھ لیا۔ مگر وہ بولتا رہا مگر دھیمے لہجے میں۔ میں چھکا ہوا پھوہڑ ہفتوں پیتا رہا۔ مجھے وقت کا ذرہ برابر بھی اندازہ نہ تھا۔ نہ میں کہیں جاتا اور نہ کسی سے ملتا۔ میں گھر پر شراب اور جنس میں ڈوبا رہتا۔ ایک دن جب میں اٹھا تو میرا ذہن بالکل صاف تھا۔ میں اپنی ذات اور اس عورت سے بیزار ہو چکا تھا۔ میں نے اس سے جھڑک کر کہا کہ یہاں سے چلی جاؤ۔ میری یہ کبھی نیت نہ تھی کہ معاملے کو مستقل حیثیت دی جائے۔ اس نے وہی کیا جو عموماً عورتیں کرتی ہیں۔ بولی کہ میں ایک سنگدل اور اوباش پھسلانے والا مرد ہوں۔ جب اس نے دیکھا کہ میں ان باتوں سے متاثر نہیں ہوا تو اس نے رونا شروع کر دیا اور منتیں کرنے لگی اور آخر میں اس نے بتایا کہ وہ حاملہ ہو چکی ہے۔ میں تو چکرا کر رہ گیا۔ مجھے لگا جیسے یہ ناممکن ہو۔ لیکن یہ بھی ماننے کو تیار نہ تھا کہ وہ عمداً کوئی ایسی چیز وضع کرے گی۔ میرے پاس کوئی رقم نہ تھی اور میں اسے خالی ہاتھ جانے بھی نہیں دے سکتا تھا۔ میں چونکہ پھنس چکا تھا اس لیے میں نے اسے ایسے ہی چلنے دیا۔ ایک چھت کے نیچے چند ماہ گزارنے کے بعد مجھے اندازہ ہو گیا کہ ہم دونوں کے درمیان کوئی ایک خیال بھی مشترک نہیں ہے۔ مجھے اس کی ہر چیز سے گھن آتی۔ اس کی چیرتی ہوئی آواز اس کا بے تکان بولنا اور بکواس۔ وہ میرے اعصاب میں گھن کی طرح چلتے اور اکثر مجھے گھر سے نکال باہر کرتے۔ لیکن یہ خیال کہ وہ میرا بچہ پیٹ میں لیے ہوئے ہے میری واپسی کا باعث بنتا۔ اس کی پیدائش سے کوئی دو مہینے پہلے تو تو میں میں کے دوران اس نے مجھ پر طنز کرتے ہوئے کہا کہ اس نے مجھے فریب دیا تھا جب اس نے پہلی مرتبہ بتایا تھا کہ وہ حاملہ تھی۔ میں نے اسی وقت فیصلہ کر لیا تھا کہ بچے کی ولادت کے فوراً بعد میں اسے چھوڑ دوں گا۔ تم ہنسو گی مگر اس ننھی کی پیدائش نے میرے دل کے گرد عجیب و غریب تانے بانے کس دیئے۔ اس نے میری زندگی کی تمام محرومیوں کو فراموش کر دیا اور میں مقیم رہا۔

''تم خود کو کیوں اذیت دے رہے ہو عزیز اڈ؟'' میں نے اسے تسلی دینے کی کوشش کی۔ ''کیوں گڑے مردے اکھاڑ رہے ہو؟'' اس نے نرمی سے مجھے ایک طرف کیا۔ ''تمہیں سننا پڑے گا'' اس نے زور دے کر کہا۔ ''اس معاملے کے آغاز سے تمہارا تعلق ہے' اس لیے تم پر واجب ہے کہ اس کے اختتام تک سنو۔''

''جب تم یورپ سے لوٹیں۔'' وہ کہے گیا ''وہ تضاد جو ہماری ماضی کی زندگی اور میری حال کی زندگی میں موجود تھا وہ کافی نمایاں ہے۔ میں چاہتا تھا کہ اپنی بیٹی کو لے کر تمہارے پاس آ جاؤں اور تم سے التجا کروں کہ ہم لوگ اپنی محبت کو پھر سے پروان چڑھائیں۔ لیکن تم کئی لوگوں سے وابستہ تھیں۔ جس میں تمہاری عوامی سرگرمیاں بھی چل رہی تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے تم اس عارضہ عشق سے شفایاب ہو چکی ہو جو ایک زمانے میں تمہیں مجھ سے لاحق تھا۔''

''تم غلطی پر تھے'' میں چلائی ''میں تم سے اس وقت بھی محبت کرتی تھی جب تم سے جدا ہو چکی تھی۔'' ''مجھے اس وقت بھی اندازہ تھا۔ میری جان، لیکن ان دنوں تو تم لاتعلق اور جدا لگ رہی تھیں۔'' اس نے جواب دیا۔ ''میں تم سے اس لیے ملتفت نہ ہو سکتا تھا اور اس کا نعم البدل میں نے اپنے بچے میں ڈھونڈ لیا۔ میں پڑھنے لگا اور میں پا بھی گیا..... ہاں' میں پا گیا اور وہ باتیں جن

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے متعلق ہم بحث کیا کرتے تھے ان ہی میں، میں نے خود فراموشی تلاش کر لی۔ میں انہیں اب بہتر طور پر سمجھنے لگا تھا۔ لیکن میرے اعصاب کند ہو چکے تھے۔ میں اب چبھتی ہوئی آوازوں پر جھرجھری نہ لینے لگتا۔ اس کی الزام تراشیوں نے مجھے ٹھوس اور مریضانہ حد تک شکی بنا دیا تھا۔ اس کے علاوہ میں نے ایک ایسا طریقہ دریافت کر لیا تھا جس سے امنڈتی لہر کو روکنا آ گیا تھا۔ پھر وہ کھی کھی کر کے ہنسا۔ ''وہ کیا ہے۔'' میں نے اس کی آواز میں خوشگواری پا کر پوچھ لیا ''اسے شائید میں دوسرے لوگوں پر بھی استعمال کر سکتا ہوں'' ''اچھا تو تم سمجھ گئیں۔'' اس نے وضاحت کی۔ ''میں اپنی جیبی گھڑی نکال لیتا ہوں اسے خاتون کے چہرے کے سامنے لہرا دیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ میں اسے پانچ منٹ کی مہلت دیتا ہوں تا کہ وہ جی بھر کے بول لے۔ اگر اس مدت میں وہ چپ نہیں ہوتی تو میں گھر چھوڑ دیتا ہوں۔'' ''کیا معاملہ نمٹ جاتا ہے۔'' میں نے پوچھا ''جادو کی طرح وہ باورچی خانے کی طرف جھپٹتی ہے اور میں کمرے میں گھس کر اندر سے تالا لگا لیتا ہوں۔'' میں اس پر ہنسی، حالانکہ میں واقعتاً اِڈ کی حالت زار پر رونا چاہتی تھی جو ہمیشہ شائستگی اور امن کا جویا رہا اور اب اہانت آمیز اور بدتہذیبی کے مناظر میں دھکیلا جا چکا ہے۔

''مگر علیحدگی بالآخر آ چکی ہے۔'' وہ بولے گیا۔ ''یہ ہر حال میں ہو کر رہتی، چاہے ہم دونوں دوبارہ دوست نہ بھی بنتے تب بھی۔ میں اس نتیجے پر پہنچ کر رہتا جب مجھے یہ احساس ہوتا کہ ان جھگڑوں کا اثر بچے پر پڑ رہا ہے۔'' اس نے بھی یہ بتایا کہ ایک عرصے سے اس کے پاس اس کے وسائل نہ تھے لیکن اب وہ یہ کرنے کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ اپنے ساتھ اپنی بیٹی کو ویانا لے جائے گا۔ اور اس نے مجھے بھی ساتھ چلنے کو کہا۔

''تم کیا کہنا چاہتے ہو کہ بچے کو ساتھ لے جاؤ گے۔'' میں چلائی ''ماں کا کیا ہوگا، اس کے متعلق کچھ سوچا ہے؟'' ''یہ اس کا بھی بچہ ہے کیا ایسا نہیں ہے؟ یہ اس کا بھی لخت جگر ہے۔ تم کیسے اسے بچے سے محروم کر سکتے ہو؟'' اِڈ اچھل کر کھڑا ہو گیا اور مجھے بھی کھڑا کر دیا۔ اس کا چہرہ میرے منہ کے قریب آ گیا اور کہا۔ ''محبت! محبت! کیا تم مجھے ہمیشہ یہ نہیں سمجھاتی رہیں کہ اوسط درجہ کی ماں یا تو بچے کو چوم چوم کر ادھ موا کر دیتی ہے یا مار مار کر قتل کر دیتی ہے؟'' ''اب اس بیچاری ماں کے لیے یکا یک تم اتنی جذباتی کیوں ہو رہی ہو؟'' ''عزیز من مجھے معلوم ہے، مجھے معلوم ہے'' میں نے جواب میں کہا۔ میں نے اپنے خیالات نہیں بدلے، ویسے ہی ہیں۔ عورت بچہ جننے کا دکھ جھیلتی ہے اور اسے اپنے خون پر پروان چڑھاتی ہے۔ مرد تو تقریباً کچھ نہیں کرتا۔ اس کے باوجود وہ بچے کا دعویدار بن جاتا ہے۔ تمہیں یہ بات کیوں سمجھ میں نہیں آتی کہ یہ بات کتنی نامنصفانہ ہے، اِڈ؟'' ''تمہارے ساتھ یورپ جانا؟ میں فوراً روانگی کے لیے تیار ہوں۔ لیکن میں یہ نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے کسی عورت کو اس کے بچے سے محروم کر دیا جائے۔'' اس نے مجھ پر یہ الزام لگایا کہ میں ابھی تک آزاد نہیں ہوئی ہوں۔ میں تحریک نسواں کی دیگر خواتین کی طرح ہوں جو مردوں کے خلاف صف بستہ ہو جاتیں ہیں کہ ان کی نظر میں اس نے عورت کے خلاف ممکنہ ناانصافیاں کی ہیں۔ وہ ان ناانصافیوں کو نہیں دیکھتیں جن میں مرد مبتلا ہوتا ہے اور بچہ بھی۔ کچھ بھی ہو وہ ضرور جائے گا اور اپنے ساتھ ننھی لڑکی کو لے جائے گا۔ وہ بچے کو لڑائی جھگڑے کی فضا میں پروان نہ چڑھنے دے گا۔

اِڈ متضاد جذبات کے تلاطم میں میرے ہاں سے روانہ ہو گیا۔ میں تسلیم کرتی ہوں کہ وہ میں تھی جس نے اسے اس عورت کی بانہوں میں دھکیل دیا۔ مجھے معلوم تھا کہ میں اسے چھوڑ کر دور چلی گئی تھی جب میرے لیے اس کے علاوہ کوئی اور چارہ نہ تھا۔ کچھ بھی ہو اس کا سبب میں تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس اندوہناک رات میں اِڈ کتنا ادھم مچا رہا تھا۔ جس سے اس کی روح کی تکلیف ہویدا تھی۔ اس کے رنج واندوہ میں میرا ذرا سا بھی ہاتھ نہ تھا تو پھر میں نے اس کا ساتھ کیوں نہ دیا جبکہ اسے میری بہت ضرورت ہے؟ میں نے بچے کے معاملے میں اس کی مدد کرنے سے کیوں انکار کیا؟ میرے لیے اس عورت کی کیا وقعت ہے۔ میں اس کے نقصان پر کیوں فکرمند ہوں۔ میں ہمیشہ سے اس خیال کی حامی ہوں کہ ماں بننے میں جو جسمانی عمل ہوتا ہے وہ عورت کو حقیقی ماں نہیں بنا سکتا۔ اس کے باوجود میں اِڈ سے اسے محروم کرنے کے خلاف بولی!

بہت غور وخوض کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچی کہ اِڈ کے بچے کی ماں کے لیے میرے احساسات مادریت کے عمومی جذبات

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں چھپے ہوتے ہیں۔ یہی وہ اندھی گونگی قوت ہے جو درد زہ کی دہلیز سے زندگی پیدا کرتی ہے۔ جس سے عورت کا شباب اور طاقت ضائع ہو جاتی ہے اور جو بچ کھچ رہتا ہے وہ بڑھاپے میں ذات کا بوجھ ہوتا ہے وہ بھی ان پر جنہیں اس نے جنم دیا ہو۔ مادریت کی یہی بے کسی ہے جس نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں اس کے دکھ میں مزید اضافہ نہ کروں۔

اس کے بعد جب اِڈ پھر آیا تو میں نے وضاحت کرنے کی کوشش کی مگر وہ میری بات سمجھنے سے قاصر رہا۔ اس نے کہا کہ وہ ہمیشہ مجھے اس کا مستحق سمجھتا رہا کہ میرا طرز استدلال مردوں جیسا معروضی ہوتا ہے لیکن آج وہ محسوس کر رہا ہے کہ میں موضوعی دلائل دے رہی ہوں اور عورتوں کی طرح۔ میں نے جواب میں کہا کہ بیشتر مردوں کی استدلالی صلاحیتیں مجھے اس حد کبھی متاثر نہ کر سکیں کہ مجھ میں ان کی پیروی کی آرزو پیدا ہو جائے اور میں اس بات کو ترجیح دیتی ہوں کہ میں بطور عورت خود سوچ بچار کروں۔ میں نے وہی بات دہرا دی جو میں پہلے بھی کہہ چکی تھی کہ میں اڑ کر اس کے ساتھ جانے کو تیار ہوں اگر وہ تنہا چلے یا کچھ عرصے بعد یورپ میں ملنے پہنچ جاؤں گی مگر یہ ممکن نہیں ہے کہ میں کسی عورت کے بچے کو لے کر بھاگ چلوں۔

مجھے اس کا اندیشہ دامنگیر تھا کہ میرا موقف کہیں اِڈ سے میری نئی دوستی کو متاثر نہ کرے لیکن وہ اس معاملے میں وسیع القلب اور عمدہ شخص نکلا۔ اس سے ملاقاتیں نہایت خوشگوار ہوتیں۔ وہ ماہ جون میں یورپ روانگی کا منصوبہ بنا رہا تھا اور بچے کے ساتھ۔

اپریل کے آغاز میں اس نے مجھے بتایا کہ وہ ہفتہ بھر بہت مصروف رہے گا۔ اس کی فرم نے شہتیروں کا ایک بڑا سا ذخیرہ خریدا ہے اور اس سودے کے انتظامات کے سلسلے میں اسے شہر سے باہر رہنا پڑے گا۔ لیکن وہ مجھے باخبر رکھے گا اور واپس پہنچتے ہی بذریعہ تار اطلاع دے گا۔ اس کی عدم موجودگی میں رات کے ایک کیس کے سلسلے میں مجھے بروکلین کے علاقے میں جانا پڑا۔ وہاں مجھے ایک دق کے مریض لڑکے کی تیمارداری کرنا پڑتی تھی۔ وہاں کی آمد و رفت کا راستہ طویل اور پیچیدہ تھا۔ میں تھکی ہاری گھر لوٹتی بمشکل غسل کرتی اور تکیے پر سر رکھتے ہی سو جاتی۔ ایک علی الصبح مجھے مسلسل اور زوردار گھنٹی کی آواز نے بستر سے اٹھا دیا۔ یہ تھے ٹمرمین جن سے میں کوئی سال بھر سے نہیں ملی تھی۔ ''کلاز!'' میں چلائی ''تمہیں ایسے وقت آنے کی کیا ضرورت پڑ گئی؟''

اس کے انداز میں خلاف معمول ٹھہراؤ تھا۔ اس نے بڑے عجیب انداز سے مجھے دیکھا اور بڑی نپی تلی آواز میں بولا۔ ''مجھے تم کو کچھ بتانا ہے۔'' میں سوچنے لگی کہ اسے کیا ہوا ہے ''یہ اِڈ کے متعلق ہے'' اس نے کہنا شروع کیا ''اِڈ!'' میں چلائی، اچانک گھبرا کر ''کیا اس معاملے کا اس کی ذات سے تعلق ہے؟ کیا وہ بیمار ہے؟ کیا میرے لیے کوئی پیغام ہے۔''

''اڈ.....اِڈ.....'' وہ ہکلایا..... ''اِڈ کے پاس کہنے کو کچھ نہیں ہے۔''۔ میں نے اس طرح ہاتھ اٹھایا جیسے کسی وار کو روکنا ہو ''گزشتہ شب اِڈ مر گیا'' مجھے کلاز کی آواز کپکپاتی لگی۔ میں کھڑی ہو کر اسے گھورنے لگی ''کیا تم نشے میں ہو'' میں چیخی ''ایسا نہیں ہو سکتا'' کلاز نے میرا ہاتھ تھام لیا اور کھینچ کر مجھے اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ ''میں خبیث پیغام رساں ہوں، تمہارے تمام دوستوں میں سے ایک میں ہوں جسے یہ منحوس خبر لانا پڑی، غریب بے چاری لڑکی!'' وہ میرے بالوں کو دھیرے دھیرے سہلانے لگا۔ ہم چپ چاپ بیٹھے تھے۔

آخر کار کلاز بولا۔ وہ اس کے گھر رات کے کھانے پر گیا تھا۔ وہ اس کا رات کے نو بجے تک انتظار کرتا رہا لیکن اِڈ نہ لوٹا اس پر اس نے واپسی کا فیصلہ کیا۔ اس وقت ایک گھوڑا گاڑی گھر کے پاس آ کر رکی۔ کوچوان نے بریڈی کے اپارٹمنٹ کا پتہ معلوم کیا اور کہا کہ مسٹر بریڈی گاڑی میں بیمار لیٹے ہیں۔ کیا کوئی صاحب انہیں اوپر پہنچانے میں میری مدد کریں گے؟ ہمسائے گھروں سے نکل آئے اور گاڑی کو گھیر لیا۔ اِڈ اندر ہی تھا اور نشست میں دھنسا ہوا تھا۔ بے ہوش اور گہری سانسیں لے رہا تھا۔ لوگوں نے اسے اٹھا کر اوپر پہنچایا جبکہ کلاز ڈاکٹر بلانے کو دوڑا۔ جب وہ واپس آیا تو کوچوان جا چکا تھا۔ وہ صرف یہ بتلا سکا کہ اسے ایک میخانے والوں نے بلایا تھا جو لانگ آئی لینڈ اسٹیشن کے قریب ہے۔ جہاں اس نے موصوف کو ایک کرسی میں سمٹا پڑا پایا۔ چہرے کے ایک زخم سے خون رس رہا تھا۔ وہ ہوش میں تھا۔ مگر صرف اپنا پتہ بتا سکا۔ میخانے والا صرف یہ بتا سکا کہ جنٹلمین نے ایک گلاس شراب مانگی اور وہیں بار پر کھڑے کھڑے پی گیا۔ پھر اس نے قیمت چکائی اور بیت الخلا کی طرف چل دیا۔ راستے میں وہ اچانک غلاظت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں گر پڑا جس سے اس کا ماتھا لوہے کے کھمبے سے ٹکرا گیا۔ سب کو بس اتنا ہی معلوم تھا۔ ڈاکٹر نے بڑی بدحواسی میں اسے ہوش میں لانے کی کوشش کی مگر وہ ہوش میں آئے بغیر مر گیا۔

کلاز کی آواز میرے کانوں میں ڈنک مار رہی تھی۔ لیکن میں نے بمشکل تھوڑا ہی سا سنا جو وہ کہہ رہا تھا۔ اب اس کی کیا اہمیت ہے سوائے اس کے کہ اجنبیوں میں اس کے چوٹ لگی، اسے گاڑی میں لاد دیا گیا اور وہ اس وقت تنہا تھا جب اسے ہماری شدید ضرورت تھی۔ آہ، اڈ میرے شاندار دوست، اس وقت زندگی سے محروم ہو گیا جب وہ اسے لبریز کرنے والا تھا! نصیب کی سنگدلی، بے مقصد سنگدلی! میرا دل احتجاج میں رو رہا تھا۔ میرا حلق ان آنسوؤں سے رندھا ہوا تھا جو میری آنکھوں سے کبھی نہ بہیں گے جس سے میرا غم واندوہ جو دلفگار ہے رفع ہو جائے۔

کلاز اس پر یہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا کہ اسے دوسرے دوستوں کو اطلاع دینا ہے اور جنازے کا انتظام بھی کرنا ہے۔ ''میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔ میں اڈ سے پھر ملوں گی'' ''ناممکن ہے۔'' کلاز نے اعتراض کیا۔ ''مسز بریڈی نے پہلے ہی کہہ دیا ہے کہ وہ تمہیں آنے کی اجازت نہ دے گی۔''

اس نے کہا ہے کہ تم نے اڈ کو اس کی زندگی میں چھین لیا تھا اور اب وہ تمہیں اس سے پرے رکھے گی کیونکہ وہ اب زندہ نہیں ہے۔ اگر تم وہاں جاؤ گی تو ممکن ہے تمہیں کسی ناخوشگوار صورتحال سے دوچار ہونا پڑے۔

میں تھی اور اڈ کے ساتھ بسر کی ہوئی زندگی بھر کی یادیں۔ سہ پہر میں دیر گئے ایگور آ گیا۔ وہ بھی اس خبر کو سن کر پریشان ہو گیا۔ وہ اڈ کو چاہتا تھا لیکن اب جذبات پر قابو پا چکا تھا۔ اس کی معصوم تشویش نے میرے منجمد دل کو پگھلا دیا۔ اس نے اپنے بازو میرے گرد حمائل کر دیئے تو میرے وہ آنسو چھلک پڑے جو پہلے نہ بہے تھے۔ ہم مل کر بیٹھ گئے اور اڈ کے متعلق باتیں کرنے لگے، اس کی زندگی اور اس کے خوابوں کے متعلق اور قبل از وقت خاتمے پر۔ بہت دیر ہو چکی تھی تو مجھے یاد آیا کہ بیارلز کا بروکلین میں میرا منتظر ہوگا۔ اگر میں اپنے انمول متوفی کے قریب نہیں جا سکتی لیکن کم از کم میں اپنے نوعمر مریض کی تو مدد کر سکتی ہوں جو زندگی کے لیے جدوجہد کر رہا ہے۔

جنازوں سے مجھے ہمیشہ کراہت ہوتی ہے۔ میں محسوس کرتی ہوں جیسے اندر کے غم کو باہر نکال کر رکھ دیا گیا ہو۔ میرا غم اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ میں قبرستان گئی اور دیکھا کہ کارروائی مکمل ہو چکی ہے اور تابوت پہلے ہی بند کیا جا چکا تھا۔ دوستوں نے جو اڈ اور میرے تعلق سے آگاہ تھے انہوں نے میرے لیے اس کا ڈھکنا پھر سے اٹھا دیا۔ میں اس پیارے چہرے کی طرف بڑھی جو ایک حسین اور مطمئن نیند میں ڈوبا ہوا تھا۔ میرے چہار طرف پھیلے سناٹے نے موت کی ہولناکی میں تخفیف کر دی۔

اچانک اس جگہ ایک چیختی چنگھاڑتی آواز گونجی اور یکے بعد دیگرے آتی چلی گئی۔ ایک زنانہ آواز ہسٹیریائی انداز میں چلا رہی تھی ''میرا شوہر! میرا شوہر! وہ میرا ہے!'' چیخنے والی عورت اور اس کا بیواؤں والا سیاہ نقاب جو کوّے کے پروں سے مشابہ تھا۔ اس نے میرے اور تابوت کے بیچ میں خود کو گرا لیا۔ مجھے پیچھے کی طرف دھکیل دیا اور میت پر لیٹ گئی۔ سنہرے رنگت کے بالوں والی چھوٹی سی لڑکی خوفزدہ نظروں کے ساتھ سسکیوں کو روک رہی تھی اور اس عورت کے کپڑوں کو دبوچے ہوئے تھی۔

لمحے بھر کے لیے تو میں پتھر کی ہو گئی۔ اس کے بعد میں آہستگی سے پھاٹک کی جانب بڑھی اور کھلی جگہ میں ہنگامے سے دور جا کر کھڑی ہو گئی۔ میرے ذہن میں بچی بسی ہوئی تھی جو اپنے باپ کی مکمل شبیہ تھی۔ اب اس کی زندگی اس سے مختلف ہوگی جس کی اسے تمنا تھی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

باب ۲۷

میں نے آڈ کے ساتھ ماضی میں جو زندگی بسر کی تھی اس کی یادوں نے مجھے اس تصور جاناں سے لبریز کر دیا جو میری دسترس میں بھی تھا مگر چھن گیا۔ ماضی کی یادوں نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں بسر کی ہوئی زندگی کے منظر نامے پر غور کروں جس میں لاتعداد رخنے پوشیدہ تھے۔ ان کے عجیب وغریب تضادات نے میری ذات کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا کہ میں محبت کے لیے مری جا رہی ہوں اور جسے دیر تک قائم رکھنے سے قاصر ہوں۔ یہ صرف موت کا حکم آخر نہ تھا جیسا کہ آڈ کے معاملے میں ہوا نہ ہی ان واقعات کا ذکر کیا جا سکتا ہے جنہوں نے ساشا کو مجھ سے عین اس وقت چھین لیا جب ہماری زندگی میں موسم بہار دستک دے رہا تھا یا ایسی نادیدہ قوتیں کارفرما ہو جاتی ہیں جو مجھے پائیدار محبت سے محروم کر دیتی ہیں۔ کیا اس کا تعلق میری جنوں خیزی سے ہے۔ جسے کوئی مرد پوری طرح فرو کر سکتا ہے یا یہ ان لوگوں میں پنہاں ہوتا ہے جو اوج ثریا کو چھونا چاہتے ہیں تا کہ اپنے آدرش یا اعلیٰ مقصد کو حاصل کر لیں یا کچھ اور، میری فہم تو یہیں تک کام کرتی ہے؟ انہوں نے اس کی جو قیمت لگائی وہ ان کامرانیوں میں شامل تھی جنہیں میں حاصل کرنا چاہتی تھی؟ اگر آپ ستاروں پر کمند ڈالنا چاہتے ہیں تو مٹی کے ڈھیلے کے نیچے پڑے پڑے یہ ممکن نہیں ہے۔ اگر آپ بلند ہونے لگتے ہیں تو کیا آپ کے لیے ممکن ہے کہ آپ جنون ومحبت کی پرکشش دنیا میں تادیر رہ سکیں؟ ان تمام لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے عقائد کی بھاری قیمت چکائی مجھے بھی ناگزیر انجام کا سامنا کرنا پڑے گا۔ میری زندگی میں محبت کی کبھی کبھار کی چند پینگوں کو چھوڑ کر صرف اور صرف میرے نصب العین کو ثبات حاصل ہوگا۔

ایگور میرے فلیٹ میں مقیم تھا جب میں اپنے مریض اور اس کی ماں کو نیویارک میں لبرٹی لے گئی۔ میں نے اس سے پہلے کبھی بھی تپ دق کے مریض کی تیمارداری نہ کی تھی اور نہ ہی ان میں پائے جانے والے ناقابل شکست عزم کا تجربہ تھا اور نہ ہی اس گھلانے والی آگ کا جوان کے گوشت کو پھیج رہی تھی۔ اس دم جب لگتا کہ معاملہ ختم ہونے کو ہے تو میرے مریض نے ایک نیا پکا لیا اور آنے والے دن منور اور امید سے روشن ہونے لگے اور مستقبل ایسا جفاکشی کا ہوگا جو نہایت تنومند کے بھی کس بل نکال دے۔ یہ لڑکا تو محض اٹھارہ برس کا تھا جو ہڈیوں اور کھال کا ڈھانچہ تھا۔ جلتی آنکھوں اور تمتمانے عارض والا جو زندگی کے متعلق باتیں کر رہا تھا جو شائیدا سے کبھی نہ ملے گی۔

عزم کی بیداری کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ جسمانی ضرورت تقاضہ کرنے لگی یعنی جنس کی طلب۔ یہ مجھے اس وقت اندازہ ہوا جب مجھے اس کی تیمارداری کرتے ہوئے چار ماہ گزر چکے تھے کہ نوجوان جان لیوا خواہش کو جان دے کر دبانے کی کوشش کر رہا تھا۔ یہ بات میرے خواب وخیال میں بھی نہ آئی کہ یہ میری موجودگی ہے جو اس میں سلگتی ہوئی آگ میں ایندھن کا کام کر رہی ہے۔ چند چیزوں نے تاہم میرے شبہات میں اضافہ کر دیا۔ لیکن میں نے انہیں ایک طرف اس لیے رکھ دیا کیونکہ مریض کی حالت بخار والی تھی۔ ایک مرتبہ جب میں اس کی نبض دیکھ رہی تھی اس نے اچانک میرے ہاتھ کو تھام کر بہت جوش میں اسے دبایا۔ دوسری مرتبہ جب میں اس کے کمبل کو سیدھا کرنے کے لیے جھکی ہوئی تھی تو میں نے اپنی گردن کے پیچھے اس کی گرم سانسوں کو محسوس کیا۔ میں نے اکثر یہ دیکھا کہ وہ اپنی جلتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھے جاتا۔

لڑکا سائبان میں سوتا، برآمدے کے درمیان میں پردہ پڑا رہتا۔ اس تک پہنچنے میں آسانی کے لیے میں ڈیوڑھی سے ملے ہوئے کمرے میں رہا کرتی۔ اس کی ماں یوں تو اس کے ساتھ سارے وقت رہتی تھی مگر مجھے آرام دینے کی خاطر وہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رہتی۔ اس کا کمرہ خواب کمرہ طعام کے عقب میں تھا جو برآمدے کے آخر میں پڑتا تھا۔ تپ دق کا یہ کیس ان تمام مریضوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ محنت طلب تھا جن کی میں تیمارداری کر چکی تھی۔ لیکن برسوں کے تجربے نے مجھے اس میں طاق کر دیا تھا کہ مریض کی ہلکی سی حرکت بھی مجھے چوکس کر دیتی تھی۔ لڑکے کو شائید ہی اس چھوٹی سی گھنٹی کو استعمال کرنے کی ضرورت پڑی ہو جو اس کے قریب میز پر دھری تھی۔ میں اسی وقت سن لیتی جب وہ ذرا سی بھی حرکت کرتا۔

ایک شب میں کئی مرتبہ جا کر دیکھ چکی تھی کہ میرا مریض چین سے محوِ خواب ہے۔ چونکہ بہت تھکی ہوئی تھی میری بھی آنکھ لگ گئی۔ میری آنکھ کسی ایسے احساس سے کھل گئی جیسے کوئی میرے سینے کو دبا رہا ہو۔ میں نے کیا دیکھا کہ میرا مریض میرے بستر پر بیٹھا ہے اور اس کے گرم ہونٹ میرے پستانوں سے چپکے ہوئے ہیں اور اس کے جلتے ہوئے ہاتھ میرے جسم کو سہلا رہے ہیں۔ غصے میں میں اس کی پرتشویش حالت فراموش کر بیٹھی میں نے اسے دھکا دے کر پرے کیا اور خود فرش پر کھڑی ہو گئی۔ ''تم دیوانے ہو!'' میں چلائی ''اپنے بستر پر فوراً جاؤ نہیں تو میں تمہاری ماں کو بلاتی ہوں!'' اس نے اپنے ہاتھ ملتجیانہ اٹھائے اور ڈیوڑھی کی جانب چلنے لگا۔ آدھا راستہ طے کیا تھا کہ وہ گر پڑا۔ وہ کھانسی کا دورہ پڑنے سے نڈھال ہو گیا تھا۔ وہ میرے خفا ہونے سے ڈر گیا تھا۔ لمحے بھر کے لیے تو میں بدحواس ہو گئی کہ کیا کروں۔ مجھ میں اس کی ماں کو بلانے کی ہمت نہ تھی۔ میرے کمرے میں اس کی موجودگی سے وہ یہ نتیجہ نکالے گی کہ میں اس کے بیٹے کے بلانے پر وہاں نہیں پہنچی۔ نہ ہی میں اسے وہاں چھوڑ سکتی تھی جہاں پر وہ پڑا تھا۔ اس کا وزن بہت کم تھا اور گھبراہٹ آدمی کی طاقت بڑھا دیتی ہے۔ میں نے اٹھایا اور اس کے بستر تک لے آئی۔ گھبرہٹ میں اسے ایک اور خونی قے ہوئی اور میری برہمی اس غریب لڑکے کے لیے رحم میں بدل گئی جو قریب المرگ تھا۔ اس کے باوجود کس استقلال سے زندگی کو تھامنے کی کوشش کر رہا تھا۔

پورے دورے میں وہ میرے ہاتھ کو پکڑے رہا اور کھانسی کے وقفوں کے درمیان میں مجھ سے التجا کرتا رہا کہ میں اس کی ماں کو کچھ نہ بتاؤں اور اسے اس کے کیے پر معاف کر دوں۔ میں اپنے ذہن میں متذبذب رہی کہ میں اس معاملے سے کیسے دستکش ہو سکتی ہوں۔ بات صاف تھی کہ مجھے یہ جگہ چھوڑنا پڑے گی۔ مگر کس عذر پر؟ میں اس کی ماں کو حقیقت سے آگاہ نہیں کر سکتی تھی۔ وہ اپنے بیٹے کے متعلق یقین ہی نہ کرے گی۔ اور بفرضِ محال مان گئی تو اسے کتنا صدمہ ہو گا اور دلگیر ہو جائے گی کہ اسے خواہش کی شدت کا اندازہ نہ ہو گا جس نے لڑکے کو مجبور کیا۔ مجھے کہنا ہو گا کہ میں مسلسل تیمارداری سے تھک چکی ہوں اور آرام درکار ہے۔ اور بے شک میں اسے اتنی مہلت دوں گی کہ وہ کوئی اور نرس تلاش کر لے۔ لیکن اس سے پہلے کہ میں اپنے ارادے پر عملدرآمد کرتی کئی ہفتے گزر گئے۔ میرا مریض بہت بیمار تھا اور اس کی ماں تشویش میں ادھموئی ہو چکی تھی۔ لیکن جب آخرکار ایک مرتبہ اور موت کے منہ میں جانے سے بچ گیا اور کچھ بہتر ہو گیا تو میں نے رخصت ہونے کی درخواست کی۔

جب میں نیویارک لوٹی تو معلوم ہوا کہ مجھے کوئی اور رہائش تلاش کرنا ہو گی۔ ایک مرتبہ پھر میرے پڑوسیوں کو ایما گولڈمان کے اس گھر میں قیام پر اعتراض تھا۔ میں ایک بڑے گھر میں منتقل ہو گئی۔ میرا بھائی ایگور اور نوعمر کامریڈ البرٹ زیلن اس میں حصے دار تھے۔ البرٹ کی شخصیت میں کئی افراد یکجا ہو گئے تھے۔ اس کا باپ ایک سرگرم انارکسٹ اور فرانسیسی تھا۔ اس کی ماں ایک امریکی کویکر (ایک مسیحی فرقہ) تھی جو شیریں اور نہایت نیک مزاج طبیعت والی تھی۔ وہ میکسیکو میں پیدا ہوا تھا جہاں اس کا بچپنا پہاڑوں میں گھوم پھر کر گزرا تھا۔ بعد میں وہ ایلائیزا ایلکس کے ساتھ رہا۔ جو ایک نامور فرانسیسی سائنسداں تھا اور انارکزم کا نقیب تھا۔ اس کا عمدہ شجرہ اور عہدِ طفلی میں مفید افکار میں پرورش، ان سب نے البرٹ پر بہت خوشگوار اثر ڈالا۔ وہ جسمانی اور فکری لحاظ دونوں صورت میں خوبصورت تھا۔ وہ بڑا ہو کر آزادی کا زبردست متوالا بنا اور اس کے ساتھ نرم دل اور خیال رکھنے والا دوست بنا۔ میرے تمام نوجوان امریکی واقفان کے مقابلے میں وہ ایک نادر شخصیت کا حامل تھا۔

اس مرتبہ ہماری امداد باہمی کی تحریک تیزی سے بڑھے گی۔ ہر رکن مساویانہ ذمہ داریوں کے متعلق کم باتیں کرتا اور دوسرے کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے زیادہ سرگرمی دکھاتا۔ یہ امر میرے لیے دوہری خوش قسمتی کا سبب تھا کیونکہ تحریک کے دیگر مطالبات

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میری توانائی کشید کر لیتے تھے۔ بطور باورچی البرٹ، ایگور اور ڈان کا ہاتھ بٹاتا جب آخر الذکر ہم سے ملنے آتا۔ میں اس قابل ہو جاتی کہ اپنی عوامی دلچسپیوں کو زیادہ وقت دیتی۔ جن میں لڑکے بھی شراکت دار بن جاتے۔

چونکہ میں نے ساشا سے دوبارہ خط و کتابت شروع کر دی تھی اس لیے ہم پھر سے قریب ہو چکے تھے۔ اب اسے مزید تین برس اور نہیں برداشت کرنے تھے۔ اور وہ امید سے لبریز تھا اور منصوبہ سازی میں لگا ہوا تھا کہ رہائی کے بعد وہ کیا کرے گا۔ کئی برس سے وہ اپنے ایک اسیر دوست میں بہت دلچسپی ظاہر کر رہا تھا۔ اس تپ دق کے مریض لڑکے کا نام ہیری تھا۔ اپنے ہر خط میں ساشا اس کا ذکر کرتا خصوصاً ان دنوں میں جب میں اپنے دق کے مریض کی تیمارداری کر رہی تھی۔ مجھ کو اسے ان تمام طریقوں اور علاج کے متعلق لکھنا پڑتا جنہیں میں یہاں برتتی۔ اس کی ہیری میں دلچسپی اتنی بڑھی کہ اس نے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ رہائی پانے کے بعد کیوں نہ وہ طب کی تعلیم حاصل کرے۔ فی الحال وہ اس کے لیے بے چین رہتا کہ میں اسے کیا بھیجتی ہوں۔ طبی کتب رسالے اور ہر وہ تحریر جو اس سفید طاعون پر ہو۔

ساشا کے خطوط میں ایک چٹپٹا پن ہوتا جس سے مجھ میں ایک سرور پیدا ہونے لگتا اور میرے دل میں اس کے لیے ستائش بڑھنے لگتی۔ میں بھی منصوبے بنانے لگی اور اس تاریخی لمحے کے لیے خواب دیکھنے لگی کہ وہ عظیم لمحہ آئے گا جب میرا سورمالڑکا دوبارہ آزاد ہوگا اور کام اور زندگی میں مجھ سے آن ملے گا۔ اس بات کو صرف تینتیس مہینے رہتے ہیں جب اس کی شہادت کی مدت اپنے اختتام کو پہنچے گی۔

اسی زمانے میں جان ٹرنر نے اپنی امریکہ آمد کا اعلان کیا۔ وہ ۱۸۹۶ء میں امریکہ میں رہ چکا تھا اور اپنے سات ماہ کے قیام میں اس نے بہت سی تقاریر کی تھیں۔ اس نئے دورے میں اس کا ارادہ یہ تھا کہ وہ ان مردوں اور خواتین کے حالات کار کا جائزہ لے گا جو ریاست ہائے متحدہ میں بطور کلرک کام کرتے ہیں اور دکانوں میں مالک کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ اسے انگلستان میں 'سیلز اسسٹ' کی انجمن کے معاملے میں بہت کامیابی ہوئی تھی جنہیں اس نے ترقی دے کر طاقتور تنظیموں میں ڈھال دیا تھا۔ اس کی رہنمائی میں ان ملازمین کی حیثیت میں قابل ذکر بہتری آ چکی تھی۔ جبکہ اس طبقے کے کارکنوں کی حالت امریکہ میں اتنی خراب نہ تھی جیسی ٹرنر اور اس کی انجمنوں کی مساعی سے پہلے برطانیہ میں تھی۔۔۔۔ یہاں اس کی ضرورت تھی کہ ان میں بیداری پیدا کی جائے۔ کسی میں بھی اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی اتنی صلاحیت نہ تھی جتنی جان ٹرنر میں تھی۔

اس وجہ سے اور اس لیے بھی کہ ٹرنر ہمارے عمومی نظریات کے فروغ میں بھی معاونت کرے گا۔ ہم نے اس کے مجوزہ دورے کا خیر مقدم کیا اور فوراً اس ممتاز برطانوی کامریڈ کے لیے سلسلہ ہائے تقریر کے لیے انتظامات شروع کر دیئے۔ اس کا پہلا جلسہ مورخہ ۲۲ اکتوبر کو مرے ہال لای سیوم میں ترتیب دیا گیا۔

اور بہت سوں کی طرح جان ٹرنر بھی ۱۸۸۷ء کے ح۔ مارکٹ کے واقعے کے نتیجے میں انارکسٹ ہو چکا تھا۔ اس کی ریاست اور سیاسی عمل کے متعلق روش نے اسے اس پر اکسایا کہ وہ پارلیمنٹ کی ایک نشست کے لیے امیدوار بننے سے انکار کر دے جس کی پیشکش اس کی انجمن نے کی تھی۔ ''میری جگہ تو آپ کی قطاروں اور صفوں میں ہے۔'' ٹرنر نے اس وقت جواب میں کہا تھا ''میرا کام ان نام نہاد عوامی معاملات میں نہیں ہوتا جو مزدوروں کے منظم استحصال کا حصہ ہے۔ پارلیمنٹ سے ملنے والی معمولی سی رعایت کو منظم کارکنوں کے ذریعے کہیں زیادہ جلدی سے حاصل کرنا ممکن ہے۔ اگر باہر سے دباؤ بڑھایا جائے بہ نسبت ہاؤس آف کامن (دارالعوام) میں نمائندے بھیجنے کے ذریعے۔'' اس کے موقف نے اس کی سماجی قوتوں پر گرفت اور اپنے نظریے سے وابستگی کو ثابت کر دیا۔ اگرچہ وہ انارکزم کے لیے انتھک کام کرتا رہا پھر بھی ٹریڈ یونیوں میں اپنی سرگرمیوں کو اہم ترین مقصد سمجھتا تھا۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ خلقت کے بغیر انارکزم ہمیشہ ایک خواب ہی رہے گا اور کبھی قوت نہ بن سکے گا۔ وہ محسوس کرتا تھا کہ محنت کشوں تک رسائی کے لیے آپ کو ان کی روزمرہ کی اقتصادی جدوجہد میں شریک ہونا پڑے گا۔

اس کی تقریر کا ابتدائی حصہ ''ٹریڈ یونین سازی اور عمومی ہڑتال'' پر تھا۔ مرے ہال لای سیوم ہال دروازوں تک عوام کے ہر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

طبقے کے لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ پولیس بھی بڑی تعداد میں موجود تھی۔ میں نے اپنے برطانوی کامریڈ کو مجمع سے متعارف کرایا اور اس کے بعد ہجوم کے عقب میں چلی گئی تا کہ وہاں رکھے ہوئے اپنے ادب پر نظر رکھ سکوں۔ جب جان تقریر ختم کر چکا تو میں نے کئی سادہ لباس میں پولیس والوں کو چبوترے کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔ خطرہ بھانپ کر میں جان کی طرف بڑھی۔ یہ اجنبی امیگریشن افسر ثابت ہوئے اور انہوں نے یہ اعلان کیا کہ ٹرنر زیر حراست ہے۔ اس سے پہلے کہ سامعین یہ سمجھ پاتے کہ کیا ہو رہا ہے وہ اسے ہال سے نکال لے گئے۔

ٹرنر کو یہ اعزاز ملا کہ وہ فیڈرل انارکسٹ لاء جسے کانگریس نے ۳ مارچ ۱۹۰۳ء کو منظور کیا تھا اس کے تحت وہ پہلا شخص تھا جو اس کا شکار ہوا۔ اس کا اہم ترین حصہ یہ ہے ''کوئی شخص جو اس میں نہیں یقین رکھتا یا جو تمام منظم حکومتوں کا مخالف ہے یا جو رکن ہے یا کسی ایسی تنظیم سے منسلک ہے جس کے مقاصد یا جو یقین نہ رکھنے کی تعلیم دیتی ہیں یا تمام حکومتوں کی مخالف ہیں..... کو ریاست ہائے متحدہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ ہوگی۔'' جان ٹرنر جو اپنے ملک میں بھی بہت معروف تھا اور غور و فکر کرنے والے لوگوں میں احترام کی نظروں سے دیکھا جاتا اور جس کی رسائی یورپ کے ہر علاقے میں تھی اب اس قانون کا شکار ہونے جا رہا تھا جسے انتہائی بدحواسی میں سوچا گیا اور جس کے مربی امریکہ کے طاغوتی عناصر تھے۔ جب میں نے سامعین کو بتایا کہ جان ٹرنر کو حراست میں لیا جا چکا ہے اور اسے ملک بدر کر دیا جائے گا تو حاضرین نے اتفاق رائے سے یہ فیصلہ کیا کہ اگر ہمارے دوست کو جانا ہی پڑتا ہے تو یہ بغیر لڑائی جھگڑے کے نہ ہوگا۔

ایلس جزیرے کے صاحبانِ اختیار اس میں مگن تھے کہ سب کام ان کی مرضی کے مطابق ہو رہے ہیں۔ کئی دن تک کسی کو جس میں اس کا وکیل بھی شامل تھا ٹرنر سے نہ ملنے دیا گیا۔ ہیو۔ او۔ پٹی کوسٹ جسے ہم نے قیدی کی نمائندگی کے لیے وکیل کیا تھا اس نے بلا تاخیر جس بیجا کی کارروائی کا آغاز کر دیا۔ اس نے ملک بدری کے خلاف امتناعی احکام جاری کرا دیئے اور ایلس جزیرے کے کمشنر کو من مانی کرنے سے روک دیا۔ پہلی ساعت پر جج نے بلاشبہ امیگریشن حکام کو اس حکم کا پابند کیا کہ ٹرنر کو ملک بدر نہ کریں۔ لیکن ہم نے فیڈرل سپریم کورٹ میں بھی بطور حفظ ماتقدم ایک مرافعہ داخل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ہمارے بہت سے کامریڈوں نے اس خیال کی ان وجوہ پر مخالفت کی کہ یہ خیال ہمارے نظریات سے متصادم ہے اور یہ رقم کا زیاں بھی ہے جس سے کچھ نہ حاصل ہوگا۔ سپریم کورٹ ممکن حد تک جو بھی کرے گی اس کے متعلق مجھے کوئی خوش گمانی نہ تھی لیکن میں یہ ضرور محسوس کرتی تھی کہ ٹرنر کے لیے شروع کی جانے والی جنگ سے اس لغو قانون کا عوام کے ذہین طبقے کے سامنے پول کھولنے سے بہت نشر و اشاعت ہوگی۔ آخری بات جو اہمیت میں کم نہیں کہ اس سے کئی امریکیوں کو ہوش میں لایا جا سکتا ہے کہ اس حقیقت کے باوجود کہ وہ آزادیاں جن کی امریکہ میں ضمانت دی جاتی ہے جن میں سیاسی پناہ کا بھی حق شامل ہے اور جو سب سے زیادہ اہم ہے وہ گھٹ کر بے مقصد ہو چکی ہے اور کھوکھلے الفاظ کا مجموعہ بن چکی ہے جس کا مصرف ہر جولائی کی ۴ کو پٹاخوں کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ تاہم اب ایک نکتہ طے طلب تھا کہ آیا ٹرنر ایلس جزیرے میں بطور قیدی ٹھہرنے پر آمادہ ہے جو شائد کئی ماہ کی اسیری ہو سکتی ہے جب تک سپریم کورٹ اس کے مقدمے کا فیصلہ نہ کر دے۔ میں نے اس سے پوچھنے کے لیے خط لکھا۔ اس کا فوراً جواب آیا جس میں یہ کہا گیا تھا ''ایلس جزیرے میں ہونے والی اپنی مہمان نوازی سے لطف اندوز ہو رہا ہوں۔ اور میں خود کو تم لوگوں کے سپرد کر رہا ہوں تا کہ لڑائی گھمسان کی ہو۔''

حالانکہ عوام کی نظروں میں سال ۱۹۰۱ء کے مقابلے میں میرے متعلق قابل ذکر تبدیلی آ چکی تھی لیکن پھر بھی میں اکثریت کے لیے اب بھی ایک گالی تھی۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ اگر میں ٹرنر کی واقعی مدد کرنا چاہتی ہوں اور ملک بدری کے قانون کے خلاف ہونے والی سرگرمیوں میں شرکت کرنا چاہتی ہوں تو میرے لیے یہی مناسب ہے کہ میں پس پردہ رہ کر کام کروں۔ میرے اختیار کردہ نام اسمتھ نے متوجہ سامعین کی ضمانت تو دے دی تھی مگر یہ بھی یقینی تھا کہ ایما گولڈ مان کو دیکھتے ہی وہ بھڑک جائیں گے۔ پھر بھی امریکی ریڈیکلوں کی معقول تعداد مجھ سے واقف تھی اور اتنی معاملہ فہم تھی کہ میرے نظریات سے خوفزدہ نہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوگی۔ان کے تعاون سے میں ایک مستقل تنظیم بنام فری اسپیچ لیگ قائم کرنے میں کامیاب ہوگئی۔اس کے ارکان مختلف لبرل عناصر کے نمائندے تھے۔ان میں پیٹر۔آر۔بروز، نجمن آرٹکر، ایچ گیلورڈ ولشایر، ڈاکٹر ای۔بی۔فوٹے جونیر، تھیوڈور شروڈر، چارلس ڈی سپایر اور ترقی پسند حلقوں کے کئی دیگر افراد۔اپنی پہلی میٹنگ میں لیگ نے ایک فیصلے سے کلیرنس ڈیرو کو ٹرنر کا نمائندہ مقرر کیا تا کہ وہ اس کی سپریم کورٹ میں نمائندگی کرے۔

لیگ نے اگلا قدم یہ اٹھایا کہ کوپر یونین میں ایک جلسہ منعقد کیا۔فری اسپیچ لیگ کے ارکان زیادہ تر پیشہ ور لوگ تھے اور بہت مصروف رہتے تھے۔یہ مجھ پر چھوڑ دیا گیا کہ میں تجاویز دوں، رہنمائی کروں اور لوگوں کو یہاں تک مجبور کروں کہ وہ حمایت پر آمادہ ہوجائیں۔مجھے انجمنوں سے جا کر رابطہ کرنا پڑا جس کے نتیجے میں، میں نے سولہ سو ڈالر جمع کر لیے۔جو چیز اس سے زیادہ دشوار تھی وہ یا نوفسکی کو آمادہ کرنا تھا جس میں میں کامیاب ہوگئی۔یہ 'فرای آر بایتر سٹیے' کا مدیر تھا۔شروع میں تو اس نے اپیل کی مخالفت کی کہ نشر واشاعت کے لیے اپنے کالم نہ دے گا۔تبدریج میں نے دیگر افراد کو دلچسپی لینے پر آمادہ کیا۔ان میں سب سے زیادہ سرگرم بولٹن ہال اور اس کی سیکریٹری پلایڈل تھے۔دونوں اس مقدمہ کے کام کے لیے انتھک کارکن نکلے۔

بولٹن ہال جس سے میں کئی برس پہلے ملی تھی۔میں خوش نصیبی سے جن لوگوں سے آج تک واقف تھی ان میں سب سے زیادہ دلکش اور مہربان شخصیت اسی کی تھی۔ایک غیر مشروط آزادی کا متوالا اور خودمختار۔اس نے اپنے نہایت معزز خاندانی پس منظر سے خود کو آزاد کر لیا تھا سوائے روایتی لباس کے اس کا فراک کوٹ، اونچا ریشمی ہیٹ، دستانے اور بید کی چھڑی اسے ہماری صفوں میں ممتاز بنا دیتی تھی۔بالخصوص ان مواقع پر جب وہ ٹریڈ یونیوں کے دفاتر میں ٹرنر کی نمائندگی کرتا یا جب وہ امریکہ کی لونگشور یونین کے سامنے پیش ہوا جس کا ناظم اور خزانچی بھی وہی تھا۔لیکن بولٹن کو معلوم تھا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔اس کا دعویٰ تھا کہ کارکن لوگ اس کی کسی چیز سے اتنے متاثر نہیں ہوتے جتنی اس کی پوشاک سے۔جب میں ہلکا سے احتجاج کرتی تو وہ جواب دیتا ''کیا یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آرہی کہ یہ میرا ریشمی ٹوپ ہے جو میری تقریر کی تو قیر بڑھا رہا ہے۔''

کوپر یونین کا جلسہ نہایت کامیاب رہا۔مقررین میں ہر سیاسی رنگ کے لوگ تھے۔کچھ کا انداز معذرت خواہانہ تھا کہ وہ ایک انارکسٹ کی حمایت میں بول رہے ہیں۔اس لیے کہ بحیثیت کانگرس مین اور کالج کے پروفیسر کے وہ کھلم کھلا بولنے کے متحمل نہیں ہوسکتے۔تاہم دوسرے جو زیادہ باہمت تھے انہوں نے جلسے کو حقیقی لہجہ عطا کیا۔جن میں بولٹن ہال، ارنسٹ کراسے اور الیگزینڈر جوناس تھے۔خطوط اور تار پڑھے گئے جنہیں ولیم لائڈ گیریسن، ایڈورڈ ایم شیپرڈ، ہوریس وہائٹ، کارل شرز اور محترم ڈاکٹر تھومس ہال نے بھیجا تھا۔وہ مذمت کرنے میں غیر مشروط تھے جب انہوں نے اس شرمناک قانون اور واشنگٹن کی اس جسارت کا ذکر کیا جس کے ذریعے ان بنیادی اصولوں کو برباد کیا جا رہا تھا جن کی اعلان آزادی میں ضمانت دی گئی تھی اور اسی طرح امریکہ کے آئین میں درج بھی تھے۔

میں سامعین میں بیٹھی تھی اور اپنی کوششوں کے نتائج پر خوش ہو رہی تھی اور اس بات پر بھی خوش ہو رہی تھی کہ یہ نیک دل لوگ جو چبوترے پر بیٹھے ہوئے ہیں اس امر سے بے خبر ہیں کہ ایما گولڈمان اور اس کے انارکسٹ کا مریڈوں نے اس جلسے کو کس وقت سے منظم کیا ہے۔اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ چند معزز لبرل جونڈر ہو کر کوئی بات کہنے سے پہلے ہمیشہ بہت معذرت کرتے ہیں۔اس صدمے سے بدحواس ہو جاتے اگر انہیں یہ معلوم ہو جاتا کہ یہ ''دیدہ دلیر انارکسٹ'' ہیں جن کا اس تقریب کے پیچھے ہاتھ ہے۔مگر میں تو عادی گناہگار ہوں اس لیے مجھے تو ہلکی سی پشیمانی نہ ہوئی جب میں نے اس سازش میں حصہ لے کر ان کمزور دل شرفا کو اتنے اہم جان لیوا موضوع پر اظہار خیال پر آمادہ کیا۔

اس مہم کے سنسنی خیز دنوں میں مجھے ڈاکٹر ای۔بی۔فوٹے نے ایک کیس کے لیے طلب کیا۔میں اس سے کئی مرتبہ کام دلانے کے لیے کہہ چکی تھی۔اگرچہ وہ ایک ممتاز اور آزاد خیال مفکر تھا اس کے باوجود وہ خطرناک ایما گولڈمان کو ملازمت دینے میں تکلف محسوس کرتا تھا۔ٹرنر کے مرافعے کے بعد سے ہم ایک دوسرے سے کئی مرتبہ ملے اور غالباً اسی بات نے اس کے ذہن کے بدلنے میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کام کیا بات کچھ ہو اس نے مجھے بلا بھیجا اور کہا کہ میں اس کے ایک مریض کی تیمارداری کی ذمہ داری لوں۔ اور ۱۹۰۴ء کے نئے سال کے آغاز میں میں نے خود کو اس مریض کے بستر کے پاس پایا جسے مجھے سونپا گیا تھا۔ کوچے میں نصف شب کے وقت ہاؤ ہو نے میرے اندر ان دنوں کی یادوں کو جگا دیا جو گزشتہ برس میکس، فلی اور آڈ کے ساتھ گزری تھیں۔

بار بار مجبوراً گھر بدلنے کی وجہ سے میری یہ عادت پڑ گئی تھی اور میرے لیے اب اس کی کوئی اہمیت نہ رہی تھی۔ اب میں نے مشرقی تیرہویں اسٹریٹ پر فلیٹ نمبر ۲۱۰ کا ایک حصہ کرائے پر لیا۔ فلیٹ کا باقی حصہ مسٹر اور مسز الیگزینڈر ہور کے تصرف میں رہا۔ دونوں میرے دوست تھے۔ میں دورے پر جانے کی تیاری کر رہی تھی۔ ایگور ان دنوں شہر کے باہر کام کرتا تھا اور البرٹ فرانس جا رہا تھا۔ اس لیے مجھے اس وقت بہت خوشی ہوئی جب ہور نے فلیٹ میں شراکت کی پیشکش کی یہ بات تو میرے خواب و خیال میں بھی نہ تھی کہ اس مقام پر میں آئندہ دس برس تک رہوں گی۔

دی فری اسپیچ لیگ نے مجھ سے فرمائش کی کہ میں جان ٹرنر کی قانونی لڑائی کے سلسلے میں کئی شہروں کا دورہ کروں۔ مجھے بھی دو دعوت نامے الگ سے مل چکے تھے۔ ایک روچسٹر سے لباس بنانے والوں کا تھا اور دوسرا پنسلوانیہ سے کانکنوں کی طرف سے تھا۔ روچسٹر کے درزیوں کا تنازعہ کپڑے بنانے والی فرموں سے تھا جن میں گارسن اور میر بھی تھے۔ یہ بات عجیب اور معنی خیز تھی کہ مجھے اس سے گفتگو کرنے کے لیے بلایا جا رہا ہے جو اجرت والی غلامی کا سربراہ ہے اور جس نے کبھی مجھے ڈھائی ڈالر فی ہفتہ اجرت دے کر میرا استحصال کیا تھا۔ میں نے اس موقع کا خیر مقدم کیا جس کے باعث میری اپنے خاندان والوں سے ملاقات ہو جائے گی۔

گزشتہ چند برسوں سے میں یہ محسوس کر رہی تھی جیسے میں خاندان کی طرف کھنچی جا رہی ہوں۔ ہیلینا اب بھی میرے لیے عزیز ترین تھی۔ جب بھی روچسٹر کا پھیرا لگاتی ہمیشہ اسی کے ہاں ٹھہرتی۔ اور میرے عزیز و اقارب نے اسے معمول سمجھ لیا تھا۔ میری اس مرتبہ آمد ایک طرح سے خاندان کا ایک عمومی اجتماع تھا۔ یوں مجھے موقع ہاتھ آ گیا کہ اپنے بھائی ہرمن سے تعلق بڑھاؤں اور اس کی نوجوان اور دلکش بیوی ریفل سے بھی۔ مجھے معلوم ہوا کہ وہ لڑکا جسے مدرسے میں اپنے سبق یاد نہ ہوتے تھے اب ایک بڑا مستری اور ماہر سمجھا جاتا تھا۔ اس کی خصوصی مہارت پیچیدہ مشینوں کے جوڑنے میں تھی۔ رات گئے جب خاندان کے دیگر لوگ رخصت ہو گئے تو میں اپنی عزیز ہیلینا سے مل بیٹھی۔ ہماری ایک دوسرے سے باتیں ختم نہ ہوتیں۔ اور اب صبح ہو رہی تھی جب ہم جدا ہوئے۔ بہن نے مجھے تسلی دی کہ میں دیر تک سو سکتی ہوں۔

میں بمشکل اونگھی ہوں گی کہ مجھے ایک ہرکارے نے جگا دیا وہ میرے لیے ایک خط لایا تھا۔ میں نے پہلے دستخط پر نظر ڈالی مگر میں نیم خوابیدہ حالت میں تھی۔ میں نے حیرانی سے دیکھا کہ اس پر دستخط کرنے والا شخص ''گارسن'' تھا۔ میں نے اس خط کو متعدد مرتبہ پڑھا محض یہ اطمینان کرنے کے لیے میں خواب تو نہیں دیکھ رہی۔ اسے اس بات پر بہت فخر تھا کہ اس کی نسل اور شہر کی دختر نے ملک گیر شہرت حاصل کر لی ہے۔ اس نے لکھا کہ روچسٹر میں میری موجودگی سے وہ بہت خوش ہے اور وہ اسے اپنی عزت افزائی سمجھے گا اگر وہ اپنے دفتر میں میرا استقبال کرے۔

میں نے خط ہیلینا کے حوالے کر دیا اور کہا کہ ''اسے پڑھو'' ''اور دیکھو کہ تمہاری پیاری سی بہن کتنی اہم شخصیت بن چکی ہے۔'' جب وہ پڑھ چکی تو پوچھنے لگی۔ ''ٹھیک ہے اب تم اس کا کیا جواب دو گی؟'' میں نے اسی خط کے پشت پر یہ لکھا۔ ''گارسن صاحب، جب مجھے تمہاری ضرورت تھی تو میں تم سے ملنے گئی تھی، اور اب بوجوہ معلوم ہوتا ہے تمہیں میری ضرورت ہے تو اب تمہیں میرے پاس چل کر آنا ہوگا۔'' میری فکرمند بہن اس خط کے نتائج کے لیے پریشان تھی۔ وہ مجھ سے کیا چاہتا ہے یا میں کیا جواب دوں گی یا کروں گی؟ میں نے اسے اطمینان دلایا کہ قیاس کرنا کوئی مشکل بات نہیں ہے کہ مسٹر گارسن کیا چاہتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود میرا ارادہ ہے کہ وہ خود چل کر یہاں آئے اور اپنا مدعا بیان کرے اور وہ بھی تمہاری موجودگی میں۔ میں اسے تمہاری دکان میں ملوں گی اور اس طرح جیسے کوئی بیگم صاحبہ کسی سے ملتی ہے۔

سہ پہر میں مسٹر گارسن اپنی بگھی میں آ گیا۔ میں نے اپنے سابق آجر کو کوئی اٹھارہ برس سے نہیں دیکھا تھا اور اس عرصے میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میرے ذہن میں شائید اس کا کبھی خیال بھی نہ آیا۔اس کے باوجود جس لمحے وہ داخل ہوا ان اندوہناک مہینوں کی تمام تفصیلات میرے سامنے آ کر کھڑی ہوگئیں جیسے یہ سب کل کی بات ہو۔میری نظروں میں اس کی دکان گھوم گئی اور پرتعیش دفتر انواع اقسام کی امریکی اشیا جو اس کی میز پر سجی ہوئی تھیں،اس کے سگار سے نکلنے والا نیلگوں دھواں جو ہوشربا مرغولے چھوڑ رہا تھا جبکہ میں کھڑی کپکپا رہی تھی اور اس گھڑی کی منتظر تھی جب مسٹر گارسن مجھ پر نظرعنایت ڈالیں گے۔میرے تصور میں یہ سب کچھ دوبارہ آ گیا اور میرے کانوں میں اس کی ترش آواز آئی۔''میں تمہارے لیے کیا کرسکتا ہوں؟''اور وہ چھوٹی چھوٹی تفصیلات سمیت مجھے یاد آ رہا تھا کہ میں اس عمر رسیدہ آدمی کو اپنے سامنے کھڑا ہوا پا رہی تھی جو اپنا ریشمی ہیٹ ہاتھ میں لیے تھا۔اس خیال سے کہ اس کے کارکن کس تحقیر اور ناانصافی کو برداشت کر رہے ہیں اور جس طریقے سے انہیں ٹھیلا اور نچوڑا جاتا ہے یہ سوچ کر میں کھولنے لگی۔میں نے بڑی مشکل سے اپنی اس خواہش کو کچلا کہ اسے وہاں سے نکال دوں۔میرا تو یہ بھی جی نہیں چاہ رہا تھا کہ اسے بیٹھنے کو کہوں۔یہ ہیلینا تھی جس نے اسے کرسی پیش کی یہ تواضع اس سے بڑھ کر تھی جیسی اس نے اٹھارہ برس پہلے مجھ سے کی تھی۔

وہ بیٹھ گیا اور میری طرف دیکھنے لگا بظاہر اس امید میں کہ پہلے میں مخاطب ہوں گی۔''خوب مسٹر گارسن میں آپ کے لیے کیا کرسکتی ہوں؟''میں نے بالآخر پوچھ لیا۔اس انداز گفتگو نے اس کے ذہن کو جھنجھوڑا ہوگا اور اسے یاد آ گیا ہوگا' یوں لگا جیسے وہ چکرا سا گیا۔''کچھ بھی نہیں عزیز مس گولڈ مان''اس نے فوراً جواب دیا۔''میں تو آپ سے خوشگوار گفتگو کرنا چاہتا تھا''''بہت خوب''میں نے کہا اور انتظار کرنے لگی۔اس نے پوری زندگی سخت محنت کی ہے،اس نے بیان کیا''بالکل تمہارے والد کی طرح مس گولڈ مان''میں نے پائی پائی کر کے جوڑا ہے اور اس طرح تھوڑی سی رقم جمع کر لی ہے۔''تمہیں شائید نہ معلوم ہو کہ پیسے جوڑنا کتنا دشوار ہوتا ہے''وہ بولے گیا''لیکن اپنے ابا کو دیکھو،وہ بہت محنت کرتا ہے۔وہ ایک دیانتدار آدمی ہے اور اس معاملے میں سارے شہر میں شہرت رکھتا ہے۔روچسٹر میں کوئی اور شخصیت ایسی نہیں ہے جس کی اتنی عزت ہو اور جسے تمہارے والد جتنی وقعت حاصل ہو۔''

''مسٹر گارسن ذرا سا توقف کیجئے۔''میں نے مداخلت کی''تم کچھ بھول رہے ہو۔تم یہ بتانا بھول گئے کہ تمہاری ساری بچت میں دوسروں کی مدد شامل تھی۔تم کوڑی کوڑی اس لیے پس انداز کر سکے کیونکہ تمہارے لیے بہت سے مرد وزن کام کر رہے تھے۔''

''ہاں بے شک''اس نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔''ہماری فیکٹری کو کئی ہاتھوں کا تعاون حاصل تھا لیکن ان کی بود و باش بھی اچھی تھی۔''''اور کیا وہ سب اس قابل ہوگئے کہ پائی پائی کی بچت سے اپنی فیکٹریاں بنا لیتے؟''

اس نے تسلیم کیا کہ وہ ایسا نہ کر سکے۔لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جاہل تھے اور فضول خرچ تھے۔''تمہارا یہ مطلب ہے کہ وہ دیانتدار کارکن تھے بالکل میرے ابا کی طرح،کیا تمہارا یہ مفہوم ہے؟''میں بولتی گئی۔''تم نے میرے والد کی تعریف کے پل باندھ دیئے لیکن مجھے یقین ہے کہ تم ان پر فضول خرچ ہونے کا الزام نہیں دھر سکتے۔اور اگرچہ وہ پوری زندگی چپو دار غلاموں کی طرح کام کرتے رہے مگر وہ کچھ نہ جمع کر سکے اور نہ اس قابل ہوئے کہ کوئی فیکٹری لگا لیتے۔تمہارے خیال میں اس کا کیا سبب ہے کہ میرا باپ اور دوسرے تو غریب ہی رہے اور تم کامیاب ہوگئے؟یہ محض اس لیے ہوا کہ ان میں مستقبل بینی نہ تھی کہ وہ اپنی پونجی میں دیگر دس افراد کو مونڈتے یا مزید سو افراد یا ہزاروں کی کھال اتار لیتے،جو تم نے کیا۔کوڑیاں جوڑ کر لوگ دولتمند نہیں بنتے۔'تمہارے' ہاتھوں کی محنت اور سنگدل استحصال سے دولت پیدا کی جاتی ہے۔اٹھارہ برس پہلے میرے پاس اپنی کم علمی کی وجہ سے ایک بہانہ تھا۔جب میں تمہارے سامنے بھکارن کی طرح کھڑی تھی اور اجرت میں ڈیڑھ ڈالر ہفتہ کا اضافہ مانگ رہی تھی۔اب تمہارے پاس کوئی عذر نہیں ہے مسٹر گارسن.....اب کوئی نہیں ہے۔جب سرمائے اور محنت کے مابین موجود رشتوں کا ذکر گلا پھاڑ کر ہر کوٹھے پر سے ہو رہا ہے۔''

اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔''یہ کون سوچ سکتا تھا کہ یہ ننھی سی لڑکی جو میری دکان میں کام کرتی تھی اتنی شاندار مقررہ بن جائے گی؟''اس نے آخر میں کہا۔''یقیناً تم نہیں''میں نے جواب دیا۔''نہ ہی وہ ایسی بن سکتی تھی اگر وہ تمہارے بتائے ہوئے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

راستے پر چلتی۔لیکن ہمیں اس درخواست پر توجہ دینی چاہئے کہ میں تمہارے دفتر میں آؤں۔تم ایسا کیوں چاہتے ہو؟''

اس نے مزدوروں کے حقوق کے متعلق بات شروع کر دی کہ انہیں حق ملنا چاہئے۔وہ انجمنوں کو تسلیم کر چکا تھا اور ان کے مطالبات بھی (جہاں وہ معقول تھے) اور وہ کارگاہ میں بہت سی بہتری لا چکا ہے جو کارکنوں کے بھلے کے لیے تھیں۔لیکن اب وقت آزمائش کا ہے اور اسے نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ہاں اگر ملازمین میں بڑبڑانے والے چند لوگ دلائل سن لیں اور تھوڑی دیر کے لیے صبر کر لیں اور میری طرف دست تعاون بڑھائیں تو تمام معاملات دوستانہ انداز میں طے ہو سکتے ہیں۔'' کیا تم ان لوگوں کے سامنے اپنی تقریر میں یہ تجاویز نہیں رکھ سکتیں۔'' اس نے مشورہ دیا۔''اور انہیں میری مشکلات سمجھنے کو کہو؟ تمہارے ابا اور میں گہرے دوست ہیں مس گولڈمان۔اگر وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں تو میں ان کے لیے سب کچھ کر سکتا ہوں.....رقم قرض دے سکتا ہوں یا کوئی بھی مدد جو انہیں درکار ہوگی۔جہاں تک اس کی نامور بیٹی کا تعلق ہے تو میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ میرے لیے یہ کتنا باعث افتخار ہے کہ تم بھی میری ہم نسل ہو۔میں اس بات کی تصدیق کے لیے چھوٹا سا تحفہ لایا ہوں۔اب مس گولڈمان چونکہ تم عورت ہو اور تم خوبصورت اشیاء ضرور پسند کرتی ہوگی۔مجھے بتاؤ کہ تمہیں سب سے اچھی کیا چیز لگتی ہے۔''

اس کی باتوں پر مجھے غصہ نہ آیا۔شائید اس کی وجہ یہ تھی کہ مجھے اس کے خط سے ایسی ہی کسی بات کی توقع تھی۔میری بے چاری بہن اپنی اداس اور پرتشویش آنکھوں سے مجھے دیکھے جا رہی تھی۔میں خاموشی سے اپنی کرسی پر سے اٹھی اور گارسن نے بھی یہی کیا اور اپنے چہرے ایک دوسرے کی طرف کر کے کھڑے ہو گئے۔اس کے جھری دار چہرے پر سٹھیائی ہوئی مسکراہٹ تھی۔تم ایک غلط آدمی کے پاس آ گئے ہو مسٹر گارسن۔''تم ایما گولڈمان کو نہیں خرید سکتے۔''''خریدنے کو کون کہہ رہا ہے۔'' وہ تعجب سے بولا۔''تم غلط سمجھیں۔مجھے وضاحت کرنے دو۔''

''اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔''میں نے بات کاٹ کر کہا۔''جو وضاحتیں محتاج بیان ہیں میں انہیں تمہارے کارکنوں کے سامنے بیان کروں گی جنہوں نے مجھے مدعو کیا ہے۔مجھے تم سے اب مزید کچھ نہیں کہنا اس لیے تشریف لے جائیے۔''

وہ تیزی سے کمرے سے نکلا۔اس کے ہاتھ میں ریشمی ہیٹ تھا۔پیچھے پیچھے ہیلینا تھی جو اسے دروازے تک چھوڑنے گئی۔

کافی غور و خوض کے بعد میں نے یہ طے کیا کہ جلسے میں اس کی پیشکش کے متعلق کچھ نہ کہوں گی۔میں نے محسوس کیا کہ اس سے کہیں یہ مسئلہ نہ اوجھل ہو جائے جو اجرتوں کا معاملہ تھا۔جو مسٹر گارسن کی ذات سے زیادہ اہم تھا اور یہ بھی ممکن تھا کہ اس سے ملازمین کے حق میں طے ہو جانے کے امکانات بھی خراب ہو جائیں۔اس کے علاوہ میں یہ نہیں چاہتی تھی کہ روچسٹر کے اخبارات کو اس کہانی کی بھنک پڑ جائے۔یہ ان کی چٹ پٹی کہانیاں تیار کرنے والی چکیوں کے لیے مسالہ بن جاتی۔پھر بھی میں نے کارکنوں کو اس شام گارسن کی سیاسی معیشت کی کارگزاری کے متعلق بتایا اور اس وضاحت کو دہرایا کہ اس نے اتنی دولت کیسے حاصل کی تھی۔میرے سامعین یہ سن کر بہت محظوظ ہوئے۔اور یہی گارسن کی آمد سے فائدہ ہوا تھا۔

روچسٹر میں اپنے مختصر قیام میں مجھ سے کوئی اور ملنے آیا جو مسٹر گارسن سے زیادہ دلچسپ ثابت ہوئی۔ایک اخبار کی نمائندہ عورت جس نے خود کو بطور 'ڈٹی' متعارف کرایا۔وہ میرا انٹرویو لینے آئی تھی لیکن اس نے ایک حیران کن کہانی سنائی جو لیون زولگوز کے متعلق تھی۔

وہ بفلو کے اخبارات میں سے کسی ایک میں ۱۹۰۱ء میں بحیثیت کارکن وابستہ تھی۔اس کے بقول نمائش میں صدر امریکہ کے دورے کے زمانے میں اس کو وہاں تعینات کیا گیا تھا۔وہ میکنلے کے بہت نزدیک کھڑی تھی اور ان لوگوں کو دیکھ رہی تھی جو قطار بنا کر اس سے مصافحہ کرنا چاہتے تھے۔اسی قطار میں اس نے ایک نوجوان کو دیکھا جو اوروں کے ساتھ آگے سرک رہا تھا۔ایک سفید رومال اس کے ہاتھ میں بندھا ہوا تھا۔صدر کے قریب پہنچتے ہی اس نے ریوالور نکال کر اسے چلا دیا۔افراتفری پھیل گئی اور لوگ ادھر ادھر بھاگنے لگے۔مگر جو لوگ کھڑے ہوئے تھے انہوں نے صدر کو اٹھایا اور اسے کنونشن ہال میں لے گئے۔دوسرے حملہ آور پر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ٹوٹ پڑے اور اسے پیٹنے لگے اور وہ منہ کے بل پڑا ہوا تھا۔ اچانک وہاں پر خوفناک چیخ و پکار شروع ہوگئی یہ آوازیں اس نوجوان کے منہ سے آرہی تھیں جو زمین پر پڑا تھا۔ ایک مشٹنڈا حبشی اس پر سوار تھا جو نوجوان کی آنکھوں میں اپنے ناخن ٹھونس رہا تھا۔ اس بھیانک منظر نے اسے بیمار کر دیا۔ وہ اپنے دفتر کی جانب بھاگی تاکہ ماجرا لکھ کر دے سکے۔

جب مدیر نے اس کی کہانی پڑھی۔ اس نے اسے بتایا کہ کہانی کا وہ حصہ جس میں حبشی زولگوز کی آنکھ میں انگلی ڈال رہا تھا نہیں چھپے گا ''اس کی یہ وجہ نہیں کہ انارکسٹ کتا اس کا مستحق نہیں تھا'' اس نے تبصرہ کیا ''میں خود بھی یہی کرتا، مگر ہم اپنے قارئین کی ہمدردیاں صدر کے لیے چاہتے ہیں نہ کہ اس کے قاتل کے لیے۔''

مس ''ٹی'' کوئی انارکسٹ نہ تھی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسے ہمارے نظریات کے متعلق کچھ بھی معلوم نہ تھا۔ اور وہ اس شخص کے بھی خلاف تھی جس نے میکنلے پر حملہ کیا تھا۔ لیکن اس نے جو منظر دیکھا اور مدیر کی سنگدلی کو دیکھ کر زولگوز کے لیے اس کے دل میں نرمی پیدا ہوگئی۔ اس نے بارہا کوشش کی کہ وہ اس سے جیل میں مل کر انٹرویو کرے مگر اسے کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ اسے دوسرے اخباری نمائندوں سے معلوم ہوا کہ زولگوز کو اتنا مارا پیٹا گیا تھا اور اذیتیں دی گئی تھیں کہ اسے کسی سے ملوایا نہیں جا سکتا تھا۔ وہ اتنا بیمار تھا کہ اس کا بھی خوف تھا کہ اسے عدالت تک کیسے پہنچایا جائے۔ کچھ عرصے کے بعد اسے مقدمے کی کارروائی دیکھنے کے فرائض سونپے گئے۔

عدالت کے کمرے کی حفاظت پر نہایت مسلح لوگ تعینات تھے اور وہاں جستجو میں رہنے والے لوگ بھی تھے جن میں زیادہ تر خوش پوشاک عورتیں تھیں۔ فضا میں بے چینی کی وجہ سے تناؤ تھا۔ ساری آنکھیں اس دروازے پر لگی تھیں جہاں سے قیدی کو داخل ہونا تھا۔ اچانک ہجوم میں ہلچل پیدا ہوگئی۔ دروازہ جھٹکے سے پورا کھل گیا اور ایک نوجوان آدمی جسے پولیس والے سہارا دیئے ہوئے تھے تقریباً گھسٹتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ وہ زرد اور لاغر لگ رہا تھا۔ سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور چہرا سوجا ہوا تھا۔ اسے دیکھنا اتنا تکلیف دہ تھا کہ محض اتفاق سے اس پر نظر ڈالی جا سکتی تھی۔۔۔۔۔ آنکھیں بڑی اور حسرت بھری تھیں جو پورے کمرے پر دوڑتی رہیں اور اندوہناک گہرائی سے تلاش کرتی رہیں جس کا بظاہر مطلب کسی مانوس چہرے کی تمنا ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد ان میں جو گہرائی تھی وہ ختم ہوگئی اور ان میں ایک ایسی تابنا کی آگئی جو داخلی عرفان کا نتیجہ ہو، روشن مستقبل کے خواب دیکھنے والے اور جیسی پیغمبروں کی آنکھیں ہوتی ہیں۔ مس ٹی بولتی گئی۔ ''میں یہ سوچ سوچ کر شرم سے گڑی جا رہی تھی کہ مجھ میں وہ جرأت نہ تھی جو مجھ سے کہلا دیتی کہ وہ تنہا نہیں ہے اور میں تمہاری دوست ہوں۔ اس کے بعد کئی دنوں تک وہ آنکھیں مجھ پر آسیب بن کر چھائی رہیں۔ آئندہ دو سال تک میں کسی اخبار کے دفتر کے نزدیک نہ پھٹکی۔ میں آج بھی جز وقتی صحافی کے طور پر کام کرتی ہوں۔ جس لمحے مجھے ایک باقاعدہ ملازمت کا خیال آتا ہے، جس کی وجہ سے مجھے اس جیسے تجربے سے دوچار ہونا پڑے۔ مجھے وہی آنکھیں نظر آنے لگتی ہیں۔ میں ہمیشہ سے تم سے ملنے کی آرزومند تھی۔'' اس نے اضافہ کیا ''تاکہ تمہیں اس کے متعلق بتاؤں۔''

میں سکتے میں اس کا ہاتھ دبانے لگی تاکہ کچھ کہنے کے قابل ہو جاؤں۔ جب میں اپنے جذبات پر قابو پا چکی تو میں نے اس سے کہا کہ کاش یہ سچ ہوتا کہ لیون زولگوز باطنی نظروں سے یہ دیکھ سکتا کہ کم از کم ایک متنفس ذات اس کے قریب اس کمرہ عدالت میں موجود ہے جو بھوکے بھیڑیوں سے بھری ہوئی تھی۔ مس ٹی نے جو مجھے بتایا اس نے اس بات کو ثابت کر دیا جنہیں میں نے چشم تصور سے دیکھا تھا اور ان باتوں کی تصدیق ہوگئی جو ۱۹۰۲ء میں میرے کلیولینڈ کے دورے میں میرے علم میں آئیں۔ میں نے ان کا کھوج لگا لیا۔ وہ پسماندہ لوگ تھے۔ باپ جسمانی مشقتیں کرنے سے اخروٹ بن چکا تھا اور سوتیلی ماں دھندلائی ہوئی نظروں سے خلا میں دیکھ رہی تھی۔ اس کی ماں اس وقت مر گئی تھی جب وہ ابھی بچہ ہی تھا۔ چھ برس کی عمر میں اسے گھر سے اس لیے نکال دیا گیا تاکہ وہ جوتے چمکائے اور اخبار بیچے۔ اگر وہ کافی رقم گھر نہ لاتا تو اس کو سزا ملتی اور کھانا نہ ملتا۔ اس کو بچپن کی بدنصیبی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نے دبّو اور شرمیلا بنا دیا تھا۔ بارہ برس کی عمر میں اس نے فیکٹری میں کام کرنا شروع کر دیا۔ یوں وہ بے زبان نوجوان بن گیا جو کتابوں میں ڈوبا رہتا اور سب سے لاتعلق۔ گھر پر اسے ''باولا'' کہا جاتا اور کارخانے میں تحقیراً عجیب اور ''غبی''۔ کوئی ذات اگر اس پر مہربان تھی تو وہ اس کی ہمشیرہ تھی جو ایک دبّو اور کولھو کے بیل کی طرح کام کرنے والی۔ جب میں اس سے ملی تو اس نے بتایا کہ جیل میں لیونؔ سے ملنے وہ ایک مرتبہ بفلو گئی تھی۔ لیکن اس نے مجھے منع کر دیا کہ آئندہ نہ آؤں۔ ''اسے معلوم تھا کہ میں غریب ہوں۔'' اس نے بتایا۔ ''ہمارے کنبے کو اہل محلّہ نے بہت ستایا اور باپ کو ملازمت سے برطرف کر دیا گیا۔ اس لیے پھر میں اس سے ملنے نہ گئی۔'' وہ روئے جاتی اور یہی دہرائے جاتی۔

شاید یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ یہ غریب لوگ اس بچے کو کیا دے سکتے تھے جو عجیب و غریب کتابیں پڑھتا ویسے ہی خواب دیکھتا اور پھر انوکھی واردات کا ارتکاب کر بیٹھا اور مرتے وقت بھی انوکھا پن تھا۔ عام لوگوں میں پیدا ہونے والے لوگ جو نئی دنیا کے خواب دیکھنے لگتے ہیں انہیں سنکی سمجھا جاتا ہے۔ اس کے باوجود اس دیوانی دنیا میں شائید وہی ہوشمند ہوتے ہیں۔

پنسلوانیہ میں میں نے کانکنوں کے حالات کو ہڑتال کے بعد ہونے والے 'سمجھوتے' کے نتیجے میں کہیں زیادہ بدتر پایا بمقابلہ ۱۸۹۷ء کے جب میں نے وہاں کا دورہ کیا تھا۔ مرد زیادہ تر مرجھائے اور بے یار و مددگار لگ رہے تھے۔ صرف ہمارے کامریڈ چوکس تھے اور ہڑتال کی شرمناک ناکامی کے مقابلے میں کہیں زیادہ پرعزم۔ یہ رسوائی ٹریڈ یونینوں کے رہنماؤں کی دغا بازی کا نتیجہ تھی۔ وہ جز وقتی کام کرتے، اتنا کماتے جس سے بمشکل گزارا ہوتا اس کے باوجود وہ پرچاری کے کام کے لیے چندہ ضرور دیتے۔ یہ ہمارے نصب العین کے لیے نہایت ولولہ خیز نذرانہ تھا۔

میرے اس دورے میں دو واقعات نمایاں ہوئے۔ ایک تو کان کے اندر ہوا۔ اور دوسرا ایک کارکن کے گھر میں۔ میرے سابقہ دوروں کی طرح مجھے کان کے دہانے تک لے جایا گیا تا کہ میں دوپہر کے کھانے کے وقفے کے دوران میں کان کے دہانے پر جمع کانکنوں سے خطاب کروں۔ ان کا سپروائزر موجود نہ تھا اور کانکن سننے کے لیے بے تاب تھے۔ میں ان لوگوں میں بیٹھ گئی جن کے چہرے کوئلے کی کالک سے کالے تھے۔ گفتگو کے دوران میں' میں نے دو ہیولوں کو ایک دوسرے میں لپٹے ہوئے دیکھا.....ایک شخص جس کی عمر چھیج چکی تھی اور دوسرا لڑکا۔ میں نے پوچھا دونوں کون ہیں۔ ''ایک تو دادا جونؔز ہے'' مجھے بتایا گیا۔ ''وہ نوے برس کا ہے اور کان میں ستر برس سے کام کر رہا ہے۔ لڑکا اس کا پڑپوتا ہے۔ اس کا اپنا بیان تو یہ ہے کہ وہ چودہ برس کا ہے لیکن ہمیں معلوم ہے کہ صرف آٹھ سال کا ہے۔'' میرے کامریڈ نے یہ بات بڑی متانت سے کہی۔ ایک نوے برس کا آدمی اور دوسرا آٹھ برس کا بچہ اندھیرے گڑھے میں دس گھنٹے یومیہ کام کر رہے تھے۔

پہلے جلسے کے بعد مجھے ایک کانکن نے رات میں اپنے گھر دعوت پر بلایا۔ جس چھوٹے سے کمرے میں بٹھایا گیا اس میں پہلے ہی سے تین افراد موجود تھے۔ دو بچے ایک تنگ سی چارپائی پر تھے اور ایک نوجوان لڑکی سمٹنے والے بیڈ پر۔ مجھے اس لڑکی کے ساتھ بستر میں سونا تھا۔ والدین اور شیر خوار بچی ساتھ والے کمرے میں سوئے۔ یوں لگا جیسے میرا حلق سوکھ رہا ہے اور کمرے کی کثیف ہوا سے بلغم پیدا ہو رہا ہے۔ خاتون نے مجھ ایک گلاس گرم دودھ پینے کو دیا۔ میں تھکی ہوئی اور غنودگی میں تھی۔ رات کی فضا بھاری تھی اور مرد خراٹے لے رہا تھا۔ شیر خوار بری طرح رو رہا تھا اور ماں بچے کو گود میں لیے ہوئے کمرے میں ٹہل کر اسے بہلانے کی کوشش کر رہی تھی۔

صبح ہونے پر میں نے بچے کے متعلق پوچھا کہ کیا اس کی طبیعت خراب تھی یا وہ بھوکا تھا جو اتنا رو رہا تھا۔ ماں کا دودھ کم ہوتا تھا جو نا کافی ہوتا ہے اس لیے اسے بوتل کا دودھ دیا جاتا ہے۔ ایک خوفناک خیال نے مجھے چت کر دیا۔ ''تو گویا تم نے اس کا دودھ مجھے دے دیا۔'' میں چیخی۔ عورت نے میری بات کی تردید کرنے کی کوشش کی۔ لیکن میں نے اس کی آنکھوں میں پڑھ لیا کہ میرا قیاس درست تھا۔ ''تم نے ایسا کیوں کیا؟'' میں نے اسے ڈانٹا۔ ''شام میں بچے کو ایک بوتل دی گئی تھی اور تم تھکی ہاری تھیں اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کھانس رہی تھیں۔ میں اس کے علاوہ اور کیا کرتی؟'' اس نے کہا۔ میں تو مارے شرم کے سرخ ہوگئی اور حیرت میں غوطہ کھانے لگی کہ غربت اور چیتھڑوں کے اندر کتنا فیاض دل ہے۔

اپنے مختصر دورے کے بعد نیویارک پہنچنے پر مجھے ڈاکٹر ہوفمین کا ایک پیغام ملا کہ آؤ اور مسز اسپنسر کی تیمارداری کرو۔ میں صرف دن کے اوقات میں فرائض انجام دے سکتی تھی۔ میری شامیں ٹرنر کی مہم میں صرف ہورہی تھیں۔ مریضہ نے اس بندوبست پر صاد کردیا۔ لیکن چند ہفتوں کے بعد اس نے مجھ سے درخواست کی کہ میں رات میں آیا کروں۔ وہ میرے لیے ایک پیشہ ورانہ کیس کے علاوہ بھی بہت کچھ ہوچکی تھی۔ لیکن اس کا موجودہ ماحول سخت ناپسندیدہ بن چکا تھا۔ یہ ایک اور بات تھی اور یہ میرے علم میں تھا کہ اس کی آمدنی کا ذریعہ ایک چکلہ ہے اور اس چکلے میں ملازمت کرنا دوسری بات تھی۔ لوگ یہی سمجھتے تھے کہ میری مریضہ کا کاروبار ریز ہوٹل کے معزز نام کے تحت چل رہا تھا۔ دیگر قوانین کی طرح جو برائیاں ختم کرنے کے لیے منظور کیے جاتے ہیں۔ ریز کے قانون نے بھی اس بدی کو خوب پھلنے پھولنے کا موقع دیا جسے جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی غرض سے نافذ کیا گیا تھا۔ اس کے نفاذ کی ذمہ داری جن پر تھی وہ اسے درون خانہ لوگوں پر ڈال کر سبکدوش ہوگئے اور جسم فروشی سے آمدنی میں اضافہ ہونے لگا۔ گاہکوں کو اب مسز اسپنسر کے پاس آنے کی ضرورت نہ رہی۔ لڑکیاں سڑکوں پر گاہک پھانسنے پر مجبور ہوگئیں۔ پانی برس رہا ہو یا کڑکڑاتا جاڑا، تندرست ہوں یا بیمار، ان بدنصیبوں کو کاروبار کے لیے سڑکوں پر ٹھوکریں کھانا پڑتیں۔ جو بھی مل جاتا اور لوا لے جانے پر آمادہ ہوجاتا اس پر خوش ہوجاتیں۔ اس سے کوئی غرض نہ رکھی جاتی کہ وہ کتنا خستہ حال اور گھناؤنا ہوسکتا ہے۔ اس کے علاوہ انہیں پولیس کی پکڑ دھکڑ کا بھی خطرہ رہتا۔ اور چند علاقوں میں ''کام'' کرنے کے لیے انہیں محکمے کو رشوت بھی دینا پڑتی۔ ہر ضلع کا الگ نرخ تھا جس کا تعلق اس رقم سے ہوتا جو لڑکی اپنے گاہک سے نکال سکتی۔ مثلاً بوویری کے مقابلے میں براڈوے سے زیادہ توقع کی جاتی۔ گشت پر رہنے والے پولیس والوں کے فرائض میں یہ شامل تھا کہ کسی قسم کی ناجائز مسابقت نہ ہونے پائے۔ کوئی لڑکی اگر کسی اور کے علاقہ گشت میں دراندازی کی جرأت کرتی تو حراست میں لے لی جاتی اور 'مشقت گھر' بھیج دی جاتی۔ بات فطری تھی کہ لڑکیاں اپنے علاقے میں محدود رہتیں اور گھس بیٹھیا ساتھی سے لڑنے لگتیں جو ان کے علاقے کی نہ ہوتی۔

نئے قانون کے باعث ریز ہوٹل چلانے والوں اور کوچہ گرد لڑکیوں کے درمیان نئے انتظامات تشکیل پائے۔ آخرالذکر کو فروخت شدہ شراب کی قیمت میں سے ایک مخصوص حصہ ملتا جو لڑکیوں کی فرمائش پر گاہک خریدتا۔ یہی اس کی آمدنی کا بڑا حصہ بنتا کیونکہ چکلے بند کردیئے جانے سے وہ در در کی ٹھوکریں کھا رہی تھیں اب وہ مجبور تھیں کہ مرد جو چاہے پیش کرے اسے قبول کرلے خصوصاً کیونکہ وہی کمرے کا کرایہ ادا کرتا تھا۔ اپنی معتد بہ ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے وہ اس پر زیادہ انحصار کرتی کہ گاہکوں کو زیادہ میخواری پر اکسائے۔ ان غریب کنیزوں اور ان کے مردوں کو مسز اسپنسر کے ہوٹل میں آمد و رفت دیکھتے رہنا اور وہ سب کچھ سننا جو وہ کہتے میری قوت سماعت سے بڑھ کر تھا۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر ہوفمین مجھے بتا چکا تھا کہ میرے مریض کی مستقل صحتیابی کی بہت کم امید ہے۔ وہ عرصہ دراز سے منشیات کا استعمال کررہی تھی جس نے اس کی قوت ارادی توڑ دی تھی اور بیماری سے مزاحمت کی طاقت کم کردی تھی۔ وہ اپنی عادت ترک کرنے میں چاہے جتنی کامیابی حاصل کرلے بالآخر اسے وہیں جا کر چین مل سکتا تھا۔ میں نے اپنی مریضہ کو بتایا کہ مجھے مستعفی ہوجانا چاہئے۔ وہ تو ہتھے سے اکھڑ گئی اور مجھے برا بھلا کہنے لگی اور اپنی بات یہ کہہ کر ختم کی کہ اگر میں بوقت ضرورت تمہیں نہیں بلا سکتی تو اس سے بہتر ہے کہ میں علیحدگی اختیار کرلوں۔

مجھے عوامی کام کے لیے اپنی پوری توانائی درکار تھی جس میں جان ٹرنر کی مہم سب سے زیادہ اہم تھی۔ جب اس کا مرافعہ زیر سماعت تھا تو وکیل صفائی پانچ ہزار ڈالر کی ضمانت پر اسے باہر لے آنے میں کامیاب ہوگیا۔ اس نے پھر سے اپنا دورہ شروع کردیا۔ کئی شہروں میں گیا اور پرہجوم ہالوں میں تقاریر کرتا رہا۔ اگر وہ گرفتار نہ کرلیا جاتا اور ملک بدری کے خطرے کی تلوار اس پر نہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لنک رہی ہوتی تو اس کی رسائی محدود سامعین تک ہوتی۔ چونکہ اب اخبارات انارکسٹ دشمن قانون کے خلاف بہت تفصیل سے لکھ رہے تھے اسی طرح جان ٹرنر پر بھی، یوں بڑے مجمعوں کو یہ موقع مل گیا کہ وہ انارکزم کے متعلق اور اس کی تفسیر منطقی اور قائل کرنے والے انداز میں سنیں۔

جون اپنی انجمن سے دور جانے کی چھٹی لے کر امریکہ آیا تھا جو ختم ہونے والی تھی اس لیے اس نے فیصلہ کر لیا کہ اسے سپریم کورٹ کا فیصلہ آنے سے پہلے ہی لوٹنا ہے۔ جب فیصلہ سنایا گیا وہ اس کی توقعات کے عین مطابق نکلا۔ اس میں انارکسٹ دشمن قانون کو آئین کے مطابق مان لیا گیا اور ٹرنر کی ملک بدری کے فیصلے کو بحال رکھا گیا۔ تاہم آج سے یہ مضحکہ خیز قانون اپنے ہی مقاصد کو اس طرح ناکام بنائے گا کہ یورپی کامریڈ جو ریاست ہائے متحدہ امریکہ آنا چاہتے ہیں اس بات کے پابند نہ ہوں گے کہ اپنے نظریات کو امیگریشن کے مستعد کارگزاروں کے کان میں ڈالیں۔

اس کے بعد سے میں نے اپنی نشر و اشاعت کا زور انگریزی زبان میں شروع کر دیا۔ اس کا صرف یہ سبب نہ تھا کہ میں انارکسٹ نظریے کو مقامی امریکیوں تک پہنچانا چاہتی تھی بلکہ ان اہم موضوعات کی طرف بھی لوگوں کی توجہ مبذول کرانا چاہتی تھی جو یورپ میں زیر بحث تھے۔ ان میں روس میں ہونے والی آزادی کی جدوجہد سب سے کم سمجھی جا رہی تھی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

باب ۲۸

کئی برس سے ''فرینڈز آف رشین فریڈم'' جوایک امریکی حلقہ تھا۔ایک قابل ستائش کام اس طرح کر رہا تھا کہ وہ ملک بھر کو روسی مطلق العنانیت کے متعلق آگاہی پہنچا رہا تھا۔ چونکہ اب یہ ادارہ غیر سرگرم ہو چکا تھا اور ریڈیکل ایڈش صحافت نے اپنی شاندار مساعی کی توجہ ایسٹ سائڈ کے علاقے تک محدود کر لی تھیں۔امریکہ میں زار کے نمائندے جوشر انگیز پروپیگنڈا پھیلا رہا تھے اس میں روسی کلیسا، کونصلیٹ اور نیویارک ہیرالڈ (جس کا مالک جیمز گورنٹ بینٹ تھا) سب ہی طول وعرض میں اثر انداز ہو رہے تھے۔ یہ قوتیں اس نکتے پر متحد تھیں کہ آمر مطلق کی ایسی تصویر کشی کی جائے کہ وہ ایک رحمدل اور خیر اندیش شخص ہے جو اس سرزمین کی برائیوں کا ذمہ دار نہیں ہے اور روسی انقلابیوں کے متعلق برملا کہا جاتا کہ وہ بدترین مجرم ہیں۔ چونکہ اب مجھے امریکی اذہان تک زیادہ رسائی حاصل ہو چکی تھی۔ میں نے ٹھان لیا کہ مجھ میں جو بھی صلاحیتیں ہیں میں انہیں روسی انقلابیوں کے سورمائی مقاصد کے فروغ کے لیے استعمال کروں گی۔

میری کوششیں دیگر سرگرمیوں سے مل کر جنہیں میں روسیوں کے لیے کر رہی تھی انہیں دو ممتاز روسیوں کی نیویارک آمد سے بہت تقویت ملی۔ یہ سوشلسٹ۔ ریولوشنری پارٹی کے ارکان تھے۔ان کے نام روز نبام اور نکولایف تھے۔ وہ بلا اطلاع اور بن بلائے وارد ہوئے۔لیکن انہوں نے آتے ہی جو کارنامے انجام دیئے وہ دیرپا نتائج کے حامل تھے اور انہوں نے روسی آزادی کی جدوجہد کے کئی ممتاز رہنماؤں کے دوروں کے لیے راہ ہموار کر دی۔ اپنی آمد کے چند ہفتوں کے اندر ہی روز نبام کو ایسٹ سائڈ کے عسکری عناصر کو متحد کر کے سوشلسٹ ریولوشنری کو ایک اکائی میں ڈھال دینے میں کامیابی ہو گئی۔ اگرچہ میں اس امر سے آگاہ تھی کہ یہ پارٹی ہمارے نظریے بے حکومت کے سماج سے متفق نہ تھی۔ میں پھر بھی اس حلقے کی رکن بن گئی۔ان کے اس کام کی اہمیت تھی جو انہوں نے روس میں کیا تھا جس نے مجھے متوجہ کیا اور مجبور کیا کہ اس نو تشکیل سماج کی مساعی میں شامل ہو جاؤں۔اس خبر سے ہماری ہمت بہت بڑھ گئی کہ کیتھرین بریشکوِسکایا عنقریب دورہ کرنے والی ہے۔اسے محبت میں بابو شکا کہا جاتا تھا۔ یوں وہ روسی انقلاب کی دادی اماں ہوئی۔

جو روس سے واقف تھے انہیں معلوم تھا کہ بریشکوِسکایا اس ملک کے نامور سورماؤں میں سے ایک تھی۔اس لیے اس کا دورہ نہایت دلچسپ واقعہ ہوگا۔ ہمیں اس معاملے میں کوئی تشویش نہ تھی کہ اسے ایدیش آبادی میں کامیابی ہوگی بھی یا نہیں.....اس کی شہرت اس کی ضامن تھی۔لیکن امریکی سامعین اس کے متعلق کچھ نہ جانتے تھے اس لیے نو وارد میں ان کا دلچسپی لینا مشکل لگتا تھا۔ نکولایف جو بابشکا سے بہت قربت رکھتا تھا اس نے ہمیں اطلاع دی کہ وہ امریکہ میں صرف چندہ جمع کرنے نہیں آ رہی بلکہ وہ عوامی توجہ کو بھی مبذول کرانا چاہتی ہے۔ وہ مجھ سے کئی مرتبہ ملنے آیا تا کہ 'فرینڈز آف رشین فریڈم' سے تعاون بڑھانے کے ذرائع پر گفتگو کی جائے۔ جارج کینان شائید واحد امریکی تھا جو بابشکا سے واقف تھا اور اس کے متعلق لکھ چکا تھا۔آؤٹ لک جریدے کا لائی مین ایبٹ بھی اس معاملے میں دلچسپی رکھتا تھا۔نکولایف نے مجھے مشورہ دیا کہ میں ان سے ملوں۔ مجھے اس کی سادہ لوحی پر ہنسی آ گئی کہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ ایما گولڈ مان ان انتہائی معزز لوگوں تک رسائی حاصل کر سکتی ہے۔''اگر میں اپنے اصل نام سے ملنے جاؤں۔'' میں نے اسے بتایا ''تو ہو سکتا ہے کہ میں بریشکوِسکایا کی کامیابی کے امکانات بھی معدوم کر دوں، اور اگر غیر معروف نام اسمتھ سے جاتی ہوں تو وہ میرے وجود کو تسلیم ہی نہ کریں گے۔'' ایلس اسٹون بلیک ویل کا نام میرے ذہن میں آیا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

۱۹۰۲ء میں مس بلیک ویل کی روسی شاعری کے چند تراجم میری نظر سے گزرے تھے اور ازاں بعد میں نے روسی جدوجہد کے متعلق اس کے دردمندی سے پُر چند مضامین بھی پڑھے تھے۔ میں نے بذریعہ خط ان کی ستائش کی تھی اور اپنے جواب میں اس نے کہا تھا کہ میں ایسے شخص کا نام بتاؤں جو یہودی شاعری کو انگریزی نثر میں ترجمہ کر سکے۔ یہ کام میں نے کیا اور اس کے بعد ہم میں خط و کتابت جاری رہی۔ اب میں نے مس بلیک ویل کو اپنی ان مساعی کے متعلق لکھا جو میں امریکہ میں روسیوں کے لیے کر رہی تھی۔ اس میں نکولائیف کا بھی ذکر کر دیا جو اسے اپنے ملک کی تفصیلی اطلاعات دے سکتا ہے۔ مس بلیک ویل نے فوراً جواب دیا وہ جلد ہی نیویارک پہنچ رہی ہے۔ اس نے لکھا۔ وہ مجھ سے ملے گی اور اپنے ہمراہ عزت مآب ولیم ڈڈلی فوک کو بھی لائے گی جو 'فرینڈز آف رشین فریڈم' کی تنظیم نو کے بعد اس کا صدر تھا۔

فوک امریکی صدر روز ویلٹ کا گہرا عقیدت مند تھا۔ ''اس بے چارے پر اسی وقت دل کا دورہ پڑ جائے گا جب اسے معلوم ہوگا کہ مس اسمتھ کون ہے۔'' میں نے نکولائی سے کہا۔ مجھے مس بلیک ویل کے متعلق کوئی فکر نہ تھی۔ وہ نیو انگلینڈ کی قدیم روایات کی امین تھی اور آزادی کی پرتوانا نقیب۔ وہ میری اصلیت سے بھی آگاہ تھی۔ ''مگر روز ویلٹ کا جانثار...... جب وہ آئے گا تو کیا ہوگا؟'' نکولائیف نے سرسری انداز میں میری بات کو یہ کہہ کر ہنس کر ٹال دیا کہ روس میں عظیم ترین انقلابی بھی فرضی ناموں سے کام کر چکے ہیں۔

بہت جلد الائس اسٹون بلیک ویل آ گئی اور جب ہم لوگ چائے پی رہے تھے کہ دروازے پر کھٹ کھٹ ہوئی۔ جب میں نے کھولا تو کیا دیکھا کہ پستہ قامت گٹھے جسم کا شخص کھڑا ہانپ رہا ہے جو سیڑھیاں چڑھ کر پانچویں منزل تک آنے کا نتیجہ تھا۔ ''کیا آپ مس اسمتھ ہیں؟'' وہ پھولتی سانس سے بولا۔ ''جی ہاں'' میں نے ڈھٹائی سے جواب دیا۔ ''کیا آپ مسٹر فوک ہیں، کیا یہ غلط ہے؟'' اندر آ جائیے۔ روز ویلٹ نواز ریپبلکن ایما گولڈمان کے ۲۱۰ مشرقی تیرہویں اسٹریٹ والے فلیٹ میں بیٹھا چائے پی رہا تھا اور ان طریقوں اور ذرائع پر گفتگو کر رہا تھا جن سے روسی آمریت کو کھوکھلا کیا جا سکے۔ یہ اخبارات کے لیے ایک چٹ پٹی کہانی بن سکتی تھی۔ تاہم یہ مختصر سازشی ملاقات بلا مزید کسی خلل کے چلتی رہی۔ دونوں یعنی مس بلیک ویل اور عزت مآب ولیم ڈی فاک' نکولائیف سے روس میں ہونے والے ہولناک واقعات کا ماجرا سن کر بہت متاثر ہوئے۔

کئی ہفتوں کے بعد مس بلیک ویل نے مجھے اطلاع دی کہ 'فرینڈز آف رشین فریڈم' کے دوستوں نے نیویارک میں ایک شاخ منظّم کر لی ہے۔ جس کا صدر عالی مرتبت ماینٹ۔ جے۔ سیوج۔ بنا ہے اور پروفیسر روبرٹ رسکاین ایلای اس کا سیکریٹری۔ یہ تنظیم اپنا پورا زور لگا کر مس بریشکوِسکایا کو امریکی عوام سے متعارف کرائے گی۔ یہ ہماری اس چھوٹی سی ملاقات کا فوری اور اطمینان بخش نتیجہ تھا۔ لیکن ایلای! میں اس سے ۱۹۰۱ء میں پیٹر کروپوٹکن کے دورے کے زمانے میں مل چکی تھی۔ یہ انتہائی دبّو قسم کا آدمی تھا۔ ہمیشہ یوں لگتا جیسے اسے انارکسٹوں سے تعلق کی بناء پر یہ خطرہ لاحق ہے کہ سیاسی اقتصادیات کی لیگ جو اس کی پشت پناہی کر رہی تھی کہیں اسے برباد نہ کر دے جبکہ وہ اس کا سربراہ تھا۔ یہ بات بھی مشہور تھی کہ کروپوٹکن ایک انارکسٹ تھا لیکن وہ ایک شہزادہ اور سائنسداں بھی تھا اور اس نے بوویل انسٹی ٹیوٹ سے خطاب بھی کیا تھا۔ میرے خیال میں ایلای کی نظر میں کروپوٹکن کا شہزادہ ہونا بہت اہم بات تھی۔ برطانیہ میں چونکہ بادشاہت ہے اس لیے وہ اس سے محبت کرتے ہیں لیکن کچھ امریکی اس لیے چاہتے ہیں کہ وہ امریکہ میں رہے۔ یہ امر ان کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا کہ انقلابی صفوں میں شامل ہونے سے پہلے کروپوٹکن اپنے لقب سے دستبردار ہو گیا تھا۔ ڈیئر پیٹر پر جب یہ کھلا تو اسے گویا جھٹکا سا لگا۔ مجھے وہ چھوٹا سا واقعہ اچھی طرح یاد ہے جو اس نے اپنے شکاگو کے قیام کے متعلق بتایا تھا۔ جب اس کے کامریڈوں نے اس کے والڈہیم کے دورے کا انتظام کر دیا تا کہ وہ پارسن اسپایز اور دیگر ح۔ مارکٹ کے شہیدوں کی قبروں پر ہو آئے۔ اسی صبح میں طبقہ بالا کی خواتین کا ایک گروہ جن کی رہنمائی مسز پوٹر پالمر کر رہی تھیں نے اسے ظہرانے کے لیے مدعو کیا۔ ''آپ آئیں گے، شہزادے یا نہیں آئیں گے؟'' انہوں نے ادب سے کہا۔ ''خواتین مجھے افسوس ہے کہ میری اپنے کامریڈوں کے ساتھ پہلے ہی ایک تقریب طے ہے۔'' یوں اس نے معذرت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

چاہی۔ ''اوہ، نہیں شہزادے، آپ ہمارے ہاں ضرور آئیں!'' مسز پالمر نے اصرار جاری رکھا۔ ''مادام'' پیٹر نے جواب دیا'' آپ چاہیں تو شہزادے کو لے جائیے: اور میں اپنے کامریڈوں سے ملنے جاتا ہوں۔''

میرا پروفیسر ایلای کے متعلق یہ اندازہ تھا کہ اس کے دل کے چین کے لیے اور بابشکا کی سرگرمیوں کے لیے بھی کہیں بہتر ہوگا کہ انہیں مس اسمتھ کی اصل حقیقت سے آگاہ کردیا جائے۔ میں ٹرنر کے مقدمے کی طرح اس مرتبہ بھی کسی اور کے توسط سے کام کرنے پر اور پس پردہ رہنے پر مجبور تھی۔ اگر بزدلوں کو دھوکا دیا جارہا ہے تو اس میں میری پسند کا دخل نہیں تھا یہ ان کی تنگ نظری تھی جس نے اسے ضروری بنادیا۔

جب کیتھراین بریشکوِسکایا پہنچی تو آناً فاناً بہت سے لوگوں کے درمیان میں آ گئی۔ ان میں سے اکثریت ان کی تھی جو محض تجسس مٹانے کے لیے آئے تھے اور انہیں روس سے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی۔ میں ان کی تعداد بڑھانا نہ چاہتی تھی۔ اس لیے میں پرے ہٹ کر کھڑی ہوگئی۔ نکولایف اسے میرے متعلق بتا چکا تھا اس لیے اس نے مجھ سے ملنے کی خواہش کی۔

روس کی انقلابی جدوجہد میں شریک عورتیں مثلاً ویرا زاسولچ، صوفیا پیروسکایا، جیسی ہلفمین، ویرا فگنر اور کیتھراین بریشکوِسکایا اس دن سے میرے لیے ولولہ خیز شخصیات بن چکی تھیں جب سے میں نے ان کی زندگی کے متعلق پہلی مرتبہ پڑھا۔ لیکن ان میں سے کسی ایک سے بھی کبھی میرا آمنا سامنا نہ ہوا تھا۔ میرے دل میں ایک ہیجان برپا تھا اور احترام آمیز خوف بھی تھا جب میں اس مکان پر پہنچی جہاں بریشکوِسکایا مقیم تھی۔ میں نے اسے ایک بے سجے فلیٹ میں پایا، جہاں نہ مناسب روشنی تھی اور نہ ہی اچھی طرح گرم تھا۔ وہ سیاہ پوشاک میں ملبوس تھی اور ایک موٹی سی شال میں لپٹی ہوئی تھی۔ سر پر ایک رومال یوں بندھا تھا جس کے باہر اس کے سرمئی بال لہرا رہے تھے۔ وہ ایک دہقانی روسی عورت کا تاثر دے رہی تھی اگر اس کی بڑی بڑی ملگجی آنکھوں کی طرف دھیان نہ جائے جن سے دانش اور معاملہ فہمی ٹپکتی تھی۔ ایک باسٹھ سالہ عورت کی آنکھوں میں قابل ذکر جوانی چھلکتی تھی۔ اس کے پاس دس منٹ بیٹھنے کے بعد مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں اس سے اپنی نوعمری سے واقف ہوں۔ اس کی سادگی آواز کی نرمی اور اس کے اشارے کنائے۔ وہ مجھے اس طرح سمیٹے لے رہے تھے جیسے موسم بہار کا کوئی دن ہو۔

اس کی نیویارک میں پہلی عوامی تقریب کوپر یونین ہال میں ہوئی جو ولولہ انگیز اور قابل دید واقعہ تھا جیسا میں نے کئی برس کے بعد دیکھا تھا۔ بابشکا کے لیے لگتا تھا جیسے اسے اتنے بڑے ہجوم کا سامنا کرنے کا اس سے پہلے کوئی تجربہ نہ ہوا تھا۔ ابتدا میں قدرے گھبرائی ہوئی تھی۔ لیکن جب اس کی طبیعت جولانی پر آئی تو اس نے ایسی تقریر کی کہ جس سے سامعین کے پاؤں تلے سے زمین سرک گئی۔ اگلے دن کے اخبارات عملاً اس بات پر یک زبان ہو کر اس عظیم عمر رسیدہ خاتون کو خراج تحسین پیش کر رہے تھے۔ وہ اس فیاضی کے متحمل ہو سکتے تھے خصوصاً اس ذات کے لیے جو دور افتادہ ملک روس پر حملوں کی بارش کر رہی تھی نہ کہ ان کے اپنے ملک پر۔ لیکن ہم اس لیے ان کے سپاس گزار تھے کیونکہ ہمیں معلوم تھا کہ اس بات کا چرچا ان مقاصد کے لیے مفید ہوسکتا ہے جن کے فروغ کے واسطے بابشکا یہاں آئی تھی۔ اس کے بعد سن رایز کلب میں اس نے فرانسیسی زبان میں خطاب کیا جو اس ادارے کا سب سے بڑا اجتماع تھا۔ میں نے مترجم کے فرائض انجام دیئے اور ایسا ہی میں نے اس کی دیگر نجی محفلوں میں بھی کیا۔ ان میں سے ایک تقریب ۲۱۰ مشرقی تھرٹینتھ اسٹریٹ پر میرے اپارٹمنٹ میں ہوئی جو مجمع کے لحاظ سے چھوٹا پڑ گیا۔ ارنسیٹ کرابے، بولٹن ہال، کوریلس، گلبرٹ۔ ای۔ او اور یونیورسٹی سیٹلمنٹ کے مختلف مشاغل اور سرگرمیوں والے لوگ بھی موجود تھے۔ اسی وقت عزیزہ اسٹیلا روچسٹر سے آ پہنچی۔ حاضرین میں فلپس اسٹوکس، کیلوگ ڈرلینڈ، آرتھر بلارڈ اور ولیم انگلش والنگ تھے جبکہ ریڈیکل حلقوں کی ممتاز خواتین بھی آئی تھیں۔ للیان ڈی والڈ نرسوں کی تنظیم والی بہت گرم جوشی دکھا رہی تھی۔ اس نے بابشکا کے اعزاز میں ایک استقبالیہ کا اہتمام کیا اور لاتعداد لوگوں میں روسی مسئلے پر دلچسپی پیدا کردی۔

اکثر ایسا ہوتا کہ بابشکا رات گئے کی محفلوں کے بعد میرے گھر چلی آتی اور رات بسر کرتی۔ اس کا پانچویں منزل تک سیڑھیاں دوڑ کر چڑھنا جس میں توانائی ہوتی اور اس پر اس کی زندہ دلی مجھے شرمندہ کردیتی۔ ''ڈیر بابشکا'' ایک مرتبہ میں نے اس

سے پوچھا کہ ''برسہابرس کی قید اور ملک بدری کے باوجود تم اپنی جوانی کو کیسے سنبھالے رہیں؟'' ''اور تم بھی بتاؤ کہ تم کون سے جتن کر کے اپنی جوانی سنبھالے ہو حالانکہ تم اس روح فرسا اور مادی ملک میں رہتی ہو؟'' اس نے سوال جڑ دیا۔ اس میں طویل ملک بدری کے باوجود کبھی ٹھہراؤ نہ پیدا ہوا۔ اس میں ہمیشہ گزرتے ہوئے سیاسی حالات نے نئی توانائیاں بھری تھیں۔ ''مجھے لوگوں میں جوش وخروش پیدا کرنا پڑتا ہے اور خود کو بھی بحال رکھنا پڑتا۔'' اس نے کہا ''لیکن تمہاری اس ملک میں کیسے گزر رہی ہے جہاں مثالیت پسندی کو ایک جرم گردانا جاتا ہے، باغی کو برادری بدر اور جہاں روپیہ ہی معبود ہے؟'' میرے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا سوائے اس کے کہ میرے لیے دوسرے مشعل راہ تھے جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں جس میں تم بھی شامل ہو اور جس آدرش کو ہم نے چنا ہے وہی ثابت قدم رہنے کی ہمیں ہمت دیتا ہے۔ بابشکا کے ساتھ گزرنے والا وقت مجھے مالا مال کر رہا تھا جو میری عوامی زندگی کا نہایت قیمتی تجربہ بھی تھا۔

ہم روس کے لیے جو جان لیوا کام کر رہے تھے اسے مزید اہمیت اس وقت ملی جب سینٹ پیٹرز برگ میں ہونے والے ۲۲ جنوری کے بھیانک سانحے کی خبر آئی۔ ہزاروں افراد جن کی رہنمائی فادر گیپن کر رہے تھے۔ زار کے سرمائی محل کے سامنے اس لیے جمع ہوئے تاکہ اس سے اعانت کی درخواست کریں۔ انہیں گاجر مولی کی طرح کاٹ ڈالا گیا اور آمر کے دستوں نے نہایت سفاکی سے لوگوں کو ذبح کر دیا۔ بہت سے ترقی پسند امریکی بابشکا کے کاموں سے خود کو الگ تھلگ کیے ہوئے تھے۔ وہ اس کی ذات کو خراج عقیدت پیش کرنے کی حد تک روادار تھے۔ اس کی ہمت اور برداشت کو بھی۔ تاہم وہ اس کی روسی حالات کی روداد پر کان دھرنے کو تیار نہ تھے۔ ان کے دعوے کے مطابق حالات اتنے خراب نہیں ہو سکتے۔ ''خونی اتوار'' کو ہونے والی خونریزی نے اسے اندوہناک اہمیت دے دی اور بابشکا نے جیسی تصویر کشی کی تھی اس کی تردید ناممکن ہوگئی۔ یہاں تک کہ کنکنے لبرل بھی اپنی آنکھیں ان واقعات پر بند نہ رکھ سکے جو روس میں ہو رہے تھے۔

روس کے نئے سال ۱۹۰۵ء کی تقریب میں ہم نے ایک دائرے کی شکل میں کھڑے ہو کر سال نو کا آغاز کیا۔ بابشکا ایک نوجوان کے ساتھ 'کازاچک' رقص کرنے لگی۔ یہ منظر آنکھوں کے لیے جنت نگاہ تھا کہ ایک باسٹھ برس کی عورت جس کی روح جوان، رخسار سرخ وسفید آنکھیں روشن مقبول روسی رقص میں تیرتی پھر رہی تھی۔

جنوری میں بابشکا تقریری دورے پر روانہ ہوگئی اور میں دیگر دلچسپیوں اور سرگرمیوں میں پڑ گئی۔ میری عزیزہ اسٹیلا آخر موسم خزاں میں میرے ساتھ رہنے کے لیے آئی تھی۔ ایسا کرنا اس کے بچپن کے خوابوں میں سے ایک تھا۔ میکنلے جنون کے واقعے سے میرے بال بال بچ جانے سے میری بہن لینا کے رویے میں تبدیلی آ گئی تھی جو اسٹیلا کی ماں ہے۔ اس نے اسے مہربان اور مجھ سے محبت کرنے والی بنا دیا۔ وہ اب اسٹیلا کی مجھ سے محبت سے حسد نہ کرتی وہ اب یہ بھی سمجھ چکی تھی کہ میں اس کی بیٹی پر کتنا جان چھڑکتی ہوں۔ اسٹیلا کے والدین کو اب اندازہ ہو گیا تھا کہ ان کی بیٹی کو ترقی کرنے کے لیے نیویارک بہتر جگہ تھی اور وہ میرے ساتھ محفوظ بھی رہے گی۔ میں اس بات سے خوش ہو رہی تھی کہ میری پیاری سی بھانجی ملنے والی ہے جس کی پیدائش میری نوجوانی کے تاریک ایام میں جگنو ثابت ہوئی تھی۔ تاہم طویل عرصے کے انتظار کے بعد جب آمد کی نوبت آئی تو میں بابشکا کے ساتھ بے حد مصروف تھی اس لیے کافی وقت نہ دے پائی۔ بوڑھی انقلابی میری بھانجی پر گویا فدا ہوگئی اور وہ بھی اسی طرح بابشکا کی دلربائی کا شکار ہوگئی۔ پھر بھی ہم دونوں ایک دوسرے سے زیادہ کی توقع رکھتے تھے اور اب انقلابی ''دادی اماں'' کی روانگی کے بعد کم از کم ہم ایک دوسرے کے اور قریب ہو سکتے ہیں۔

اسٹیلا کو جلد ہی ایک جج کی سیکریٹری کی اسامی کی جگہ مل گئی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ موصوف خوف کے مارے مر جاتا اگر اسے معلوم ہو جاتا کہ یہ ایما گولڈ مان کی بھانجی ہے۔ میں نے نرسنگ کا کام دوبارہ شروع کر دیا۔ لیکن بہت جلد بابشکا اپنے مغربی ساحل کے دورے سے لوٹ آئی اور ایک مرتبہ پھر مجھے اس کے مشن کے لیے اپنا وقت وقف کرنا پڑا۔ اس نے مجھے اعتماد میں لے کر بتایا کہ اسے ایک قابل اعتماد آدمی کی ضرورت ہے جسے روس میں چوری چھپے اسلحہ پہنچانے کی ذمہ داری سونپی جا سکے۔ میرا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

خیال فوراً ایرک کی طرف گیا اور میں نے اسے اس کی جرأت اور استقلال کے متعلق بتلایا جو اس نے ساشا کے لیے سرنگ کھودنے میں دکھائی تھی۔ وہ خصوصاً اس کی اس خوبی سے بہت متاثر ہوئی کہ ایرک ایک لاجواب ملاح تھا اور کشتی رانی جانتا تھا۔ ''یوں فن لینڈ کے راستے رسل و رسائل میں سہولت ہوگی اور خشکی کے راستے بھیجنے کے مقابلے میں کم شبہات پیدا ہوں گے۔'' اس نے کہا تھا۔ میں نے بابشکا کا ایرک سے رابطہ کرادیا۔ اس نے خاتون کو بہت متاثر کیا۔ ''اس کام کے لیے مناسب ترین شخص'' اس نے کہا ''مزاج میں ٹھہراؤ، جری اور عمل کا خوگر۔ جب وہ نیویارک لوٹی ایرک اس کے ہمراہ گیا۔ بذریعہ دخانی جہاز اس کی روانگی کے انتظامات کیے جا چکے تھے۔ یہ بہت خوشگوار بات تھی کہ اپنے ظریف وائے کنگ سے ملاقات ہو اس سے پہلے کہ وہ اپنے پرخطر سفر پر روانہ ہو جائے۔

اس سے پہلے کہ یہ عظیم بوڑھی خاتون رخصت ہوتی میں نے اسے ۲۱۰ مشرقی تیرہویں اسٹریٹ پر الوداعی پارٹی دی۔ جس میں اس کے قدیم دوستوں کے علاوہ اس کے نئے دوست بھی شامل ہوئے جنہیں میری عزیز خاتون نے یہاں دوست بنایا تھا۔ اس خاتون نے پوری محفل کو اس شام اپنی رفیع اور آزاد روح سے لہلوٹ کر دیا۔ 'دادی اماں' کی پیشانی پر ایک شکن نہ آئی حالانکہ اس کے علم میں تھا اور ہم سب بھی جانتے تھے کہ واپسی پر اسے کن خطرات کا سامنا کرنا ہوگا جب وہ روسی آمریت کے بھٹ میں داخل ہوگی۔

بابشکا کی ملک سے روانگی تک مجھے نہ معلوم ہو سکا کہ کس جفاکشی میں میرے گزشتہ چند ماہ گزرے تھے۔ میں تقریباً ہلکان ہو چکی تھی اور نرسنگ کی ذمہ داریوں کا نبھانا دوبھر ہو رہا تھا۔ میں گزشتے کچھ عرصے سے محسوس کر رہی تھی کہ محنت کا کام، ذمہ داری اور اپنے پیشے میں پائی جانے والی تشویش کو میں زیادہ عرصے تک نہیں جاری رکھ سکتی جس کے ساتھ ہی میری عوامی سرگرمیاں بھی جاری رہیں۔ میں نے یہ بھی کوشش کی کہ جسمانی مالش والا کام لوں لیکن یہ نرسنگ سے بڑھ کر محنت طلب نکلا۔ میں نے اس مخمصے کا ذکر ایک امریکی دوست سے کیا جو ناخنوں کو حسین بنانے کا ہنر جانتی تھی اور اس کی اس پیشے میں اچھی خاصی گزر بسر ہو رہی تھی جبکہ وہ اپنے آفس میں صرف پانچ گھنٹے یومیہ کام کرتی تھی۔ اس نے مشورہ دیا کہ میں بھی یہی کروں کہ صرف چہرے اور چندیا پر مالش کا پیشہ اختیار کر لوں۔ بہت سی پیشہ ور خواتین کو اس کی ضرورت ہوتی ہے جس سے انہیں آرام ملتا ہے اور وہ اپنی گاہک عورتوں کو بھی میرے پاس جانے کا مشورہ دے گی۔ یہ بات مجھے انتہائی فضول لگی کہ میں خود کو ان مشاغل میں ڈال دوں۔ لیکن جب میں نے سولوٹاروف سے اس موضوع پر بات کی تو اس نے مجھے سمجھایا کہ میرے مفاد میں یہی چیز بہترین ہے کہ میں اسے بود و باش کا وسیلہ بناؤں اور پھر بھی میرے پاس اپنی تحریک کے لیے وقت نکل آئے گا۔ میرا اچھا سا دوست بولٹن ہال بھی اس تجویز کا حامی نکلا۔ اس نے جھٹ سے مجھے قرض دینے کی پیشکش کی تاکہ میں ایک جگہ بنا لوں اور اس نے پہلا مریض بھیجنے کا بھی وعدہ کیا۔ ''اگر تمہاری مہارت بھی میری چندیا پر بال نہ اگا سکی'' تو اس کے مطابق ''میں کم از کم تمہیں ایک گھنٹے کے لیے پابند کر دوں گا کہ تم خود مختاری کے حق میں میرے دلائل سنو۔'' میرے چند روسی دوستوں نے اس کاروبار کو کسی اور نقطہ نظر سے دیکھا۔ ایک مالش خانے سے اور بھی کام نکلیں گے۔ ان کا خیال تھا کہ روسی کام کے لیے یہ ایک دھوکے کی ٹٹی بن جائے گا جو اس کام کے ساتھ چلتا رہے گا۔ اسٹیلا نے اس خیال کی بہت حمایت کی کیونکہ اس کی وجہ سے مجھے نرسنگ کے طویل اوقات کار سے نجات مل جائے گی۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ میں ایک آفس کے لیے جگہ کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی۔ جو مجھے بلا کسی زحمت کے براڈوے پر واقع ایک عمارت کی بالائی منزل پر مل گیا جو ساتویں اسٹریٹ پر تھا۔ یہ چھوٹی سی جگہ تھی مگر یہاں سے ایسٹ ریور نظر آتا تھا، روشنی اور ہوا بھی خوب تھی۔ تین سو ڈالر کی رقم کے قرض اور چند خوشنما پردوں سے جو چند دوست عورتوں نے مجھے عاریتاً دیئے تھے۔ میں نے اپنے لیے ایک دلکش جگہ بنا لی۔

جلد ہی مریض آنے لگے۔ ماہ جون کے ختم ہونے سے پہلے ہی میں اتنا کما چکی تھی جن سے اخراجات پورے کرنے کے بعد میں نے قرض کا بھی ایک حصہ چکا دیا۔ کام سخت تھا لیکن علاج کے لیے آنے والے لوگوں میں زیادہ تر دلچسپ لوگ ہوتے۔ وہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مجھے پہچانتے تھے اس لیے ان سے شناخت چھپانے کی ضرورت نہ پڑتی۔ اس سے بھی بڑھ کر مجھے پرشور اور پرہجوم جگہوں میں کام نہ کرنا پڑتا۔ اور مجھے اس تشویش سے بھی نجات مل گئی جو مجھے اپنے نرسنگ کے مریضوں کے اغلب نتائج سے ہوتی تھی۔ میرے معاوضے کی شرح میں معمولی سا اضافہ بھی مجھے ہولانے لگتا اور اگر کوئی موت ہو جاتی تو میں ہفتوں بے چین رہتی۔ بطور نرس میں کبھی بھی عارضوں اور تکالیف سے جدا اور لاتعلق ہو کر رہنا نہ سیکھ سکی۔

موسم گرما کے مہینوں میں میرے زیادہ تر مریض دیہی علاقوں میں چلے گئے۔ اسٹیلا اور میں نے بھی فیصلہ کر لیا کہ ہم بھی تعطیلات منائیں۔ مناسب جگہ کی تلاش میں ہماری نظر پیلہام خلیج کے پاس ہنٹر جزیرے پر پڑی جو نیویارک کے قریب تھا۔ یہ اتنی مثالی جگہ تھی جس کے لیے ہم خواب بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ لیکن شہر کی ملکیت تھا اور ہمیں اس کا بھی علم نہ تھا کہ وہاں خیمہ نصب کرنے کے لیے کس سے اجازت لی جاتی ہے۔ اسٹیلا کو گویا الہام ہوا وہ اپنے جج صاحب سے کہے گی۔ کچھ دنوں کے بعد وہ فاتحانہ انداز میں کاغذ کا ایک پرزہ لہراتے ہوئے آئی۔ ''اب' ڈارلنگ'' وہ چیخی ''تم اب بھی اصرار کرو گی کہ جج صاحبان بے مصرف لوگ ہیں؟ یہ لیجئے یہ ایک پروانہ ہے کہ آپ ہنٹر جزیرے میں خیمہ لگا لیں!''

میری ایک دوست کلارا فیلبرگ اپنی بہن اور ایک بھائی کے ہمراہ ہم سے آملی ہم نے ابھی وہاں ٹھیک سے جزیرے پر اطمینان کا سانس بھی نہ لیا تھا اور نہ ہی جزیرے کے سکوت اور حسن سے لطف اندوز ہو سکے تھے کہ کلارا نیویارک سے واپسی پر یہ اطلاع لائی کے پاول آرلینیف طائفہ شہر میں پھنس گیا ہے۔ اس کے ارکان کو فلیٹ سے کرائے کی عدم ادائیگی کی وجہ سے نکال باہر کیا گیا ہے اور اب وہ نان شبینہ کے محتاج ہیں۔

پاول نکولایوچ آرلینیف اور مادام نازیموا ۱۹۰۵ء کے اوائل میں امریکہ آئے تھے اور ایسٹ سائڈ کے علاقے میں چیری کوف کے کھیل (Chosen People) 'منتخب لوگ' کی لاجواب پیشکش سے دھوم مچا دی تھی۔ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ روس میں مصنفین کے ایک گروہ اور ناٹک نگاروں نے آرلینیف کو مجبور کیا تھا کہ وہ اس کھیل کو ملک سے باہر لے جا کر دکھلائے جو روس کے طول و عرض میں جاری قتل عام کے خلاف ایک احتجاج ہوگا۔ آرلینیفی طائفہ اس وقت وارد ہوا جب بالشکا کی سرگرمیاں اپنے عروج پر تھیں جس کی وجہ سے میں روسی اداکاروں سے بلاواسطہ ملاقات نہ کر سکی۔ لیکن میں نے ان کے تمام کھیل دیکھے تھے۔ جن میں جوزف کینز شامل نہیں ہے۔ میں کسی ایسے اداکار کو نہیں جانتی جس کا موازنہ پاول آرلینیف سے کیا جا سکے۔ یہاں تک کہ کینز بھی اس کمال کی اداکاری نہ کر سکا جیسی کہ ''جرم و سزا'' کے کھیل میں بطور رسکول نیکوف یا متکا کارامازوف کے کردار آرلینیف نے نبھائے تھے۔ اس کا فن الینور دوس کے ہم پلہ تھا۔ اس نے انسانی جذبات کے نازک فرق میں بھی جان ڈال دی تھی۔ آلا نازیموا بھی 'منتخب لوگوں' میں بطور سیج بہت نفیس ثابت ہوئی اپنے دیگر کرداروں کی طرح۔ باقی اداکاروں کا یہ حال تھا کہ اس معیار سے ملتی جلتی اداکاری بھی اس سے پہلے کبھی امریکی اسٹیج پر پیش نہ ہوئی تھی۔ اس لیے مجھے یہ سن کر ایک دھچکہ لگا کہ آرلینیف طائفہ جس نے ہمیں اتنا بہت سا دیا خود کو بے یار و مددگار پائے جس کے پاس نہ رقم ہو نہ کوئی دوست۔ ہم آرلینیف کے لیے اس جزیرے پر ایک اور خیمہ نصب کر سکتے ہیں۔ میں نے سوچا لیکن اس کے دس آدمیوں کے لیے کیا کیا جائے؟ کلارا نے تھوڑی سی رقم بطور قرض لا دینے کا وعدہ کیا۔ اور ہفتہ بھر میں پورا طائفہ جزیرے پر ہمارے ساتھ مقیم تھا۔ یہ ایک پکنک لگا مجمع تھا اور رنگا رنگ زندگی۔ ہمارے چین و راحت والے موسم گرما کی حسرت ہوا ہو چکی تھیں۔ دن کے اوقات میں جب میں اور اسٹیلا شہر کی سڑی گرمی میں کام کے لیے آتے تو اس پر تاسف کرتے کہ ہنٹر جزیرہ ہمارے لیے ہنگاموں سے دور کوئی جائے پناہ نہیں رہا۔ لیکن رات میں الاؤ کی آگ کے گرد جب آرلینیف بیچ میں بیٹھ کر گٹار بجاتا اور اپنی ہی دھن پر گانے لگتا تو سارا طائفہ آواز ملانے لگتا اور جب سمادر کی سنسناہٹ کے پس منظر میں خلیج کے عقب کی صدائیں گونجنے لگتیں تو ہم دن بھر کی کلفتیں فراموش کر دیتے اور روس کے دکھوں کی فریادوں سے ہماری روحیں لبریز ہو جاتیں۔

روس سے روحانی قربت نے ساشا کی یاد کا زخم پھر سے ہرا کر دیا۔ مجھے اندازہ ہے کہ ساشا ہماری ولولہ خیز راتوں کے ذکر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے خوش ہوگا۔اس کے جذبات میں کیسا تلاطم برپا ہوگا اور اسے ان نغمات سے کتنی تسکین حاصل ہوتی جو اس کے مالوف وطن کے تھے اور جن پر وہ فدا تھا۔ یہ ۱۹۰۵ء میں جولائی کا مہینہ تھا۔آج سے ٹھیک تیرہ سال پہلے وہ مجھ سے اس لیے رخصت ہوا تھا تا کہ ہمارے آدرش کے لیے اپنی جان کو داؤ پر لگا دے۔اس کی مصلوبی (Calvary) جلد ہی ختم ہونے والی تھی مگر آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا کے مصداق اسے مزید ایک سال 'کارگاہ' میں بسر کرنا تھا۔وہ جج جس نے اکیس برس کی غیر انسانی سزا سنا کر ایک اور سال کا اضافہ کر دیا تھا آج اس وقت سے بھی زیادہ بربریت آمیز لگ رہا تھا بمقابلہ ستمبر ۱۸۹۲ء کے اس دن کے جس روز مقدمے کی سماعت ہوئی تھی اس کے باوجود اب ساشا آزاد ہوگا اور جیلروں کے چنگل سے نکل جائے گا۔

اس بات نے میرے رنج واندوہ میں کمی کر دی جب میں سوچنے لگی کہ اب ساشا کو صرف سات اور مہینے 'کارگاہ' میں گزارنے ہیں۔پنسلوانیا کے قوانین کے تحت اسے اسیری کے آخری سال میں پانچ ماہ کی تخفیف ملنا تھی۔لیکن یہ دلاسا بھی جلد ہی جاتا رہا۔ساشا نے اپنے خط کے ذریعے مجھے اطلاع دی۔حالانکہ قانوناً وہ سزا میں پانچ ماہ کی تخفیف کا حق دار ہے۔لیکن اسے معلوم ہوا ہے کہ 'کارگاہ' کے اہل اختیار نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ مجھے ایک ''نیا'' قیدی سمجھا جائے اور محض دو ماہ کی تخفیف دی جائے۔ بشرطیکہ میرا چال چلنا ''ٹھیک'' رہے۔ساشا کو زہر کا پیالہ آخری قطرے تک پینے پر مجبور کیا جا رہا تھا۔

کئی مہینے ہوئے ساشا نے اپنے ایک دوست کو میرے پاس بھیجا تھا جسے اس نے 'چم' کا نام دیا تھا۔جبکہ اس کا نام جان مارٹن تھا۔یہ مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ وہ اشتراکیت نواز رجحان رکھتا تھا۔وہ جیل میں بنائی کے شعبے میں غیر سرکاری استاد تھا۔اس نے اس کام کو کسی ضرورت کے بجائے اس لیے قبول کیا تھا کیونکہ وہ قیدیوں کی مدد کرنے کا منصوبہ رکھتا تھا۔اسے مغربی اصلاحی جیل میں کام شروع کرنے کے کچھ ہی دنوں کے اندر ساشا کے متعلق معلوم ہوا تھا۔جب ہی سے وہ ساشا سے رابطہ میں آ گیا اور اس کی تھوڑی بہت مدد کرنے لگا۔مجھے ساشا کے خطوط سے معلوم ہوا کہ وہ خود کو جوکھم میں ڈال کر اس کے لیے اور دوسروں کے لیے نیکی کے کام کرتا رہتا ہے۔

جون مارٹن نے یہ بحث چھیڑ دی کہ معافی بورڈ کے سامنے ایک مرافعہ کیا جائے تا کہ 'کارگاہ' میں سال بھر کا حکم کالعدم کر دیا جائے۔یہ بات اس کے لیے ناقابل برداشت تھی کہ ساشا جسے وہ ایلکس کے نام سے مخاطب کرتا قید میں برسہا برس رہنے کے بعد ایک دوسری جیل میں پہنچا دیا جائے۔میں مارٹن کی حسین روح سے بے حد متاثر ہوئی۔لیکن چونکہ ہم اپنی سابقہ مساعی میں ساشا کو رہا کرانے میں ناکام رہے تھے اس لیے مجھے یقین تھا کہ اس مرتبہ بھی ہم کسی کامیابی کی توقع نہیں کر سکتے۔اس کے علاوہ مجھے معلوم تھا کہ وہ بھی کسی ایسی کوشش کو پسند نہ کرے گا۔اس نے تیرہ سال جھیل لیے تھے اور وہ مزید دس ماہ برداشت کر لے گا بجائے اس کے کہ کسی سے بھیک مانگی جائے۔میرا قیاس درست تھا جس کی تصدیق ساشا کے ایک خط سے ہوگئی۔وہ دشمن سے کچھ بھی نہیں لینا چاہتا تھا۔اس نے لکھا۔

علیل کر دینے والے پُرتشویش دن جو ایک جیل سے دوسرے قید خانے میں منتقلی کے تھے ختم ہوئے۔دو دن کے بعد مجھے اصلاحی جیل سے اس کا آخری رقعہ ملا۔متن یہ ہے۔

عزیز من لڑکی

- یہ بدھ کی صبح ہے اور مہینے کی انیسویں۔بالآخر!
- ہم ابھی بھی اسکول کے پہلے دن کو بھولے نہیں
- ہمارے ساتھ جو ساتھی تھے وہ بھی ذہن میں محفوظ ہیں
- اور وہ دن بھی ہم بھولے نہیں جب ہم نے پہلا خط لکھا تھا
- اور یہ بھی کہ اس طالبعلم نے میرے خط کا جواب ہاں میں دیا تھا

اس چار دیواری میں میرے آخری خیالات صرف تمہارے متعلق ہیں عزیز دوست جوائل ہے.....ساشا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مئی ۱۸ کو محض دس ماہ رہتے ہیں جو رہائی کا مایہ ناز دن ہوگا..... یہ دن تمہاری کامرانی کا ہوگا اور میرے لیے بھی!

اس دن جب میں اپنے خیمے کی طرف لوٹی تو آرلیئیف پہلا فرد تھا جس نے میرے تپیدہ جوش کو بھانپ لیا۔ ''تم میں تو ایک نئی زندگی پڑ گئی ہے، مس ایما'' وہ جوش میں بولا۔ ''تمہیں، کون سا خوشگوار واقعہ درپیش آیا ہے؟'' میں نے اسے ساشا کے متعلق بتایا ،اس کا روس میں پروان چڑھ کر جوان ہونا اور امریکہ میں اس کی زندگی۔ اس کا کارنامہ اور طویل اسیری ''عظیم المیے کا ایک کردار!'' آرلیئیف بڑے جوش وخروش سے حیرانی میں بولا ''اس کا پیغام پھیلانے کے لیے اور لوگوں کے دلوں میں اسے اتارنے کے لیے..... مجھے بہت خوشی ہوگی کہ اس کا کردار اسٹیج پر کروں! اتنے بڑے فنکار کا اس طرح ساشا کی روح کے حسن کی قوت سے یوں متاثر ہو جانا میرے زخم کے لیے پھایا تھا۔

آرلیئیف نے زور دے کر کہا کہ مجھے اپنے امریکی دوستوں سے رابطہ کراؤ میں اس کی مترجم اور مینجر جو تھی۔ وہ کسی نابغہ روزگار سے کم نہ تھا وہ صرف فن کی دنیا میں ڈوبا رہتا ہے۔ فن کے علاوہ اسے دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہتی۔ کسی کے لیے یہی کافی تھا کہ اسے اپنے ہونے والے کھیل کے کسی کردار میں ڈوبا ہوا دیکھ لے۔ اور یہ اندازہ ہو جائے کہ وہ کس قدر عظیم فنکار تھا۔ جس کردار کو اسے پیش کرنا ہوتا اس کا ہر پہلو اور نازک سے فرق کو بھی وہ بہت پہلے سے تخلیق کرنے لگتا اور منزل کی جانب چیونٹی کی رفتار سے بڑھتا۔ اس کے لیے ہفتوں پیچ وتاب کھاتا یہاں تک کہ کردار تکمیل پا جاتا اور اس میں حیات نہ دوڑنے لگتی۔ نقطہ کمال حاصل کرنے کی کوشش میں وہ اپنی ذات پر بھی رحم نہ کرتا اور ویسی ہی بے دردی کا سلوک وہ اپنے طائفے پر بھی کرتا۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ آدھی رات گزرنے کے بعد اپنے کردار کے تقاضوں سے مغلوب شخص مجھے بستر میں سے کھینچ کر نکال لیتا اور میرے خیمے کے باہر چیختا اور چلاتا ''مجھے مل گیا! مجھے مل گیا!'' نیند کی ماری میں پوچھتی کہ وہ کون سی انمول شے ہے جو تمہارے ہاتھ لگ گئی ہے۔ تب معلوم ہوتا کہ رسکول نوکوف کی خودکلامی کا محض ایک نیا چرکا تھا یا متکا کا رامازوف کی کثرت مے نوشی کا کوئی معنی خیز اشارہ ہوتا۔ آرلیئیف بظاہر تخلیق کاری کی آگ میں جلتا ہوا نظر آتا۔ یہ بات سمجھنے میں مجھے کچھ وقت لگا اور جس سے مجھے تحریک ہوئی کہ میں کیا کروں کہ جس سے پوری دنیا اس فن سے محظوظ ہو سکے جس کا میں نے ہنٹر جزیرے میں ان ناقابل فراموش ہفتوں میں مشاہدہ کیا تھا۔

کچھ دنوں تک تو میرے کرنے کے لیے کچھ نہ تھا سوائے پاول نکولایوچ کے لاتعداد مہمانوں کی خدمت کرنے کے۔ کئی قابل اعتماد اخباری نمائندے جن سے میں شناسا تھی آرلیئیف سے اس کے منصوبوں کے متعلق انٹرویو کرتے رہے اور اسی زمانے میں تھرڈ اسٹریٹ پر واقع ہال میں چند تبدیلیوں کے ذریعے تھیٹر بنانے کے کام کا آغاز ہو گیا۔ آرلیئیف روزانہ شہر جانے پر اصرار کرتا تاکہ کام کی ہدایات دے سکے جس سے چھوٹی چھوٹی تفصیلات پر ہال کے مالک سے تنازعات پیدا ہونا ناگزیر تھا۔ پاول روسی کے علاوہ کوئی اور زبان نہیں بول سکتا تھا اور میرے علاوہ کوئی اور نہ تھا جو اس کے مترجم کے فرائض انجام دے سکے۔ مجھے اپنا وقت اپنے دفتر اور مستقبل میں ہونے والے تھیٹر کے لیے تقسیم کرنا پڑا۔ جھٹ پٹے میں ہم جزیرے پر لوٹتے۔ گرمی اور تکان سے ادھ موئے۔ آرلیئیف بالکل حواس باختہ ہوتا اس کی وجہ وہ چھوٹی چھوٹی جھلاہٹیں ہوتیں جن سے نمٹنے کی اس میں صلاحیت ہی نہ تھی۔

ہنٹر جزیرے پر زہریلی عشق پیچاں کی بہتات اور مچھروں کے دلوں نے ہمیں بالآخر شہر کی طرف پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ طائفے کے صرف گٹھیل دہقانی اداکار وہاں رہ گئے۔ وہ دونوں بلاؤں سے لڑنے پر مجبور تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے پاس رہائش کے لیے کوئی اور جگہ نہ تھی۔ یوم محنت کے بعد میرے مریضوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا اور روسی کھیل کے لیے ابتدائی تیاریوں کا کام بھی شروع ہو گیا جس میں خط وکتابت میں اضافے کے ساتھ امریکی دوستوں سے ذاتی ملاقاتوں کے ذریعے نشر واشاعت بھی شامل تھی۔ جیمز ہینکر جس سے میں کئی برس سے نہیں ملی تھی اس نے آرلیئیف کے متعلق لکھنے کا وعدہ کیا اور دیگر نقادوں نے بھی حمایت کرنے کا عہد کیا۔ ہماری کوششوں میں کئی دولتمند یہودیوں نے بھی ہاتھ بٹایا جن میں بینکار سیلگمین بھی تھا۔

ایسٹ سائڈ کمیٹی کے ارکان جب دیہی علاقے سے لوٹے تو انہوں نے پوری لگن سے کام کرنا شروع کر دیا تاکہ آرلیئیف

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے اپنے وعدے کو نبھائیں۔ چند گھروں پر کھیلوں کا آموختہ کیا جاتا خاص طور پر سولوٹاروف اور براسلاؤ کے گھر پر، آخر الذکر آج کل پاول نکولاویچ کا میزبان تھا۔ جو ایک فنکارہ صوفیہ کے والدین تھے اور جو اوپیرا میں کام کرنے کا پیشہ اختیار کرنے کے لیے تربیت لے رہی تھی۔ ڈاکٹر اور ان کی اہلیہ مسز براسلاؤ اپنے مہمانوں کے موڈ اور نفسیات کو اس لیے خوب سمجھنے لگے تھے۔

ان کے دلوں میں ان کے اور مریضوں کے لیے گہری ہمدردی تھی جبکہ ایسٹ سائڈ کے چند لوگ ڈالر اور سینٹ کی زبان میں گفتگو کرتے۔ براسلاؤ میاں بی بی دلکش لوگ تھے، بے ریا مہمان نواز روحیں۔ ان کے گھر پر میں نے جتنی شامیں گزاریں ان میں ہمیشہ آزادی اور بے تکلفی کا احساس ہوتا۔

یہودیوں کے ریڈیکل اخبارات نشر و اشاعت کے کام میں سرگرمی سے مدد کرتے۔ سوشلسٹ روزنامے فارورڈ کا مدیر ایب کاہان اکثر کھیلوں کا آموختہ سننے کے لیے چلا آتا اور آر لیف کے فن کی اہمیت پر اکثر لکھا کرتا۔ فری آر ہیٹر اسٹیج نے بھی کافی شہرت دی اور یہی دیگر ایسٹ سائڈ کے ایڈیشن اخبارات نے بھی کیا۔

کئی دیگر مصروفیات جن میں میرا دفتری کام اور تقاریر ہوتیں میرا وقت ان میں صرف ہوتا۔ لیکن میں نے کبھی ان دوستوں کو بھی نظر انداز نہ کیا جن کی یہ عادت تھی کہ وہ میرے اپارٹمنٹ میں جمع ہو جاتے تھے۔ میرے وہاں آنے والوں میں ایم کاٹز، چایم زہٹلو وسکی بھی تھے۔ کاٹز میرے چہیتوں میں ایک خاص مقام رکھتا تھا۔ وہ اور سولوٹاروف میرے ان دنوں جانثار تھے جب موسٹ سے جھگڑے کی وجہ سے میں برادری بدر ہو چکی تھی اور پھر بعد میں جب ملک گیر میکنلے بخار چڑھا ہوا تھا۔ درحقیقت حالات کے جبر نے عزیز کاٹز کو سولوٹاروف کے مقابلے میں مجھ سے زیادہ شیر و شکر کر دیا تھا جس کی وجہ کام اور نہایت بے تکلفی والی سماجی ملاقاتیں تھیں۔

زہٹلو وسکی بابشکا کے ساتھ امریکہ آیا تھا۔ یہ سوشلسٹ انقلابی تھا اور باعمل یہودی تھا۔ وہ یہ کہتے ہوئے کبھی نہ تھکتا کہ چونکہ میں یہودی نژاد بیٹی ہوں اس لیے مجھے یہودیوں کے مفادات کے لیے کام کرنا چاہیے۔ میں اسے یہی جواب دیتی کہ مجھے پہلے بھی یہی مشورے مل چکے ہیں۔ ایک نوجوان سائنسدان جس سے میں شکاگو میں ملی تھی جو میکس باگنسکی کا دوست تھا اس نے بھی مجھ سے درخواست کی تھی کہ مجھے یہودیت کے مقاصد کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہیے۔ میں نے وہی جواب زہٹلو وسکی کو بھی دیا جو دوسروں سے کہہ چکی تھی کہ جب میں آٹھ برس کی تھی تو میں یہ خواب دیکھا کرتی تھی کہ میں ایک یہودن ہوں گی اور خود کو اس حال میں پاتی کہ ہولوفرنس (Holofernes) کا سر قلم کر رہی ہوں اور اپنے لوگوں سے ہونے والی ناانصافی کا انتقام لے رہی ہوں۔ لیکن چونکہ مجھے اندازہ ہو چکا ہے کہ سماجی ناانصافی کا شکار صرف میرے ہی ہم مذہب نہیں ہیں اس لیے میں نے فیصلہ کیا کہ چاروں طرف بہت سے ایسے سر ہیں جنہیں اس یہودن کو کاٹنا ہے۔

ہمارا ۲۱۰ مشرقی تھرٹینتھ اسٹریٹ کا حلقہ شکاگو سے میکس، ملی اور اس کی چھ ماہ کی بیٹی کی آمد سے توسیع پا گیا۔ ریاست اور کلیسا جو مادریت کے تقدس کے نقیب ہیں انہوں نے اپنی اصلیت فوراً ظاہر کر دی جب انہیں پتہ چلا کہ اس نے مقتدرہ کی اجازت کے بغیر ماں بننے کی جرأت کی تھی۔ اسے مجبور کیا گیا کہ وہ شکاگو کے اسکول میں استانی کی ملازمت کو چھوڑ دے جہاں وہ کئی برس سے کام کر رہی تھی۔ یہ سب کچھ ایک نہایت بدقسمت لمحے پر ہوا۔ جب میکس آر ہیٹر زینٹنگ کے مدیری بورڈ کی ملازمت بھی ترک کر چکا تھا جس کا بانی آگسٹ سپایز تھا اور آج کل اخبار اپنی غیر سیاسی پالیسی ترک کرتا جا رہا تھا۔ میکس برسہا برس سے ان سوشلسٹ سیاستدانوں سے لڑ رہا تھا جو اس داؤ پیچ میں لگے ہوئے تھے کہ آر ہیٹر زینٹنگ کو ایک ووٹ سمیٹنے والا ادارہ بنا دیا جائے۔ چونکہ وہ لڑائی جھگڑوں کا ماحول اور سازشیں نہیں برداشت کر سکتا تھا اس لیے وہ مستعفی ہو گیا۔

میکس کو شہر کی انسانیت کش فضا سے نفرت تھی اور جان لیوا بود و باش سے بھی۔ وہ فطرت اور مٹی پر جان دیتا تھا۔ اپنے دوست بولٹن ہال کی فیاضی اور مہربانی کی وجہ سے میں اس قابل ہوئی کہ میکس اور اس کے چھوٹے سے کنبے کو دیہی علاقے میں ایک چھوٹی سی جگہ دلا دی۔ جو اوسٹی لنگ سے ساڑھے تین میل کے فاصلے پر تھی۔ یہ جگہ بولٹن نے مجھے ان دنوں میں دی تھی جب گھر کے مالکان مجھے نکالنے پر کمر بستہ تھے۔ ''تمہیں یہاں سے کوئی نہ نکال سکے گا۔'' اس نے مجھ سے کہا تھا ''تم اسے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

زندگی بھر استعمال کر سکتی ہو اور یا تم اس کی قیمت اس وقت چکا سکتی ہو جب تمہاری سونے کی کان نکل آئے۔'' گھر پرانا اور ہل رہا تھا اور قرب و جوار میں پانی بھی نہ تھا۔ لیکن اس کا سنگلاخ حسن اور ویرانہ اور پہاڑی پر سے اس کا عظیم الشان منظر ان سب نے مل کر اس کمی کو پورا کر دیا تھا جو آسائشات کی کمی سے محسوس ہوتیں۔ ہال کی اجازت سے میکس، ملّی اور شیر خوار اس فارم پر رہنے لگے۔

میرے مریضوں کی تعداد میں معتد بہ اضافہ ہو گیا۔ ان میں چودہ مختلف شعبوں سے وابستہ خواتین تھیں اس کے علاوہ زندگی کے ہر شعبے کے مرد بھی تھے۔ زیادہ تر عورتیں یہ دعویٰ کرتیں کہ وہ آزاد ہیں اور خود مختار ہیں۔ ایک حد تک یہ بات درست بھی تھی کہ وہ اپنی کمائی پر زندگی بسر کر رہی تھیں۔ لیکن اس کی انہیں مہنگی قیمت ادا کرنا پڑ رہی تھی اور فطرت کے واحد سرچشمے پر بند باندھے رکھنے پر مجبور تھیں۔ 'لوگ کیا کہیں گے' کے خوف نے انہیں محبت اور گہرے تعلقات سے محروم کر رکھا تھا۔ وہ کتنی تنہا تنہا تھیں یہ دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا تھا۔ وہ مرد کی محبت کے لیے ترستی تھیں اور بچوں کے لیے کڑھتی تھیں۔ ان میں یہ ہمت نہ تھی کہ وہ دنیا سے کہہ دیتیں کہ اپنے کام سے کام رکھو۔ عورتوں کی آزادی بسا اوقات روایتی شادی سے موازنہ کرنے پر سانحہ بن جاتی۔ ہاں انہیں اتنی آزادی مل چکی تھی کہ اپنی کفالت خود کر رہی تھیں لیکن ابھی تک وہ نہ تو فکری آزادی سے ہمکنار ہو سکی تھیں نہ ہی ذاتی زندگی میں آزادی میسر آئی تھی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

باب ۲۹

اکتوبر ۱۹۰۵ء میں روسی انقلاب کے برپا ہونے کی خبر نے ہم میں بجلی کی رو دوڑا دی اور ہم سب پر شادی مرگ طاری ہوگیا۔ کئی مہیب واقعات جو سرمائی محل کے سامنے ہونے والے قتل عام کے بعد ہوئے انہوں نے اتنی دور امریکہ میں ہمیں مستقل تناؤ کا شکار رکھا۔ کالیف اور بالماشوف جو سوشل انقلابی پارٹی کے جنگجو دھڑے کے ارکان تھے۔ انہوں نے ۲۲ جنوری کو ہونے والی قتل و غارتگری کا بدلہ لینے کے لیے گرینڈ ڈیوک سرگیس اور شپیاگن کی جان لے لی۔ ان اقدامات کے بعد روس کے طول و عرض میں عام ہڑتال ہوئی جس میں سماج کے تمام طبقات کی اکثریت نے حصہ لیا یہاں تک کہ سماج کے راندہ درگاہ اور ذلت کے مارے طبقے یعنی بیسواؤں نے بھی مشترک مقصد کے لیے عوام الناس کا ساتھ دیا اور عام ہڑتال میں شریک ہوگئیں۔ اس سرزمین جس پر زار سوار تھا اس میں ہیجان پیدا ہوگیا اور وہ خم ٹھونک کر کھڑا ہوگیا۔ مغلوب سماجی قوتیں اور لوگوں کے گھٹے ہوئے مصائب نے سب کچھ توڑ ڈالا اور بالآخر انقلابی لہروں میں قوت اظہار تلاش کرلیا جو ہمارے محبوب 'ماتشکا روسیا' روس کو بہائے لیے جارہا تھا۔ ایسٹ سائیڈ کے ریڈیکل جوش مسرت کے ہیجان میں مبتلا تھے۔ اپنا زیادہ وقت بڑے بڑے جلسوں میں گذارتے اور ان معاملات کو کیفوں میں زیر بحث لاتے۔ اپنے سیاسی اختلافات کو فراموش کر کے باہمی یگانگت کا اس لیے مظاہرہ کررہے تھے کیونکہ ان کے پدری وطن میں تابناک واقعات رونما ہورہے تھے۔

عین اس وقت جب یہ واقعات نقطۂ کمال کو چھو رہے تھے آرلینیف اور اس کے طائفے نے تھرڈ سٹریٹ کے مختصر تھیٹر میں اپنی پہلی پیشکش کی۔ کسی کو ذرہ بھر پرواہ نہیں تھی کہ جگہ کتنی بھدی ہے' صوتی نظام کتنا خراب ہے۔ مناظر کے پردے بدذوقی میں رنگے ہوئے' بے میل اشیاء نمائش کے لیے رکھی تھیں وہ دوستوں سے مانگے تانگے سے حاصل کی گئیں تھیں؟ ہمارے ذہنوں میں تو نوزائیدہ روس بسا ہوا تھا۔ اور اس خیال نے ہم پر سحر کردیا تھا کہ یہ عظیم فنکار جو کچھ پیش کرنے جارہے ہیں وہ ہماری زندگیوں کے خواب ہیں۔ پہلی مرتبہ جب پردہ اٹھا تو ناظرین کی طرف سے فنکاروں کی پذیرائی کے لیے ایک کڑکتا ہوا فاتحانہ نعرہ بلند ہوا۔ جس نے انہیں اظہار فن کے معراج پر پہنچادیا اور وہ اپنی گذشتہ کارگذاری سے بھی کئی منزل آگے چلے گئے۔

یہ چھوٹا سا تھیٹر نیویارک کے ڈرامائی فن کے صحرا میں ایک نخلستان بن کر ابھرا۔ سینکڑوں امریکیوں نے ان پیشکشوں کو دیکھا۔ اگرچہ وہ زبان سمجھنے سے قاصر تھے پھر بھی وہ آرلینیف طائفے کے فن کے طلسم میں گرفتار ہوگئے۔ اتوار والی راتیں پیشہ وروں کے لیے مخصوص تھیں۔ تھیٹر میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی جو تھیٹر کے مینجروں' فنکاروں اور فنکاراؤں سے کھچا کھچ بھر چکا تھا جن میں ایتھل بیری مور اور اس کا بھائی جون' گریس جارج' منی ماڈرن فسک اور ہیریسن گرے فسک اس کا شوہر' بین گریٹ' مارگریٹ آنگلن' ہینری ملر اور لاتعداد دیگر لوگ۔ اس کے علاوہ شہر کے تمام مصنفین اور ناقدین مستقل پھیرا لگانے والے تھے۔ ''مس اسمتھ'' بطور آرلینیف کے مینیجر کے ان کا استقبال کرتی اور پردے کے پیچھے انہیں ستاروں سے ملانے لے جاتی اور ان کے ستائشی الفاظ کو ترجمہ کر کے اس کو سناتی۔ تاہم اس بات کا خیال رکھتی کہ ہمیشہ اس کے تمام جوابوں کا ترجمہ نہ کیا جائے۔

ایک موقع ایسا آیا جب کھیل کے ختم ہونے پر آرلینیف اور مام نازی موا کے اعزاز میں ایک نہایت ممتاز تھیٹر کے مینیجر نے دعوت کی۔ اور میزبان نے آرلینیف سے نپے تلے سوالات پوچھنے شروع کردیے ''تم جب آوسوالڈ کا کردار ادا کرتے ہو تو اپنا سر اس انوکھے انداز میں کیوں اٹھائے رہتے ہو۔ خصوصاً جب تم چبوترے پر نمودار ہوئے تھے؟۔۔۔۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا اگر تم اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کردار کی گفتگو کو کم کر دو جو جرم و سزا میں ہوتی ہے؟۔۔۔تمہیں اس میں زیادہ آمدنی ہو سکتی ہے اگر تم کھیل کا خاتمہ طربیہ کر دو؟'' میں نے تمام سوالات ایک ہی سانس میں سنا ڈالے۔''اس سے کہو کہ یہ بے وقوف ہے!'' آرلینیف گرجا اس کی دونوں بھوئیں غصے میں مل سی گئیں۔ ''اسے بتاؤ کہ اسے چمنی صاف کرنے کا کام اختیار کرنا چاہیئے بجائے تھیٹر کی مینجری کے۔اس سے کہو کہ میری طرف سے جہنم میں جائے'' اس کے منہ سے روسی مغلظات کا ریلا نکل پڑا جو انگلو سیکسن کانوں کے لیے بہت چٹ پٹے ہوتے ہیں۔نازی موا بڑے تناؤ میں بیٹھی فرانسیسی میں گفتگو کرتی رہی اور ظاہر کر رہی تھی کہ جیسے وہ نہیں سن رہی لیکن اپنی بڑی بڑی اور متوحش نظروں سے دزدیدہ انداز میں نظر ڈالے جاتی۔آرلینیف کی گرما گرم گفتگو کا میرا ترجمہ ایک حد تک 'سفارتی' تھا۔

روسی انقلاب ابھی بہ مشکل پنپ رہا تھا کہ اسے بڑی گہرائی میں دھانس دیا گیا اور سورماؤں کو ان کے خون میں ڈبو دیا گیا۔کوساک (زار کے سپاہی) کی دہشت ہر خطے میں پھیل گئی۔تشدد، قید و بند اور سولیاں اپنے جان لیوا کام کرنے لگیں۔ہماری روشن امیدیں تاریک مایوسیوں میں ڈھل گئیں۔پورے ایسٹ سائیڈ نے عوام الناس کے کچل جانے کے سانحے کو شدت سے محسوس کیا۔

روس میں یہودیوں کا ازسرِنو قتل عام امریکہ کے لاتعداد یہودی گھرانوں کے لیے آنسوؤں اور غم واندوہ کا سبب بنا۔اپنی مایوسی اور تلخی میں روشن خیال روسی اور یہودی ہر روسی شے کے خلاف ہو گئے۔اور اس کے باعث اس چھوٹے سے تھیٹر کے سامعین گھٹنے لگے۔اور تب تاریکی اور کسی کونے کھدرے سے ایک گھناؤنی سرگوشی ہوئی کہ آرلینیف کے طائفے میں 'بلیک ہنڈریڈ' کے ارکان موجود ہیں جو یہودی پھانسنے والے منظم روسی گروہ کا نام ہے۔جس کے نتیجے میں ایک نمایاں بائیکاٹ دیکھنے میں آیا۔کوئی بھی یہودی اسٹور، ریسٹورینٹ یا کیفے روسی ناٹکوں کے اشتہاروں کو قبول کرنے کا روادار نہ تھا۔ریڈیکل اخبارات نے ان قطعاً بے بنیاد افواہوں کے خلاف بہت احتجاج کیا لیکن بے سود۔ان بغض سے بھرے ہوئے الزامات کی وجہ سے آرلینیف دل شکستہ ہو گیا۔اس نے تو ناچمان میں اپنی روح بھر دی تھی جو ''دی چوزن پیپل'' کا ہیرو تھا اور روسی مقاصد کی طرفداری کرتا تھا۔بربادی اسے گھور رہی تھی اور قرض خواہ اسے گھیرے ہوئے تھے اور روزانہ کی پیشکش سے عمارت کا کرایہ بمشکل نکل رہا تھا۔

آرلینیف نے ایک مرتبہ مجھے بتایا تھا کہ اس نے ایک کھیل کی پیشکش حصول سند کے لیے کی تھی۔میرے اور مادام نازیموا کے لیے جس کا بندوبست لندن میں بیربوم ٹری نے کیا تھا۔یہ بہت نتیجہ خیز رہا اور اس میں برطانوی اسٹیج کے انتہائی ممتاز مرد و زن نے شرکت کی تھی۔میرے بھی ذہن میں یہ خیال آیا کہ کیوں نہ ہم بھی نیویارک میں ان ہی خطوط پر انتظام کریں۔یوں شدید درکار رقم جمع کرنے میں مدد ملے گی اور شائیدایسٹ سائڈ کے سیلابی پانی کو اتارنے میں بھی مدد مل جائے۔کیونکہ مجھے اپنے برسوں کے تجربے سے امریکی خیالات کے اثرات کا علم تھا جو میری نسل کے تارکین وطن پر پڑتا تھا۔میں آرلینیف کے ہمراہ ہارن بلو سے ملی جو تھیٹر میگزین کا مدیر تھا اور کئی مرتبہ روسی طائفے کے متعلق ستائشی خیالات کا اظہار کر چکا تھا۔مسٹر ہارن بلو مس اسمتھ کے پیچھے چھپی ہوئی شخصیت سے بھی آگاہ تھا اور اس خطرناک شخصیت سے نہایت دلداری کا سلوک کرتا تھا۔

مسٹر ہارن بلو نے ہمارا شاہانہ استقبال کیا۔اسے حصول سند کا خیال پسند آ گیا اور اس نے مشورہ دیا کہ ہم ہیرسن گرے فک سے ملیں۔جس نے مین ہٹن تھیٹر کو پٹے پر لے رکھا تھا اور کامیاب مینجر بیگم فسک سے بھی۔مسٹر فسک تو تجویز پر اچھل پڑا۔وہ ہمیں ہر قسم کی مدد دے گا جو ہمیں درکار ہو گی اور اپنی بیوی کو بھی آمادہ کرے گا کہ ہاتھ بٹائے۔لیکن وہ ہمیں تھیٹر نہیں دے سکتا کیونکہ محکمہ عمارات نے اسے بوسیدہ قرار دے کر جلد ہی مسمار کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ملاقات کے ختم ہونے پر مسٹر ہارن بلو نے ہمیں ہال میں انتظار کرنے کو کہا اس لیے کہ وہ مسٹر فسک سے کوئی نجی گفتگو کرنا چاہتا تھا۔آخر الذکر جلد ہی اپنے دفتر سے برآمد ہوا اور میرے شانوں پر دونوں ہاتھ رکھ کر کہنے لگا ''ایما گولڈ مان کیا تمہیں خود سے شرم نہ آئی جب تم مجھ سے ایک فرضی نام سے ملنے آئیں؟ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ بیگم فسک اور میری اس لیے ملامت کی جاتی ہے کہ ہم باغی ہیں اور مسائل پیدا کرنے والے ہیں جس کا سبب یہ ہے کہ ہم جدید کھیلوں کو متعارف کراتے ہیں اور تھیٹر کے وقف کی ہدایات کو نہیں مانتے؟ مس اسمتھ بے شک! مس اسمتھ جائے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جہنم میں؟ ایما گولڈمان.....تم وہی لڑکی ہو! لاؤ ہاتھ ملاؤ، آئندہ مجھ پر شک نہ کرنا۔''

مزید مدد اور ہمت افزائی مختلف سمتوں سے آنے لگی۔ جس میں چار سہ پہر والی پیشکش کرایٹیرین تھیٹر میں اور دو شہر سے باہر مصروفیات..... ہفتہ بھر بوسٹن میں اور شکاگو میں پندھڑواڑہ.....ان سب نے روسی طائفے میں نئی جان ڈال دی۔ سہ پہر والی پیشکشیں امریکی خواتین کی انجمن نے ممکن بنادی جو آرلینیف کی پرستار تھیں۔ ان میں سب سے زیادہ سرگرم اینتھل بیری مور تھی اور دو اعلیٰ طبقے کی خواتین جو صدر روزویلٹ کی رشتے کی بہن تھیں۔

بوسٹن اور شکاگو کی پیشکشوں کو حتمی بنانے میں کافی خط و کتابت کرنا پڑی۔ جب سب کچھ تیار ہو گیا تو آرلینیف مصر ہو گیا کہ میں طائفے کے ہمراہ چلوں۔ بوسٹن میں تو ٹوینٹھ سنچری کلب نے آرلینیف اور نازیموا کی آؤ بھگت کی۔ ان کے اعزاز میں کلب نے کئی تقاریب منعقد کیں جہاں میں پروفیسر لی اوواینز اور دیگر اہل ہارورڈ سے ملی۔ مسز اول بل سے جو طائفے کی کامیابی کے کام میں بہت سرگرم تھی۔ مسٹر ناتھن ہاسکل ڈول جو روسی ادبیات کا مترجم تھا۔ ڈاکٹر کونیکوف اور لاتعداد ممتاز اہل بوسٹن بھی شامل تھے۔

شکاگو میں جو کچھ ہوا وہ اطمینان بخش حالات سے بڑھ کر تھا۔ شہر کے سماجی دھڑوں نے اس واقعے میں بڑھ چڑھ کر ہاتھ بٹایا جس میں یہودی اور روسی ریڈیکل بھی شامل تھے۔ ان کی اجتماعی کوششوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ سٹڈبیکر تھیٹر ہر رات بھرتا چلا گیا۔ ان تمام سماجی معاملات کے باوجود میں چوری چھپے اتنا وقت نکال لیتی اور تقاریر کرتی رہی جہاں بھی میرے کا مریڈ انتظام کر دیتے۔ میری دوہری زندگی بہت سے پارساؤں کے لیے صدمے کا باعث بن سکتی تھی مگر میں اسے جراتمندی سے چلاتی رہی۔ میں اب اس کی عادی ہو گئی تھی کہ موقع آتے ہی مس اسمتھ کا چولا بدل دیتی اور اپنی جون میں آجاتی لیکن کئی مواقع پر یہ دورخی کام نہ کر سکی۔

پہلا واقعہ تو اس وقت ہوا جب آرلینیف اور اس کی خاتون اول کو بیرن وان تسلپین بوخ نے اپنے گھر پر مدعو کیا جو روس کا قونصلر تھا۔ میں نے آرلینیف کو سمجھایا کہ یہ تمہارے مفاد میں بھی نہیں ہے کہ ایما گولڈمان کو زحمت دی جائے۔ اس کا کسی بھی روپ میں ایسے شخص کی چھت کے نیچے جانا جو روس کے شاہی قسائی کا نمائندہ ہو، مناسب نہیں ہے۔ دوسرا موقع تب آیا جب ہل ہاؤس کے سلسلے میں، میں جین ایڈم سے ای۔ جی۔ اسمتھ کی حیثیت میں سٹڈ تھیٹر میں ملی جب وہ نشستیں محفوظ کرانے آئی تھی۔ یہ ایک کاروباری لین دین تھا اور مقام بھی غیر جانبدار تھا جس میں میری شناخت نمایاں ہونے کی کوئی وجہ بھی نہ تھی۔ لیکن اس کے گوشہ عافیت میں فرضی نام سے ملنے جانا جبکہ وہ خود بھی ترقی پسند سماجی نظریات کی حامی تھی۔ میری نظر میں یہ نامناسب اور بداخلاقی تھی۔ اس لیے میں مس ایڈم کو یہ بتانے کے لیے ملی کہ مس اسمتھ آرلینیف پارٹی میں شرکت نہ کر سکے گی۔ اس کی جگہ ایما گولڈمان ہوگی اگر آپ کو قبول ہو۔ مجھے اس کی سانس کی آمد و رفت کی آواز سے اندازہ ہوا کہ یہ انکشاف اس کے لیے قدرے یکلخت تھا۔

جب میں نے یہ واقعہ آرلینیف کو سنایا تو وہ بہت خفا ہو گیا۔ اسے معلوم تھا کہ اس نے کروپوٹکن کے شکاگو کے دورے میں فضیحتہ کھڑا کر دیا تھا۔ اس نے اپنی عمارت میں روسی دیہی دستکاری کے پارچہ جات لٹکائے تھے اور اس کے کارکنوں نے روس کے دیہاتیوں والے کپڑے بھی پہنے تھے۔ وہ پھر میری موجودگی پر کیوں معترض ہو سکتی ہے، وہ سوچ میں پڑ گیا۔ میں نے وضاحت پیش کی کہ پیٹر جو ہر قسم کی خودنمائی سے متنفر ہے لازماً ہل ہاؤس کو روسی رنگ دینے میں اس کا کسی نوعیت کا ہاتھ نہ ہوگا۔ اس کے علاوہ یہ بھی نہ ہوا کہ مس ایڈم کو شہزادی تسلیم کر لیا گیا ہو۔

میرے روسیوں کے لیے کئی استقبالیے ترتیب دیئے گئے۔ ایک یونیورسٹی میں اور دوسرا مسز ایل۔ سی کارنلے وارڈ کے مکان پر۔ میں نے دونوں میں اپنے محفوظ پاسپورٹ پر شرکت کی۔ مسز وارڈ جھیل کے سامنے ایک عالیشان گھر میں رہتی تھی۔ تقریب میں بہت بڑا مجمع تھا جن میں دلچسپی لینے والے کے بجائے متجسس لوگوں کی اکثریت تھی۔ میزبانِ خانہ خود ایک بے ریا اور دلکش خاتون تھیں۔ تاہم یہ اس کی ماں تھی جو اسی برس کی تھی اور جو شیریں مزاج اور غیر معمولی شکل و صورت کی خاتون تھیں اور انہوں نے میرا دل جیت لیا۔ انہوں نے نہایت سادہ اطوار میں ہمارا جی بہلایا اور انسداد غلامی کی تحریک میں اپنی مساعی کی تفصیلات بتائیں اور آزادی نسواں میں اپنی ہراول کارروائیوں کے متعلق بتلایا۔ ان کا تمتمایا چہرہ اور دمکتی آنکھیں یہ بتاتی تھیں کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ان میں نوجوانی اور باغی روح جوں کی توں موجود ہے۔اور میں ان کی کریمانہ موجودگی میں ایک جھوٹے نام سے آ کر بے لطفی محسوس کر رہی تھی۔اگلے دن میں نے انہیں اور ان کی بیٹی کو خط لکھ کر دھوکہ دینے کی معذرت چاہی اور ان اسباب کو بتایا جنہوں نے اس پر مجھے مجبور کر رکھا ہے کہ میں تخلص اختیار کر کے جیوں اور کام کروں۔ مجھے دونوں ہی نے جواب میں خوبصورت خط بھیجے اور لکھا کہ یہ ہمارے علم میں تھا کہ ایما گولڈمان نے ہمارے گھر کو عزت بخشی تھی۔اس کے بعد کئی برس تک ہم ایک دوسرے کے رابطے میں رہے۔

نیویارک واپسی پر آرلینیف نے کہا کہ وہ چاہتا ہے کہ وہ چند اور سال امریکہ میں قیام کرے اگر طائفے کے اخراجات پورے کرنے کے لیے بذریعہ چندہ زرضمانت جمع کر لیا جائے۔میں نے اس خیال کو چند ایسے اشخاص کے سامنے رکھا جنہیں روسی طائفے میں دلچسپی تھی۔یوں ہوتے ہوتے سولہ ہزار ڈالر جمع ہو گئے اور مزید کا وعدہ ہوا۔کسی نے تجویز پیش کی کہ آرلینیف کو چارلس فرومین کی منتظمہ میں دے دیا جائے۔آرلینیف برہم ہو گیا اور گرجا،اس نے روس میں کسی ایسے جوئے کو تسلیم نہ کیا تھا تو امریکہ میں یہ کیونکر ممکن تھا۔ہاں اس کے لیے ایک منیجر قابل قبول ہے اور وہ ہے ''مس ایما''۔اسے معلوم تھا کہ میں دخل در معقولات نہ کروں گی۔چاہے وہ جو بھی یا جیسی اداکاری کرے۔

کمیٹی کے اس اصرار پر کہ افسر انتظامی بدلا جائے اور مام نازیموا کا یہ فیصلہ کہ وہ امریکہ میں قیام کرے گی اور خود کو انگریزی زبان کے تھیٹر کے لیے تیار کرے گی۔دونوں نے آرلینیف پر نہایت ناخوشگوار اثر ڈالا۔وہ ملک چھوڑنے پر کمربستہ ہو گیا اور یہ کہ وہ اس سندی معاملے میں جس کا ہم نے منصوبہ بنایا تھا ساتھ نہ دے گا۔

جن دنوں میں آرلینیف کے کام کے سلسلے میں اس کے ساتھ تھی اس نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں اپنے کام کی تنخواہ قبول کر لوں۔لیکن کبھی ایسی نوبت نہ آئی جب اس کے خزانے میں اتنی رقم ہوتی کہ وہ فالتو مصرف کے لیے رقم نکال سکتا۔اور وہ ہمیشہ اس پر اصرار کرتا کہ عملے کو پہلے دیا جائے چاہے وہ اور نازیموا تہی دست رہیں۔انہیں تھوڑا بہت جو بھی ان کے ہاتھ آتا وہ صرف اس کے گھڑپن کے طفیل تھا۔تقریباً خالی ہاتھ ہوتے ہوئے اور اپنی روسی خادمہ الّا،نازیموا لباس فاخرہ تیار کرتی نہ صرف اپنے لیے بلکہ پورے طائفے کے لیے اور یہ سب زار فیودر کے درباریوں کے لباس ہوتے۔رنگا رنگ اور قیمتی جنہیں وہ خود تیار کرتی تھی۔ آمدنی قلیل ہوتی مگر آرلینیف اس میں بھی میرا حصہ نکالنا چاہتا تھا۔میں نے اس لیے انکار کر دیا کہ میں اپنے لیے کما رہی تھی۔اور میں ایک اور بوجھ نہیں بننا چاہتی تھی۔آرلینیف نے ایک مرتبہ مجھ سے پوچھا تھا کہ اگر مجھے خزانہ مل جائے تو کس کام کو کرنا پسند کروں گی اور میں نے یہ جواب دیا تھا کہ میں ایک رسالہ نکالنا شروع کر دوں گی جس میں میرے سماجی نظریات اور وہ نوجوان یکجا ہو جائیں گے جو امریکہ میں فن کی ہمہ اقسام کے فروغ کے لیے جتن کر رہے ہیں۔میکس اور میں ایسے منصوبے پر اکثر غور کر چکے تھے جس کی سخت ضرورت تھی۔یہ ہمارا دیرینہ خواب تھا جو بظاہر مایوس کن تھا۔اب آرلینیف نے راکھ کو پھر سے کرید دیا اور میں نے اپنا منصوبہ اس کے سامنے پیش کر دیا۔اس نے کہا کہ وہ اپنی ایک دن کی پیشکش کی آمدنی اس مقصد کے لیے دے گا اور وعدہ کیا کہ وہ نازیموا کو بھی آمادہ کرے گا کہ سٹرنڈبرگ کا کھیل کاؤنٹس جولیا پیش کرے۔یہ ایک ایسا ڈرامہ تھا جو وہ میرے ساتھ مل کر کرنے کی ہمیشہ سے خواہشمند ہے۔اسے جین کے کردار کی ذرّہ برابر بھی فکر نہ تھی۔اس نے کہا ''تم نے میرے لیے اتنا کیا ہے'' اس نے اضافہ کیا ''میں اسے ضرور اسٹیج کروں گا۔''

بہت جلد ہی آرلینیف نے اپنی پیشکش کے لیے حتمی تاریخ کا اعلان کر دیا۔ہم نے برکلے تھیٹر کرائے پر لے لیا۔اعلانات اور ٹکٹوں کی چھپائی ہو گئی۔اسٹیلا اور چند دیگر کامریڈوں کی مدد سے تمام نشستیں بھرنے کا کام شروع ہو گیا۔اسی دوران میں ہم نے ۲۱۰ ایسٹ تھرٹینتھ اسٹریٹ پر ایک جلسہ منعقد کیا اور اس میں ان لوگوں کو بلایا جن کے متعلق ہمیں معلوم تھا کہ وہ اس مجلّے کے منصوبے میں دلچسپی لیں گے جو ہمارے ذہن میں کلبلا رہا تھا۔ایڈون جورگمین جس نے سٹرنڈبرگ کا ترجمہ کیا تھا،آمی مالی ہکس، سادا کیچی ہارٹمین، جان آرکور یل اور چند اور ہمارے کامریڈ۔اس شب جب ہمارے دوست رخصت ہوئے،متوقع بچے کا نام

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رکھا جا چکا تھا ''دی اوپن روڈ۔'' منہ بولے والدین اور کئی ایسے افراد اس بچے کی پرورش کرنے کے لیے بے چین تھے۔

مجھے تو گویا پر لگ گئے۔ آخر کار جس کام کی میں برسوں سے تیاری کر رہی تھی تشکیل پانے جا رہا تھا! بے خیالی میں منہ سے نکلا ہوا لفظ مجھ سے مجذوب کی بڑ نہ رہا تھا اور اسٹیج واحد جگہ نہ رہی تھی جہاں مجھے چین نصیب ہو۔ اب خیالات تحریری صورت اختیار کریں گے اور ان کا اثر بھی دیرپا ہوگا۔ اور یہ ایک ایسی جگہ ہوگی جہاں فن اور ادب کے مثالیت پسند اپنی بھڑاس نکال سکیں گے۔ 'دی اوپن روڈ' میں وہ سنسر کے خوف وخطر کے بغیر بول سکیں گے۔ ہر ایسا شخص جو آہنی سانچوں سے بچنے کا خواہش مند ہے چاہے وہ سیاسی یا سماجی تعصّبات ہوں یا معمولی اخلاقی مطالبات انہیں موقع مل سکے گا کہ وہ ہمارے ساتھ 'دی اوپن روڈ' پر سفر کر سکے۔

جب 'کاؤنٹس جولیا' کی ریہرسل ہو رہی تھی لاتعداد قرض خواہ آدھمکے اور آرلینیف کا گھیراؤ کر لیا۔ انہوں نے اسے گرفتار کرا دیا اور تھیٹر بند ہو گیا۔ اور مجھے اپنا کام روک کر اس کے لیے ضامن تلاش کرنے پڑے اور کرائے کی ادائیگی کا انتظام کرنا پڑا۔ جب معاملات سدھر گئے اور آرلینیف رہا ہو گیا اسے اس تجربے سے اتنا صدمہ پہنچا کہ اس کے لیے ریہرسل جاری رکھنا دوبھر ہو گیا۔ افتتاح کی رات کو پندرہ دن رہتے تھے اور مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ وہ اس وقت تک اسٹیج پر نہ جائے گا جب تک اسے اپنے کردار کے متعلق پورا اطمینان نہ ہو۔ اسے اس دکھ سے نکالنے کے لیے میں نے یہ تجویز پیش کی کہ وہ کوئی دوسرا کھیل پیش کرے جس میں وہ پہلے ہی اداکاری کر چکا ہو۔ ہم لوگ ''گھوسٹس' پر متفق ہو گئے جس کا آسوالڈ کا کردار ایسا تھا جس میں آرلینیف نے چار چاند لگا دیئے تھے۔ بدقسمتی سے تھیٹر کے تماشائی ایک ہی کھیل کو کئی بار دیکھنا نہیں پسند کرتے۔ جب پروگرام میں تبدیلی کا اعلان کیا گیا تو قابل ذکر تعداد نے اپنی رقم واپس کرنے کا مطالبہ کر دیا۔ وہ صرف کاؤنٹس جولیا ہی دیکھنا چاہتے تھے اور اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ ہمیں تماشائیوں کی معقول تعداد ہاتھ آتی کچھ بھی کہیں اگر دیوتاؤں نے پیشکش کی۔ رات کو موسلا دھار بارش کے لیے نہ منتخب کر لیا ہوتا۔ ہم نے ہزار ڈالر یا اس سے کچھ اوپر جو ملنے کا تخمینہ لگایا تھا وہ لڑکھڑا کر ڈھائی سو پر آ گیا۔ یہ اتنی حقیر رقم تھی جس سے رسالے کا اجرا ممکن نہ تھا۔ ہماری مایوسیاں بے حد وحساب تھیں لیکن ہم نے اسے اپنے جذبے پر بند باندھنے کی اجازت نہ دی۔

پہلے شمارے کے اجراء کے لیے ہمارے پاس کافی رقم تھی جسے ہم نے ماہ مارچ کے تاریخی مہینے میں شائع کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ کیا دیگر بے قاعدہ مطبوعات اس سے بڑی رقم سے نکلنا شروع ہوئی تھیں؟ دریں اثنا ہم نے اپنے دوستوں سے ایک عمومی درخواست کر دی۔ ہمیں جو جوابات ملے ان میں سے ایک کولوراڈو کا تھا جو اس عنوان کا حامل تھا 'دی اوپن روڈ' اس میں ہمیں دھمکی دی گئی تھی کہ وہ قانون دانش کو ہمارے خلاف حرکت میں لے آئیں گے! غریب والٹ وہٹمین اپنی قبر میں تڑپنے لگا ہوگا جب اسے پتہ چلا ہوگا کہ کسی نے اس کی عظیم نظم کے عنوان پر قانونی قبضہ کر لیا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی چارہ نہ تھا کہ ہم نوزائیدہ کا کوئی اور نام رکھ لیں۔ دوستوں نے دوسرے نام بتائے لیکن کوئی بھی ہمارے مفہوم کو بیان کرنے سے قاصر تھا۔

اتوار کے روز ایک فارم کی سیر کے دوران میں میکس اور میں ایک بگھی کی سیر پر نکلے لیکن فضا میں موسم بہار کی مہم بسی ہوئی تھی اور دھرتی ماں موسم سرما کی سختی کو توڑ کر کھل رہی تھی اور چند سنہرے اکھوے نیم وا ہو رہے تھے جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ مادر دھرتی کے رحم میں سے زندگی کا بور جھانک رہا ہے۔ ''مدر ارتھ'' میں نے سوچا ''بھئی کیوں نہ ہمارے بچے کا یہی نام رکھا جائے! جو انسان کی پالنہار ہے۔ انسان کو کوئی چیز مانع نہیں ہے اور وہ آزاد دھرتی تک رسائی میں بھی آزاد ہے!'' عنوان میرے کانوں میں ایک بھولے تان کی طرح بجنے لگا۔ آئندہ روز ہم لوگ نیویارک لوٹے اور پہلے شمارے کے لیے محدود تعداد میں کا پیاں تیار کرنے میں لگ گئے۔ یہ پہلی مارچ ۱۹۰۶ء کو نمودار ہوا، صفحوں کی تعداد چونسٹھ تھی۔ اور نام ''مدر ارتھ''۔

اس کے فوراً ہی بعد پاول آرلینیف دخانی جہاز سے روس کے لیے روانہ ہو گیا اس کی ذات کا بڑا حصہ تو ہمارے دلوں میں محفوظ تھا جو اس کی دانش پر مسرور رہتے تھے۔ امریکی تھیٹر جسے ملک میں ڈرامہ سمجھا جاتا تھا اس کے بعد وہ مجھے مبتذل اور بازاری لگتا۔ لیکن مجھے نئے کام کرنے تھے جو دلربا اور مشغولیت والے تھے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

'مدرار تھ' جونہی چھاپے خانے سے نکلا ہم نے اپنے خریداروں کے لیے ڈاک کے سپرد کر دیا۔ میں نے اپنی جگہ دفتر میں ایک آدمی کو بٹھایا اور میکس کے ساتھ دورے پر نکل گئی۔ ہمیں بڑے اجتماعات ٹورنٹو کلیولینڈ اور بفلو میں ملے۔ آخر الذکر شہر میں ۱۹۰۱ء کے بعد سے یہ میرا پہلا دورہ تھا۔ کہیں اگر زولوگوز کی پرچھائیں بھی پڑی ہو تو پولیس آسیب بن جاتی۔ ان کے پاس اختیار تھا اور وہ حکماً کہتے تھے کہ انگریزی کے علاوہ کوئی اور زبان نہ بولی جائے اس وجہ سے میکس کے لیے بولنا ممکن نہ رہا۔ لیکن میں نے موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیا اور پولیس کی مدح وثنا کی۔ دوسرا جلسہ روک دیا گیا اس سے پہلے کہ ہم ہال میں داخل ہوتے۔

میں ابھی بفلو ہی میں تھی کہ جان موسٹ کی موت کی اطلاع آئی۔ وہ لیکچر کے دورے پر سنسناٹی میں تھا جہاں اس کا انتقال ہوا۔ جو آخری سانس تک اپنے آدرش کے لیے لڑتا رہا۔ میکس موسٹ سے محبت کرتا تھا اور شیدائی تھا اس لیے یہ ضرب اس کے لیے بدحواس کرنے والی تھی۔ اور میں..... ہیمز کے لیے میرے اندر تمام جذبات نے مجھے اتنا بے چین کر دیا کہ جیسے ہمارے مابین کبھی کوئی تلخ جھڑپ نہ ہوئی ہو جس نے ہمیں جدا کر دیا۔ ہر وہ شے جو وہ مجھے سالہا سال تک دیتا رہا اور جب وہ میری تربیت کر رہا تھا اور ولولہ پیدا کر رہا تھا فوراً میرے سامنے آ کر کھڑی ہو گئیں اور مجھے پشیمان کرنے لگیں کہ ہمارے درمیان والا تنازعہ کتنا احمقانہ تھا۔ اپنا مقام بنانے کے لیے میں نے جو طویل جدوجہد کی تھی اور جن مایوسیوں اور واہموں سے میرا پالا پڑا تھا انہوں نے میری اس کٹر پرستی میں کمی کر دی تھی جن کا میں لوگوں سے تقاضہ کرتی تھی۔ انہوں نے میری اس معاملے میں اعانت کی کہ میں ایک باغی کی گراں اور تنہائی والی زندگی کو سمجھ سکوں جو ایک غیر مقبول مقصد کے لیے لڑتے ہیں۔ میں اپنے پرانے استاد کے خلاف جو بھی تلخی محسوس کرتی تھی وہ سب اس کی موت سے بہت پہلے ہی گہری ہمدردی میں بدل چکی تھی۔

میں نے کئی مواقع پر کوشش کی کہ وہ مجھ میں پیدا ہونے والی تبدیلی کو محسوس کر لے لیکن اس کے بے لچک رویے نے مجھے قائل کر دیا کہ اس میں مجھ سے ملتی جلتی کوئی تبدیلی نہ آئی تھی۔ کئی برس کے بعد جب میں نے پہلی مرتبہ اس سے ۱۹۰۳ء میں اس وقت رابطہ کیا جب وہ تیسری مرتبہ بلیک ویل جزیرے کے جیل سے رہائی پانے کی خوشی میں اپنے اعزاز میں ہونے والے استقبالیے میں شریک ہوا۔ اس کے بال سفید ہو چکے تھے مگر اس کے چہرے کی سرخی برقرار تھی اور اس کی نیلی آنکھیں ماضی کی آگ سے چمک رہی تھیں۔ چبوترے کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے ہماری مڈبھیڑ ہو گئی۔ وہ نیچے اتر رہا تھا جبکہ میں بولنے کے لیے اوپر چڑھ رہی تھی۔ شناسائی کے ہلکے سے اشارے کے بغیر اور منہ سے بلا کوئی لفظ نکالے وہ سرد مہری سے ایک جانب سمٹ گیا اور مجھے اوپر جانے کے لیے گزرنے دیا۔ بعد میں دن کے وقت میں نے اسے کئی شناسائی پیدا کرنے والے بہت سے لوگوں کے نرغے میں پایا۔ میرے جی میں آئی کہ بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام لوں جیسے میں پرانے زمانے میں کرتی تھی لیکن اس کی سرد مہری والی نظریں مجھ پر ٹکی ہوئی تھیں جن کی وجہ سے مجھے ہٹ کر دور جانا پڑا۔

موسٹ نے ۱۹۰۴ء میں تھالیا تھیٹر میں ہاپٹمین کے ڈرامے ویورز (جولاہے) میں اداکاری کی۔ اس نے بادمرٹ کے کردار میں ایسی جان ڈال دی جو اداکاری کے لحاظ سے لاجواب تھی جس سے ان باتوں کی یاد تازہ ہو گئی جو اس نے تھیٹر کے لیے اپنے اندر بھڑکتی ہوئی آگ کے متعلق بتایا تھا۔ اس کی زندگی کیا نہج اختیار کرتی اگر وہ اپنی اس تمنا کی تکمیل کر سکتا! نفرت، داروگیری اور اسیری کے بجائے اسے ناموری اور عمومی قبولیت ملتی۔

میرے دل میں موسٹ کے لیے جذبات از سر نو ابلنے لگے میں اسٹیج کے پردے کے پیچھے جا کر یہ بتانا چاہتی تھی کہ اس کی اداکاری کس کمال کی تھی۔ اس نے میری داد وستائش کو اسی طرح قبول کیا جیسے وہاں جمع ہونے والے بہت سے لوگوں سے قبول کر رہا تھا۔ بظاہر اب اس کے بعد میرے لیے کچھ بھی باقی نہ رہا تھا۔

آخری مرتبہ جب میں نے موسٹ کو دیکھا وہ لوئیس مائیکل کی یاد منانے کی ایک عظیم تقریب تھی۔ وہ مارسیلز میں تقریر کرتے ہوئے فروری ۱۹۰۵ء میں فوت ہوئی۔ اس کی موت نے نیویارک کے تمام انقلابی دھڑوں کو متحد کر دیا اور انہوں نے اس ذی شان خاتون کے اعزاز میں ایک جلوس ترتیب دیا۔ کیتھرائن بریشکوسکایا اور الیگزینڈر جوناز سے مل کر موسٹ نے قدیم پاسداروں کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نمائندگی کی اور متوفی باغی اور جنگجو کو خراج تحسین پیش کیا۔ مقررین میں میرا نام موسٹ کے فوراً بعد تھا۔ ہم چبوترے پر ایک لمحے کے لیے شانہ بشانہ کھڑے ہوئے۔ یہ کئی برسوں کے بعد ہوا تھا کہ ہم سرعام ایک دوسرے سے کندھا ملائے کھڑے تھے اور سامعین نے بہت گرمجوشی ظاہر کی تھی۔ موسٹ مڑ کر کسی اور طرف چلا گیا اور کوئی صاحب سلامت نہ کی! اور میری جانب دیکھے بغیر وہاں سے رخصت ہو گیا۔

اب قدیم جنگجو ختم ہو چکا ہے! یہ بات سوچنے سے افسردگی نے مجھ پر غلبہ پا لیا کہ مصائب جھیلتے جھیلتے اس میں سنگدلی اور درشتگی آ گئی تھی۔

جب میں اور میکس نیویارک لوٹے تو ہمیں معلوم ہوا کہ موسٹ کے لیے ایک یادگاری محفل کا انتظام کیا جا رہا تھا جو گرینڈ سنٹرل پیلس میں منعقد ہوگی۔ ہم سے وہاں بولنے کو کہا گیا۔ مجھے اطلاع دی گئی کہ مجھے دعوت نامے بھیجنے پر موسٹ کے چند حامیوں نے احتجاج کیا تھا خاص طور سے اس کی بیوی نے جس کے خیال میں ایما گولڈمان کا موسٹ کو خراج تحسین پیش کرنا اس کی بے حرمتی کے مترادف ہے۔ میں بھی بے جا مداخلت نہ کرنا چاہتی تھی لیکن جرمن صفوں کے نوجوان کامریڈ اور کئی ایدیش انارکسٹوں کا اصرار تھا کہ میں بھی خطاب کروں۔

مقررہ تاریخ کی سہ پہر میں جگہ پوری طرح بھری ہوئی تھی۔ تمام جرمن اور ایدیش مزدور تنظیمیں وہاں نمائندگی کر رہی تھیں۔ ہمارے حلقے کے لوگ بھی بہت بڑی تعداد میں وہاں موجود تھے جن میں تمام غیر ملکی زبانیں بولنے والے انارکسٹ دھڑے تھے۔ یہ ایک پرشکوہ واقعہ تھا جو جوہان موسٹ کی نابغہ روزگار شخصیت کی روح کو ایک عظیم خراج تحسین تھا۔ میں تھوڑی دیر بولی، لیکن مجھے بعد میں بتایا گیا کہ میرا اپنے پرانے استاد کے لیے خراج عقیدت پیش کرنے کا دشمنوں پر بھی بہت اثر ہوا جو 'فرای ہایٹ' رسالے کا گروپ ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com